مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

ہمارے نبی شرعی فتوے اپنی طرف سے نہیں دیتے۔ بلکہ وہ تمام ہماری وحی کے ذریعے ہوتے ہیں

بفضلِ خدائے قوی و متین کتاب بنام

اِعْلَامُ الْمُوَقِّعِيْن عن رَبِّ الْعَالَمِيْن

مُصنفہ۔ مجددِ دین۔ امام المجتہدین۔ سراج مفسرین۔ عمدۃ المحدثین۔ امام شمس الدین۔ ابو عبداللہ محمد بن ابوبکر بن ایوب الزرعی۔ المعروف بہ ابن القیّم جوزی دمشقی رحمہ اللہ الاعلی القوی المتوفی ۷۵۱ سنہ ہجری

کا اردو ترجمہ بنام

دلائل المحققین باحادیث سید المرسلین

المعروف بہ

دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

کا آخری حصہ

جس میں صحابہ کرامؓ کے بارہ سو (۱۲۰۰) استفتا یعنی سوالات۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ سو فتوے یعنی جوابات ہیں۔ ساتھ ہی فتوے لینے اور فتوے دینے والوں کے لئے تمام شرعی احکام کا تفصیلی طور پر بیان ہے

بنام

فتاویٰ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

مترجمہ۔ ناشر سننِ رسولِ کریم۔ عالیجناب حضرت مولانا محمد بن ابراہیم۔ جزاہ اللہ الغفور الرحیم۔ مدرس و مہتمم مدرسہ دارالحدیث محمدیہ۔ و ایڈیٹر و مالک اخبار محمدی دہلی

ماہ رجب ۱۳۵۴ھ کو ہمدرد برقی پریس دہلی میں چھپا۔ اس کا ہدیہ ڈیڑھ روپیہ ہے۔ منگوانے کا پتہ یہ ہے۔

دفتر اخبار محمدی بارہ ہندو راؤ دہلی

۱۲۶۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ کتاب

اعلام الموقعین عن رب العالمین

کا آخری جزء

ان ستّر فوائد کا بیان جن کا تعلق فتوے سے ہے۔

اب ہم کتاب کو اُن فوائد کے بیان پر ختم کرتے ہیں جن کا تعلق فتووں سے ہے۔

سوالات کی قسمیں اور مفتی کی حالتیں

پہلا فائدہ: سائلوں کے سوالات عموماً چار ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ پانچویں قسم کے نہیں ہوتے۔ اوّل تو یہ کہ کسی حکم کی بابت پوچھے کہ فلاں فلاں بات کا کیا حکم ہے؟ دوسرے یہ کہ کسی حکم کی دلیل دریافت کرے تیسرے یہ کہ وجہِ دلالت پوچھے۔ چوتھے یہ کہ جواب کے خلاف جو دلیل ہو اس کی نسبت سوال کرے۔ حکم کی بابت جو سوال کرتا ہے اُس وقت جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اُس مسئلے کا اُسے علم ہو دوسرے یہ کہ اُسے علم نہ ہو۔ اگر وہ جاہل ہے تو تو اُسے بے علمی کے ساتھ فتویٰ دینا حرام ہے اگر کسی نے ایسا کیا تو اُس پر اُس کا اپنا گناہ بھی ہے اور سائل کا گناہ بھی۔ اگر اُسے اُس مسئلے میں لوگوں کے اقوال تو معلوم ہیں لیکن یہ نہیں معلوم کہ ان میں ٹھیک قول اور صحیح فتویٰ کیا ہے تو وہ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے اور اگر ہو سکتا ہو تو اُس اختلاف کو بیان بھی کر دے۔ اور اگر وہ شخص جو سوال اُس سے کیا گیا ہے اُس کے جواب کا علم رکھتا ہے تو اب سائل کی دو حالتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس پر عمل کا وقت آگیا ہے معاملہ درپیش ہے قضیہ موجود ہے اور حاجت پڑنے پر وہ سوال کے لئے نکلا ہے تو تو مفتی پر ضروری ہے کہ فی الفور اُسے جواب دے ایسے حاجت کے وقت اُس کے سامنے حکم کا بیان نہ کرنا کسی طرح جائز نہیں نہ تاخیر جائز ہے دوسری حالت یہ کہ اُس نے کسی ایسے واقعہ کا سوال کیا ہے جو ابھی تک واقع نہیں ہوا یونہی فرضی سوال ہے تو جواب دینے والے پر اس کا جواب ضروری نہیں بلکہ سلف صالحین کا دستور تھا کہ جب اُن سے کوئی سوال کیا جاتا تو وہ دریافت فرماتے کہ ایسا واقعہ ہوا بھی ہے؟ اگر خبر ملتی کہ نہیں ہوا تو وہ کوئی جواب نہ دیتے اور فرماتے بس ہمیں عافیت سے رہنے دو۔ اس لئے کہ رائے سے فتویٰ دینا تو صرف ضرورت کے وقت ہی جائز ہے ایسے ہی جیسے اضطرار کے وقت مردہ کھا لینا۔ یہ حکم اُس وقت ہے جب اُس مسئلے میں کوئی آیتِ قرآنی یا حدیثِ نبوی یا اجماع نہ ہو اگر یہ ہو تو تو اس پر اس کی تبلیغ بقدرِ امکان ضروری ہے کسی سے کوئی علمی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اُسے چھپالے تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن آگ کی لگام چڑھائیگا۔ ہاں اگر فتویٰ دینے والا سائل کی شرارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فہرست مضامین کتاب ترجمہ اعلام الموقعین بنام دین محمدی حصہ آخر بنام فتاوی محمدیہ

باقی فہرست اس کتاب کے صفحہ ۱۴۹ پر دیکھئے

چوتھا فائدہ:- مفتی کی سمجھداری اور خیرخواہی میں یہ بھی داخل ہے کہ جب اُس سے کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھے اور یہ اُس کے جواب میں اُسے اس سے روکے اور وہ ہو حاجت مند تو اُسے چاہیئے کہ اُس کے بدلے کی اور کوئی جائز چیز اُسے بتلا دے تاکہ وہ اپنی حاجت مندی اس جائز چیز سے پوری کرے اور ناجائز چیز سے بچ جائے۔ یہ کام صرف اُنہی علما کا ہے جن کے دل امت کی خیرخواہی کے جذبات سے پر ہوں ساتھ ہی علم بھی کامل حاصل ہو خدا سے اجر کے امیدوار ہوں اور اپنے علم کے عامل ہوں ان علما کی مثال اُن طبیبوں جیسی ہے جو مریض کے پورے خیرخواہ ہوتے ہیں نقصانات سے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور نفع دینے والی چیزیں اُسے بتلاتے ہیں اسی طرح کے یہ دینی طبیب ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا اُس کے ذمے حق تھا کہ اپنی امت کی بھلائی کی جو بات وہ جانتا ہے اُسے اپنی امت کو بتلا دے اور جس چیز کو امت کے حق میں بری جانتا ہے اُس سے بھی اُسے مطلع کر دے۔ پس رسولوں کے جو صحیح معنی میں خلفا ہیں اور ان کے بعد ان کے سچے وارث ہیں ان کی بھی یہی شان ہوتی ہے میں نے اپنے استاد قدس اللہ روحہ کو بھی اسی حالت پہ پایا ان کے فتاوے موجود ہیں آپ دیکھیے ہر جگہ یہ شان نمایاں پائیں گے۔ حضرت بلالؓ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے تو روکتے ہیں کہ وہ ایک صاع بہترین کھجوروں کو دو صاع ردی کھجوروں کے بدلے فروخت کریں لیکن ساتھ ہی جائز طریقہ بھی بتلا دیتے ہیں کہ عمدہ کھجوروں کو درہموں کے بدلے بیچ ڈالو پھر ان درہموں سے جیسی کھجوریں چاہو خرید لو۔ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارثؓ اور فضل بن عباسؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ مالِ زکوٰۃ کی وصولی پر ہمیں عامل بنا دیجیے تاکہ کچھ مال ہمیں حاصل ہو اور اس سے ہم اپنا نکاح کر سکیں تو آپ نے اُنھیں اس سے تو منع فرما دیا اور محمیہ بن جزء کو جو خمس پر مقرر تھا حکم دیا کہ انھیں کچھ رقم دیدو جس سے ان کے نکاح ہو جائیں۔ پس دیکھیے کہ ایک حرام طریق سے انھیں ہٹایا اور اس کے عوض حلال ذریعہ بتلایا۔ دراصل یہ اقتدا ہے رب العالمین واحد لاشریک کی کہ بندہ جب اُس سے اپنی کسی حاجت کے پورا ہونے کی دعا مانگتا ہے اور ہوتی ہے وہ حاجت اس کے حق میں کسی لحاظ سے بری۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے تو پوری نہیں فرماتا اور اس سے زیادہ نفع والی اور اُس سے بہتر اصلاح والی چیز اُسے عطا فرماتا ہے یہ ہے غایتِ کرم و حکمت۔

غلط فہمی کا ازالہ کرنا

پانچواں فائدہ:- جب مفتی کسی سائل کو اس کے کسی سوال کا جواب دے اور اس کے دل میں یہ کھٹکا گذرے کہ شائد سائل کے دل میں میرے اس جواب سے کوئی اور غلط فہمی نہ پیدا ہو گئی ہو تو اُسے چاہیئے کہ وجہ احتراز بھی بیان کر دے یہ بھی علم و خیرخواہی اور ارشاد کا ایک بہترین لطیفہ ہے دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کسی ذمی کافر کو اس کی ذمہ داری کی حالت میں قتل کیا جائے اس میں دوسرے فرمان کو پہلے فرمان کے ساتھ ہی بیان فرمانے میں یہی مصلحت ہے کہ پہلے فرمان سے کہیں یہ وہم پیدا نہ ہو گیا ہو کہ کافروں کے خون مطلقاً قابلِ قصاص نہیں گو وہ ذمی ہوں کیونکہ حکم یہ ہے کہ کوئی مومن کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائیگا پس اس خیال کا امکان ہٹا دینے کیلئے اسی کے بعد فرمادیا کہ کوئی ذمی کافر اپنے ذمہ کی حالت میں قتل نہ کیا جائے۔ اس بہترین باریک نکتے کی طرف جن کی رسائی نہ ہوئی انھوں نے مسئلہ بنا لیا کہ معاہدہ والے کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جا سکتا ہے اور انھوں نے حدیث میں عبارت مقدر مان کر یہ کہا کہ کوئی معاہدے والا اپنے عہد میں کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اسی طرح حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔ جب ان پر بیٹھنے سے منع فرمایا تو ہو سکتا تھا کہ خیال پیدا ہو کہ یہ قبر کی تعظیم کے لئے ہے پھر ہو سکتا ہے کہ اس تعظیم میں مبالغہ ہوا اور قبر کو قبلہ مقرر کر لیا جائے اس لئے ساتھ ہی دوسرا جملہ فرما دیا کہ ان کی طرف نماز نہ پڑھو۔ ٹھیک اسی طرح قرآن کی یہ آیت ہے کہ اے نبیؐ کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بشرطیکہ تم میں خدا کا ڈر ہو۔ پس تمہیں نرم آواز سے نہ بولنا چاہیے کہ کوئی بیمار دل کچھ لالچ کر بیٹھے تم معقول اور دستور کے مطابق بات کہا کرو۔ جب نرم بات کرنے کی ممانعت کی تو ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ سختی سے بولنا چاہیے اس وہم کو یہ فرما کر ٹال دیا کہ بات مطابقِ دستور کہو بہت عورتوں

[illegible] ہے کہ کچھ نہ بولنا اچھا ہے بہ نسبت بولنے کے۔ اسکا [illegible] میں فتنہ ابھرے گا تو بیشک اُسے چپ رہنا چاہئے کیونکہ [illegible] سے ہر کافر دینی بات سے برداشت کرکے بڑے فساد سے بچ جاتا ہے۔ چنانچہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیوں کے اسلام [illegible] کی وجہ سے اور اس خوف سے کہ کہیں یہ چیز فتنہ نہ ہو جائیں کعبہ کو توڑ کر ابراہیمی بنا پر بنانا موقوف کر دیا۔ اسی طرح اگر سائل کی عقل کی کمی یا اس کے [illegible] سے فتنہ کا ڈر آئے اور جواب اُسکے فتنہ کا سبب بن جانے کا خوف ہو تو بھی جواب سے رک جانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص ایک آیت کی تفسیر پوچھتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ کیا بھروسہ ہے جو میں تجھے بتلاؤں اور پھر تو اسے نہ مانے اس سے انکار [illegible] سبب سے نہ بتلایا ۔

فتویٰ دیتے وقت سائل کا فائدہ مدِنظر رکھنا

دوسرا فائدہ: مفتی کو یہ بھی چاہئے کہ مستفتی کے سوال سے ہٹ کر جواب دے اور اسے وہ بتلائے جو اس کے اصلی جواب سے زیادہ نفع مند ہو [illegible] خصوصاً اس وقت جبکہ اس کے سوال کا جواب بھی [illegible] یہ مفتی کے پورے علم اور اعلیٰ کمال بہتری [illegible] اور پوری خیرخواہی کی بات ہے۔ قرآن کریم میں ہے لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ تو جواب دے کہ تم جو بھی بھلی چیز خرچ کرو وہ ماں باپ کو [illegible] رشتہ داروں کو یتیموں کو مسکینوں کو اور مسافروں کو [illegible] جو بھی نیکیاں کرو [illegible] اللہ ان سے واقف ہے۔ دیکھئے سوال تھا کیا خرچ کریں؟ جواب دیا کہاں خرچ کریں؟ اسلئے کہ صرف سوال کے جواب میں وہ فائدہ نہ تھا [illegible] سوال کے جواب میں بھی تنبیہ ہو گئی اور دوسری آیت میں صاف فرمایا [illegible] اسی جیسا سوال [illegible] آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ میں ہے یعنی لوگ تجھ سے [illegible] سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ یہ لوگوں کے لئے اور حج کے [illegible] وقت بتلانے کیلئے ہے۔ سوال یہ تھا کہ چاند بالکل باریک ہوتا [illegible] پھر تدریجاً بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا ہو جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اس کا سبب کیا ہے جواب میں [illegible] کی حکمت بیان ہوئی کہ بندوں کی مصلحت اور ان کے احوال اور معاش اور عبادت کے وقت کی تعیین اس سے ہوتی ہے۔ سوال کی دو شقیں ہو سکتی ہیں ممکن ہے کہ سائلوں کا مقصود سبب دریافت کرنا ہو اور ہو سکتا ہے کہ انھوں نے حکمت و مصلحت ہی دریافت کی ہو تو پہلی شق پر تو اصلی جواب سے بہتر جواب دیا گیا دوسری شق پر عین سوال کا جواب ہوا ان کے سوال کے الفاظ دونوں باتوں کا احتمال رکھتے ہیں انھوں نے یہ پوچھا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ چاند بہت باریک دکھائی دیتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ پورا ہو جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے ۔

تفصیلوار جواب دینا

تیسرا فائدہ: مفتی کو یہ بھی چاہئے کہ سائل کے سوال سے زیادہ جواب دے یہ [illegible] کی کامل خیرخواہی پورا علم اور بہترین ارشاد ہے اس پر جو لوگ طعنہ زنی کرتے ہیں اُن کی وجہ صرف ان کے علم کی کمی ان کے احساس کی تنگی اور ان کی خیرخواہی کی قلت ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں باب باندھا ہے کہ جو شخص سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دے پھر حضرت ابن عمر والی حدیث بیان کی ہے کہ محرم کیا پہنے؟ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کرتا نہ پہنے عمامہ نہ باندھے پاجامہ نہ پہنے جرابیں نہ پہنے ہاں اگر جوتیاں نہ ہوں تو ٹخنے سے نیچے تک کی جرابیں استعمال کر سکتا ہے اس سے بڑی ہوں تو اُسے کاٹ دے۔ خیال فرمائیے کہ سوال یہ ہے کہ محرم کیا پہنے؟ جواب یہ ہے کہ کیا کیا نہ پہنے ضمناً کیا پہنے؟ اس کا جواب بھی ہو گیا اور ساتھ ہی اُس سے زیادہ یہ بیان بھی ہو گیا کہ کیا کیا نہ پہنے اسمیں حکمت یہ ہے کہ نہ پہننے کی چیزیں تو گنتی کی ہیں اور پہننے کی چیزوں کی گنتی باوجود اپنی درازی کے پھر بھی احاطے میں لانی مشکل ہے پس دونوں قسم بیان فرما دیں ساتھ ہی جرابوں کا مسئلہ بھی تفصیل سے دونوں شقوں سمیت سمجھا دیا۔ ٹھیک اسی طرح جب حضور سے سمندر کے پانی سے وضو کرنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مُردہ حلال ہے ۔

سائل کی حاجتمندی کو پیش نظر رکھنا

اُسے کھا لو ہاں دانت اور ناخن سے ذبیحہ نہ ہو اسکی وجہ بھی میں بیان کر دیتا ہوں دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے پس ان دونوں سے ذبیحہ نہ کیے جانے کی علت آپ نے واضح کر دی کہ ایک تو ہڈی ہے ہڈیوں سے ذبیحہ نادرست ہے یا تو اس لئے کہ بعض ہڈیاں نجس ہوتی ہیں یا اس لئے کہ پھر وہ مومن جنات کے مطلب کی نہیں رہیں گی ناخن سے ذبح کرنا شعار ہے حبشی کافروں کا اور ان سے تشبہ ممنوع ہے۔ اسی طرح فرمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں کیونکہ وہ نجس ہیں یہاں بھی وجہ حرمت ظاہر فرما دی۔ اسی طرح جو شخص کسی باغ کے پھل خریدے پھر آفت آسمانی سے وہ ضائع ہو جائیں تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر پھل ہوتا ہی نہیں تو کیا کر لیتے؟ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال ناحق کس بہتے پر کھا جاتا ہے؟ یہاں بھی سبب بیان فرما دیا۔ بعینہٖ یہی سبب اس صورت میں بھی ہے کہ کوئی شخص زراعت کیلئے زمین اجرت پر لے پھر کسی آسمانی آفت سے کھیتی برباد ہو جائے تو بیشک اجرت پہ زمین دینے والے سے ہم یہی کہہ سکتے ہیں یہی ٹھیک ہے اور اسی کو شیخ الاسلام ابن فرماتے ہیں۔ الغرض خود وہ پیغمبر جن کا قول دلیل شرع ہے امت کے احکام کی علتیں ان کے درجے ان کے اسباب بتلا دیا کرتے ہیں اسی طرح آپ کے وارثوں کو بھی آپ کے بعد یہی چاہیے۔ دیکھئے کنکر اچھالنے سے منع فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس سے آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور دانت ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ کے پاس مقدمہ آتا ہے کہ اس نے میرے دانت توڑ دیے وہ کہتا ہے کہ یہ میری انگلیاں کاٹے کھا رہا تھا میں نے جھٹکا دیکر اس کے منہ سے اپنا ہاتھ نکالا جس میں اس کے دانت جھڑ گئے تو آپ نے اس کے دانتوں کا کوئی بدلہ اس سے نہ دلوایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کیا یہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں ہی رہنے دے کہ تو اونٹ کی طرح اس کا ہاتھ چبا جائے۔ یہاں بھی آپ نے وجہ بتلا دی کہ اس کے جس عضو کو یہ برباد کرنا چاہتا تھا اس نے بچانا چاہا اس میں اسے نقصان پہنچا تو یہ اسی کا قصور ہے اس کا بدلہ نہیں دلایا جائیگا اس کی اور بھی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ الغرض مفتی کو چاہیے کہ سائل کے سامنے حکم کی علت کا اظہار کر دے اس کی اصل ظاہر کر دے اگر وہ خود بھی دلیل و اصل نہیں جانتا تو کہہ تو اسے فتویٰ دینا بھی حرام ہے۔ خود قرآن کریم نے بھی بہت سی مثالیں قائم کی ہیں جن میں علت و مدار کو ذکر فرمایا ہے مثلاً فرمان ہے لوگ تجھ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ وہ گندگی ہے پس حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔ یہاں علت حکم کا بیان حکم سے پہلے موجود ہے۔ فرمان ہے کہ جو مال فے اللہ تعالیٰ ادھر ادھر سے دلوائے وہ حصہ ہے اللہ رسول کا اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا یہ اس لئے کہ تم میں سے مالداروں کے قبضے میں ہی نہ رہ جائے۔ اسی طرح فرمان ہے کہ چور مرد و عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ بدلہ ہے ان کے کرتوت کا یہ سزا ہے اللہ کی طرف کی اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ احرام والا شکار کھیل لے تو اس کے بدلے کا حکم دیکر وجہ بیان فرمائی کہ یہ اسلئے کہ وہ اپنے کام کا وبال چکھ لے۔

جواب سے پہلے تمہید

ساتواں فائدہ:- جب کہ حکم کوئی ایسا ہی غیر مانوس ہو جو سوال کرنے والے کی طبیعت سے اور اس کے سننے کے یکسر خلاف ہو بلکہ اس کے برعکس اس کے دل میں بیٹھا ہوا ہو تو مفتی کو چاہیے کہ اس سے پہلے بطور مقدمہ کے اور اس لئے کہ پچھلی بات اس کے دل میں بیٹھ جائے پہلے ہی اسے ایسی باتیں بیان کرے جو دلیل بن سکتی ہوں۔ دیکھو قرآن کریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا تھا اور یہ کہ بغیر باپ کے آپ پیدا ہوئے جو عادتاً محال تھا اس لئے اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا کہ دونوں میاں بیوی کی آخری عمر میں خدا نے ان کے ہاں اولاد دی جو عادت اور روزمرہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس واقعہ کو بیان فرما کر گویا سننے والے کے نفس کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ خدائی قدرتوں کو عادت ظاہری کے ماتحت اور قواعدِ کلیہ کی پابندی میں خدا کو مجبور نہ سمجھے جب اس کی تعلیم اس کے دل میں بیٹھ گئی اب حضرت مریم کا ذکر فرمایا پھر ان کے دل قدرتِ خدا سے بن باپ کے بچہ ہونے کا واقعہ بیان فرمایا۔ اسی طرح اور مقام پر مسیح علیہ السلام کی ولادت کے قصے سے پہلے آپ کی والدہ حضرت مریم کو بے موسمی میوے ملنے کا ذکر فرمایا جسے دیکھ کر حضرت زکریا کو بھی جرأت ہوئی کہ جو خدا اسے بے موسم میوے دیتا ہے وہ بے سبب و وقت اولاد دینے پر بھی قادر ہے۔ اسی طرح قبلے کی تبدیلی کا معاملہ ہے چونکہ یہ

ان طرح معمولی سے پہلے کیا کرو۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے اور ان کی اولادوں نے بھی ایمان میں ان کی تابعداری کی ہے ہم ان کی اولادوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عملوں میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ جب یہ فرمایا کہ اولادوں کو ان کے ساتھ ملا دیں گے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب ان کے اعمال نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کے ماں باپ کو ان کے درجوں سے اتار دیا جائیگا تا کہ سب کا ایک درجہ ہو جائے اس وہم کو ہٹانے کے لئے ساتھ ہی فرما دیا کہ ان کے ماں باپ کے اجر گھٹائے نہ جائیں گے بلکہ بچوں کے درجے بلند کر دیئے جائیں گے۔ پھر یہ ہو سکتا تھا کہ کسی کو خیال ہو کہ یہی حال دوزخیوں کا ہوگا پس فرما دیا کہ کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَهِینٌ ان میں سے ہر ایک شخص اپنے عمل میں رہن ہے۔ اسی طرح فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے باحرمت بنایا ہے اُسی کے لئے ہر چیز ہے یہاں پہلے سے ہو سکتا تھا کہ کسی کو وہم ہو کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی باعزت شہر کا مالک ہے اسی لئے اس کے ساتھ ہی فرما دیا کہ تمام چیزوں کا مالک وہی ہے۔ اسی طرح فرمان ہے کہ جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اسے کافی ہے اللہ اپنے امر پورا کرنے والا ہے اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ یعنی وقت مقرر کر رکھا ہے اُس سے وہ تجاوز نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے مقررہ وقت پر پہنچا ہی دیتا ہے پس توکل کرنے والے کو جلدی نہ کرنی چاہیئے کہ کہنے لگے میں نے توکل بھی کیا دعا بھی کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا نہ کفایت ہوئی بلکہ اُسے سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کو اُس وقت تک اور اُس اندازہ پر یقیناً پہنچا کر رہیگا جو اُس نے خود اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ الغرض اس قسم کی مثالیں قرآن و حدیث میں بہت سی موجود ہیں اور مسائل کے سمجھنے کا یہ ایک نہایت ہی لطیف باب ہے +

فتویٰ دلیل سمیت دینا

چھٹا فائدہ: مفتی کو یہ بھی چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو حکم کی دلیل اور اس کی سمیت بھی بتا دے سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ بے دلیل ہی نہ چھوڑے۔ ایسا کرنے والے تنگ دل اور کم علم ہوتے ہیں۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتووں کو دیکھئے حالانکہ آپ کا محض فرمان ہی اپنی ذات سے مستقل دلیل ہے تاہم تم دیکھو گے کہ آپ عموماً حکم کی حکمت اس کی نظیر اور اس کی مشروعیت کی وجہ پر ضرور تنبیہہ فرما دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ سے سوال ہوا کہ تر کھجوروں کو سوکھی کھجوروں کے بدلے بیچنا جائز ہے؟ تو آپ نے پوچھا تر کھجور خشک ہونے تک کچھ گھٹ جاتی ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں گھٹتی تو ضرور ہے اس پر آپ نے اس سے منع فرمایا ظاہر ہے کہ حضورؐ کو یہ قطعاً معلوم تھا کہ تر کھجور خشک ہو کر وزن میں ضرور کم ہو جاتی ہے۔ پھر بھی اسی بات کو جو دریافت فرمایا یہ اسلئے کہ اسکی ممانعت کی وجہ لوگوں کی سمجھ میں آ جائے۔ حضرت عمرؓ نے جب آپ سے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے کے مسئلے کو دریافت کیا تو آپ نے پوچھا اگر تم کلی کر کے پانی منہ سے نکال دو تو اس سے روزے میں کچھ نقصان ہوگا؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا مطلقاً نہیں اس سے بھی گویا آپ نے بوسے کے جائز ہونے کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا کہ ممنوع چیز کے مقدمے کیلئے یہ ضروری اور لازم نہیں کہ وہ بھی ممنوع ہی ہو۔ بوسہ گویا جماع کا مقدمہ ہے جماع کی حرمت سے اس کی حرمت لازم نہیں آتی۔ جیسے کہ پانی کو منہ میں لینا پانی پینے کا مقدمہ ہے لیکن وہ حرام نہیں۔ اسی طرح حضورؐ کا فرمان ہے کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی پر اور اس کی خالہ پر نکاح میں نہ لائی جائے اگر تم نے ایسا کیا تو صلہ رحمی قطع ہو جائیگی پس حکم بتلا کر حرمت کی علت کی تنبیہہ کر دی۔ حضرت ابوالنعمان بن بشیرؓ نے جب اپنے ایک خاص لڑکے کو ایک غلام دیدیا تو آپ نے اُن سے پوچھا کیا تمہیں یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ تمہاری سب اولاد تمہاری برابر خدمت کرے انھوں نے کہا ہاں ضرور آپ نے فرمایا پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرتے رہو۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ اچھا نہیں ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا ایک روایت میں ہے کہ جاؤ کسی اور کو گواہ رکھ لو اس میں اجازت نہیں بلکہ ڈانٹ ہے کیونکہ جب یہ کام ظلم ہے تو اس کی اجازت آپ کیسے دیں گے؟ الغرض حکمتِ حکم کا اشارہ حضورؐ نے کر دیا اسی طرح جب حضرت رافع بن خدیجؓ نے آپ سے پوچھا کہ کل ہم دشمن سے ملیں گے ہمارے ساتھ چھریاں نہیں کیا ہم تیز بانس سے ذبح کر لیں؟ آپ نے فرمایا جو چیز خون بہا دے اور اس کے ذبح پر نام خدا لے لیا جائے

تقریباً اسی حدیثوں میں آپ نے اپنی دی ہوئی خبروں کی حقانیت پر قسم کھائی ہے جو صحیح اور مسند حدیثوں میں موجود ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنے فتووں اور روایتوں میں قسم کھایا کرتے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے ابن عباسؓ تم عورتوں سے متعہ کرنے کے جواز کے فتوے میں دیوانگی کی حد تک پہنچ چکے ہو۔ ذرا خیال سے فتویٰ دیا کرو۔ واللہ خدا شاہد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرکے فرماتے ہیں کہ لوگو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ متعہ کو حلال کیا اور تین بار ہی حرام فرمایا سنو خدا کی قسم اگر مجھے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان نے متعہ کیا ہے تو میں اُسے سنگسار کردوں گا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی میرے پاس چار گواہ پیش کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری آخری مرتبہ کے حرام کے بعد بھی حلال کیا ہے تو اور بات ہے۔ امام شافعیؒ نے بھی اپنے بعض جوابوں میں قسم کھائی ہے آپ سے سوال ہوا کہ متعہ کے بعد طلاق ہوگی؟ میراث ہوگی؟ خرچ ملے گا؟ شہادت ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا واللہ میں نہیں جانتا۔ حضرت یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں جو شخص کہے کہ قرآن یا قرآن کی کچھ آیتیں مخلوق ہیں خدا کی قسم وہ زندیق ہے۔ ایک حدیث کی روایت کے بارے میں حضرت جریرؒ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اسے کون جھٹلاتا ہے؟ خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسے صرف زندیق لوگ غلط بتلاتے ہیں۔ حضرت امام احمدؒ کے **قسمیہ فتوے**۔ امام احمدؒ نے بہت سے فتوے قسمیہ دیئے ہیں آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ کوئی شخص تین مرتبہ سے زیادہ بھی اعضائے وضو کو دھوسکتا ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں واللہ نہیں سوائے اُن کے جو وسوسوں میں مبتلا ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ وضو میں ڈاڑھی کا خلال کرنا چاہیئے؟ فرماتے ہیں قسم خدا کی کرنا چاہیئے پوچھا جاتا ہے کہ کیا یہ جائز ہے کہ دو صفوں کے درمیان کسی خاص شخص سے بغیر اجازت امام کے کوئی مقابلہ کرے فرمایا واللہ جائز نہیں۔ پوچھا گیا کیا محراب میں نماز آپ کے نزدیک مکروہ ہے فرمایا واللہ مکروہ ہے۔ پوچھا گیا قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے؟ فرمایا خدا کی قسم کافر ہے۔ سوال ہوا کہ کیا نبیذ کے بارے میں آپ کے نزدیک کوئی حدیث ثابت ہے؟ فرمایا واللہ ایک بھی ثابت نہیں سوائے حرمت کے۔ سوال ہوا کیا سیاہ خضاب حرام ہے؟ فرمایا واللہ حرام ہے۔ پوچھا گیا کیا بیٹا باپ کی امامت کرسکتا ہے؟ فرمایا ہاں اللہ کی قسم کرسکتا ہے۔ سوال ہوا کیا نماز کی حالت میں پھونک مارنا مکروہ ہے؟ جواب دیا ہاں اللہ کی قسم مکروہ ہے۔ سوال ہوا عورت کا چت لیٹ کر سونا کیا مکروہ ہے؟ جواب دیا ہاں اللہ کی قسم مکروہ ہے۔ سوال ہوا کیا مسلمان اہل کتاب لونڈی سے نکاح کرسکتا ہے؟ فرمایا واللہ نہیں کرسکتا۔ پوچھا گیا ایک شخص اپنی لونڈی گروی رکھتا ہے پھر اس سے وطی کرتا ہے درانحالیکہ وہ رہن ہے فرمایا اللہ کی قسم جائز نہیں۔ پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور فیصلہ ہے کہ کسی شخص نے سخت پیاس کی حالت میں کسی قوم سے پانی طلب کیا ان لوگوں نے اُسے پانی نہ پلایا اور وہ پیاس کے مارے مرگیا تو اُن لوگوں کو اُس کی دیت دینی پڑے گی کیا آپ کا بھی یہی فتویٰ ہے؟ جواب دیا ہاں اللہ کی قسم میرا بھی یہی فتویٰ ہے پوچھا جاتا ہے کہ ایک شخص کو تہمت کی حد لگائی جاچکی ہے پھر وہ اپنی بیوی پر تہمت لگائے تو کیا لعان ہوگا؟ آپ نے فرمایا واللہ ہوگا۔ سوال ہوا کہ کیا مالک اپنے غلام کو واجبی سزا دے سکتا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم دے سکتا ہے۔ ان مسائل کا ذکر قاضی ابو علی شریف نے کیا ہے رحمۃ اللہ آپ کے صاحبزادے صالح کی روایت میں ہے آپ فرماتے ہیں واللہ مجھے اپنے بارے میں سخت مصیبت جھیلنی پڑی میری تمنا ہے کہ خدا کرے میں اس بارے میں برابر سرابر چھوڑ دیا جاؤں نہ مجھے ثواب ملے نہ عذاب ہو ارشاد ہے میں تو اس امر میں موت کا خواہشمند ہوں یہ تو دنیا کا فتنہ ہے سوال ہوا کہ کیا سونے کی اور لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے؟ فرمایا ہاں واللہ مکروہ ہے۔ پوچھا گیا ایک شخص اپنی بیوی کے پاس جائے اور اُسے عورت کی کی خواہش نہ ہو تو کیا اسے اجر ملیگا فرمایا ہاں واللہ ملے گا اُسے اولاد کی تمنا ہونی چاہیئے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو بھی مگر یہ کہ کہتا ہو کہ یہ جوان عورت ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ مراتب بیان کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ پر ٹھہر جاتے ہیں آپ نے فرمایا واللہ لوگوں نے مجھ پر یہ جھوٹ باندھ لیا ہے میں نے تو انہیں بروایت ابن عمر بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ پھر علیؓ حضورؐ کو بھی ہماری یہ بات پہنچتی تھی

چیز نفس پر گراں گزرنے والی تھی اس لئے اس کے حکم سے پہلے بہت سی ایسی چیزیں بیان فرمائیں کہ جن کے سننے سے دل اس حکم کی قبولیت کیلئے آمادہ ہو جائے بیان فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بعض احکام منسوخ بھی فرماتا ہے جو حکم منسوخ کیا جائے اُس سے بہتر یا اُسی جیسا اور حکم آجاتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے ہر چیز کو جانتا ہے پس اُس کی عام قدرت اور عام علم دوسرے حکم کی قابلیت اسی طرح رکھتا ہے جس طرح پہلے حکم کی ساتھ ہی لوگوں کو اپنے رسول پر اعتراض کرنے سے دھمکایا کہ اگلی امتوں نے جس طرح اپنے نبیوں کی بے ادبی کی تم نہ کرنا بلکہ جو حکم ہے مان لیا کرو اور اس پر عامل بن جایا کرو ساتھ ہی تنبیہ کی کہ یہودی بدقسمت تو ان کی خصلتوں سے دور رہو ان کی تو یہ عین منشا ہے کہ تمہیں بھی اپنی طرح کافر بنا لیں ساتھ ہی فرمایا کہ یہودیت اور نصرانیت دخولِ جنت کی چیز نہیں۔ دخولِ جنت کا ذریعہ اسلام ہے جس میں مقصود نیت عمل طریقہ سب اللہ کی مرضی کے ماتحت ہوتا ہے۔ پھر اپنی کشادگی کا بیان فرمایا کہ نمازی کا منہ جدھر ہو اس کا چہرہ وہیں ہے وہ وسعت والا ہے وہ علم والا ہے۔ ذاتی طور پر اور مشرق ومغرب سب کا محیط ہے نہ یہ خیال کرو کہ پہلے قبلے کے وقت تم اُس کی جانب متوجہ نہ تھے نہ یہ خیال کرو کہ اب تم اس کی طرف منہ کئے ہوئے نہیں بلکہ تم جس طرف منہ کرو اُسی طرف خدا کا منہ ہے ساتھ ہی اپنے نبی کو اہل کتاب وغیرہ مشرکوں کی خواہش کو ماننے سے روکا آپ کو اور آپ کی امت کو صرف اپنی وحی کے ماننے کا حکم دیا اور یہ کہ ان کے دلوں کی توجہ صرف ذاتِ واحد کی طرف ہی ہونی چاہئے پھر بیت الحرام کی عظمت بیان فرمائی اس کے بانی کی عظمت بیان فرمائی اُس کے دین کی بزرگی بیان فرمائی اور اُس سے منہ موڑنے والوں کی بیوقوفی کا اظہار کیا اُسکی تابعداری کی رغبت دلائی الغرض ان سب باتوں کو اس لئے بیان فرمایا کہ مسلمانوں کے دل اُس نئے حکم کی تعمیل کیلئے تیار ہو جائیں۔ جواب انھیں ملنے والا ہے جن میں ان کے بڑے بڑے فوائد تھے اور جس میں بہت سی مصلحتیں تھیں پھر اس امت کی فضیلت بیان فرمائی اس کا عادل ہونا اس کا بہتر ہونا ذکر فرمایا جس کا اقتضا صاف ہے کہ ان کے نبیؐ سب نبیوں میں افضل وبہتر ہیں اسی طرح ان کی کتاب سب کتابوں میں اعلیٰ اور عمدہ ہے اسی طرح ان کا دین سب دینوں سے فوقیت اور کمال رکھتا ہے ٹھیک اسی طرح ان کے قبلے کا حال ہے ان شرعی اور قدری مناسبتوں کا ذکر فرما کر ان حکمتوں اور مصلحتوں کو کھول کر پاک صاف روشن اور نورانی عقلوں کو بالکل مائل کر دیا کہ اب خواہ کیسا ہی خلافِ طبع حکم آجائے یہ بے چون وچرا منظور کر لیں اور سرمو عذر وتامل کئے بغیر لبیک پکار اُٹھیں اتنا مادہ ان میں تیار کر کے انھیں حکم دیا کہ بیت المقدس کو چھوڑ دو اور اب کعبے کو قبلہ بناؤ نمازوں کے وقت بیت اللہ الحرام کی طرف منہ رکھو۔ اسی طرح مفتی پر بھی ضروری ہے کہ کوئی ایسا غیر مانوس حکم سنانے سے پہلے ان چیزوں کو بطور تمہید اور مقدمے کے ذکر کرے جن سے دل اُس حکم کے ماننے کی طرف مائل ہو جائے طبیعت سے جھجک نکل جائے۔ وباللہ التوفیق +

قسم کھا کر فتویٰ دینا

آٹھواں فائدہ۔ مفتی اور مناظر کو اپنی تحقیق پر قسم کھانی بھی جائز ہے گو اس کی قسم سائل اور مناظر کے نزدیک موجبِ ثبوت نہ بھی ہو یہ صرف اسلئے ہے کہ مقابل کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص کے ساتھ اسی ثبوت پر ہے خود اسے اس کی حقانیت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ دو شخص کسی مسئلے میں الجھ رہے تھے ایک نے اپنے عقیدے پر قسم کھائی تو دوسرے نے کہا کہ آپ کی قسم سے تو میرے نزدیک یہ مسئلہ ثابت ہونے سے رہا اُسنے جواب دیا کہ میں نے اس لئے قسم ہی نہیں کھائی میری قسم اس لئے ہے کہ تم یہ جان لو کہ مجھے کامل یقین اور تسلی ہے تمہارے شبہ سے میرے عقیدے میں کوئی کمی نہیں آئی میں مضبوطی سے اپنی تحقیق پر قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تین موقعہ پر قرآن کریم میں اپنے نبی کو حق کی حقانیت پر قسم کھانے کا خود حکم دیا ہے (۱) فرمان ہے کہ یہ لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے؟ تو جواب دے کہ مجھے میرے پروردگار کی قسم یہ سراسر حق ہے (۲) کافر کہتے ہیں قیامت آنے کی ہی نہیں تو کہدے کہ قسم خدا کی جو عالم الغیب ہے قیامت یقیناً آئیگی (۳) کافروں کا گمان ہے کہ وہ روزِ قیامت دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے تو کہدے کہ قسم ہے میرے پروردگار کی تم یقیناً دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔ پس ان تین آیتوں میں تو جو آپ لیکر آئے تھے اس کی حقانیت پر قسمیں ہیں اور

صحیح حدیثیں ہیں جو رد نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے اُن کا قول اس میں مختلف ہے کبھی تو ثابت کیا ہے اور کبھی انکار کیا ہے اور کبھی تفصیل کی ہے کہ اگر ملکیت کے حقوق میں شرکت ہے مثلاً راستہ پانی وغیرہ تو تو ثابت ہے اور اگر دونوں ان میں سے کسی چیز میں شریک نہیں تو ثابت بھی نہیں۔ ٹھیک بات بھی یہی ہے جس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ اسی سے حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے شیخ الاسلامؒ کا اختیار بھی یہی ہے۔ بصرے کے فقہا کا مذہب بھی یہی ہے وہ اس کے سوا کسی اور قول کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فتووں میں اور روایتوں کے بیان میں قسمیں کھائی ہیں یہ صرف اُن کی تحقیق تاکید اور اپنے خیال کی پختگی کے بیان کے لئے ہوتی تھیں نہ یہ کہ مدارِ ثبوت ان قسموں پر ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ ایسا ہی حق ہے جیسے کہ تم بولتے چالتے ہو۔ فرماتا ہے تیرے رب کی قسم لوگ مومن نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے تمام آپس کے اختلاف میں اسے نبی تجھے حاکم نہ بنالیں۔ فرمان ہے قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم اُن سب سے اُن کے اعمال کی بازپرس یقیناً کریں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی قسم بھی کھائی ہے مثلاً یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ قٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ اسی طرح اپنی مخلوقات کی بھی جو اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے بہت سی آیتوں میں قسم کھائی ہے۔

الفاظِ قرآن و حدیث سے ہی فتویٰ دینا

نواں فائدہ:۔ مفتی کو چاہئے کہ قرآن حدیث کے لفظوں سے فتویٰ دے اور جہاں تک ہو سکے اس کی پابندی کرے اس میں حکم بھی آجاتا ہے اور دلیل بھی اور پورا بیان بھی وہ حکم ہے جو اپنے اندر صحت لئے ہوئے ہے دلیل کو شامل ہے اور بہترین بیان ہے۔ کسی مخصوص فقیہہ کے قول کو بیان کردینا ایسی چیز نہیں۔ صحابہ تابعین اور اُن کے مسلک پر چلنے والے کل دیندار اماموں کا یہی طریقہ تھا اور وہ اسی جستجو میں رہتے تھے یہاں تک کہ ان کے بعد وہ لوگ آئے جنھوں نے پاک صاف احکام قرآنی اور حدیثی کے نصوص سے اعراض کرلیا ان کے الفاظ کے علاوہ کچھ الفاظ تراش لئے جن سے نصوص کو چھوڑ دیا گیا ظاہر ہے کہ ان کے یہ الفاظ وہ وفا نہیں کرسکتے جو نصوص میں تھی حکم بھی دلیل بھی اور بہترین بیان بھی۔ پس اس وجہ سے امت میں بہت سے بگاڑ اور فساد پیدا ہوگئے جنھیں اللہ ہی جانتا ہے

ایک نفیس بحث

الفاظِ نصوص معصوم تھے محفوظ تھے دلائل تھے خطا سے غلطی سے تناقض سے تنگی اور سختی سے اضطراب اور کشاکشی سے پاک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی پابندی اور ان کے رواج سے صحابہؓ کے علوم بعد والوں کے علوم پر فائق رہے اور بہت صحیح ثابت ہوئے اون کی خطا بہ نسبت بعد والوں کے بہت ہی کم رہی پھر تابعین کو صحت میں اور خطا نہ ہونے میں اون سے وہی نسبت رہی جو جسمانی نسبت تھی اور اپنے بعد والوں سے انھیں بھی وہی فوقیت اور برتری حاصل رہی جو اُن پر صحابہ کو تھی اسی طرح نیچے اترتے آئیے اور یہی مرتبے قائم کرتے جائیے۔ اس کے بعد تو بدعتیوں نے اور خواہش کے غلاموں نے بالکل ہی قرآن حدیث کے الفاظ ترک کردیئے یہی وجہ ہے جو ان کے مسائل اور دلائل بالکل بادہوائی ہوگئے فساد اور اضطراب اور تناقض سے نہ بچ سکے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو صاف فرمادیتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے یا یہ کیا ہے جب تک یہ چیز انھیں ملے ایک انچ ادھر ادھر وہ نہیں ہٹتے تھے ان کے جوابوں کو دیکھو پوری طرح تشفی بخش اور سیراب کن پاؤ گے جوں جوں زمانہ دور ہوتا گیا جوں جوں نورِ نبوت سے لوگ پرے ہٹتے گئے یہ پاک نشہ اترتا چلا اور یہ صاف کپڑا میلا ہوتا گیا یہاں تک کہ اب ان متاخرین کے نزدیک تو اس طرح جواب دینا کہ قرآن میں یوں ہے حدیث میں یوں ہے عیب سمجھا جانے لگا انھوں نے تو اصول گھڑ لئے اور صاف صاف تصریح کردی کہ اللہ اور اس کے رسول کا قول اصولِ دین کے مسائل میں مفید یقین نہیں اس سے دلیل پکڑنے والوں کو انھوں نے حشویہ مشبہہ مجسمہ کہنا شروع کردیا۔ یہ حال تو ہے انکے اصول کا۔ **فقہ کی کتابیں**۔ فروع کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔ فروع میں یہ بالکل مقلد ہیں فقہ کی کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں جنمیں ان کے بڑوں کے اقوال بھرے پڑے ہیں ان کے تمام تر فتوے ان کے سامنے

لیکن آپ اس کا انکار نہیں کرتے تھے نہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ان کے بعد کے لوگوں میں فضیلت قائم نہ کرو۔ میں جو شخص حضرت عثمانؓ کے ذکر پر ٹھہر جاتے اور حضرت علیؓ کو چوتھے نمبر پر نہ گنے وہ سنت پر نہیں ہے۔ آپ سے سوال ہوا کہ کیا میدانِ جہاد کا قیام مکہ شریف کی رہائش سے بھی افضل ہے؟ فرمایا ہاں قسم ہے اللہ کی۔ آپ سے سوال ہوا کہ جب ابن اسحاق ہی صرف کسی حدیث کا راوی ہو تو کیا ہم اسے قبول کر لیں؟ فرمایا نہیں واللہ میں نے اسے دیکھا ہے کہ کئی لوگوں سے حدیث روایت کرتا لیکن ایک کے کلام کو دوسرے سے الگ نہ کرتا۔ سوال ہوا کہ نماز میں سانپ بچھو کا مارنا درست ہے؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم درست ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت صالح نے پوچھا کہ ابا جی کیا آپ نماز میں اونچی آواز سے آمین کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم امام ہوں یا امام نہ ہوں ہر صورت میں۔ پوچھا امام بھولے تو بتلا دیا جائے فرمایا ہاں واللہ۔ پوچھا گیا کہ کیا عقیقے کے بارے میں کچھ ثبوت ہے؟ فرمایا ہاں واللہ کئی حدیثوں میں ہے کہ لڑکے کے عقیقے کی دو برابر کی عمدہ بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ پوچھا کہ کیا مردوں کیلئے تسبیح اور عورتوں کے لئے ہاتھ کی دستک ہے؟ فرمایا ہاں واللہ۔ پوچھا گیا نماز کو شروع کرنے کی نیت سے تکبیر کہہ دینا کافی ہے؟ فرمایا واللہ کافی ہے جبکہ نیت ہو۔ ابن عمر وابن زبیر۔ سوال ہوا کہ کیا مؤذن اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالے؟ فرمایا واللہ ہاں۔ حضرت سفیان سے پوچھا گیا کہ ایک عورت مر گئی اُس کے پیٹ میں بچہ ہے اور وہ بچہ حرکت کرتا ہے تو انھوں نے کہا اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لینے میں کوئی حرج نہیں یہ سنکر امام احمدؒ نے فرمایا واللہ انھوں نے بہت برا جواب دیا بار بار اسی کو دوہراتے رہے۔ دریافت کیا گیا کہ ایک مرد دو عورتوں کی شہادت طلاق کے بارے میں جائز ہے؟ فرمایا واللہ جائز نہیں۔ پوچھا گیا کہ جب مرجیہ سردار ہو؟ فرمایا واللہ وہ تو شرارت ہی کریگا۔ پوچھا گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ قرآن کلام اللہ سب ٹھیک ہے لیکن میرے یہ لفظ اس کے ساتھ مخلوق ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جس نے یہ کہا وہ تو سارا ہی کام لایا بہر حال وہ کلام اللہ ہی ہے۔ اس کی دلیل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ والی حدیث ہے آپ سے پوچھا گیا کہ یہ قرآن ہی ہے جو آپ کے ساتھی لائے ہیں آپ نے فرمایا نہیں قسم ہے اللہ کی بلکہ وہ کلام اللہ ہے یہ بھی

اور اس کے سوا اور بھی وہ سب کلام خدا ہی ہے۔ سائل نے خود بسم اللہ پڑھکر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سے یَعْدِلُوْنَ o تک پڑھکر دریافت کیا کہ یہ جو میں نے اب پڑھا کیا یہ کلام اللہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اللہ کی یہ کلام اللہ شریف ہے اور جو کہے کہ میرے لفظ قرآن کے ساتھ مخلوق ہیں وہ تو پورا ہی کام لایا۔ آپ سے سوال ہوا کہ شعبیؒ سے اُس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نذر مانی تھی تو شعبیؒ نے فتوی دیا کہ تو اپنی نذر پوری کر کیا آپ کا خیال بھی یہی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں واللہ میرا خیال یہ نہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ حضرت یحییٰ بن سعید قطان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا واللہ ہم نے اُن جیسا کسی اور کو نہیں پایا آپ نے جو رسالہ مسدد کی طرف لکھ بھیجا اس میں مذکور ہے کہ کسی آنکھ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے بہتر نہیں دیکھا اور نہ ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ سے بہتر وجود کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ سے بہتر وجود کسی نگاہ سے گذرا اور نہ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ سے بہتر کوئی شخص کسی کی نگاہ سے گذرا۔ واللہ یہ چاروں خلفاء راشدین تھے جو راہ یافتہ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔
جابر جعفی کی نسبت آپ سے سوال ہوا آپ نے فرمایا وہ شیعہ خیال کا تھا پوچھا گیا کہ کیا روایت حدیث کے بارے میں اس پر جھوٹ کی تہمت ہے؟ فرمایا ہاں واللہ ہے۔ اب اگر اعتراض کیا جائے کہ مختلف فیہا مسائل میں قسم کھا لینا امام صاحبؒ کے نزدیک کیسے روا ہو گیا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اصولی مسائل میں تو سرے سے اختلاف جائز ہی نہیں وہ تو اجماعی ہیں۔ رہے فروعی مسائل تو جب ان میں سے کسی کی صحت کا غالب گمان ہو گیا ہو تو بیشک اس پر قسم کھا سکتا ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھئے کہ ایک بیٹا اپنے باپ کے دفتر میں لکھا پاتا ہے کہ فلاں پر میرا اتنا روپیہ قرض چاہئے تو اپنے گمان کے غلبے کی بنا پر بلا شک وہ اُس رقم کا دعوی کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اُس پر قسم بھی کھا سکتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ کیا پڑوسی کے شفعہ کے گرا دینے کے لئے قسم کھانا منع نہیں؟ جواب یہ ہے کہ یہاں قسم حاکم کے سامنے ہے اور نیت مقابل کی معتبر ہے نہ کہ قسم کھانے والے کی۔ میں کہتا ہوں کسی نے اس قسم سے ممانعت نہیں کی بلکہ پڑوس کا شفعہ ان کے نزدیک ایسا ہے کہ اُس کا قول اس میں چل سکتا ہے اس بارے میں بہت کی

بھی اپنے پروردگار کے دروازے کو کھٹکھٹائیگا اتنا ہی اس کا دل روشن اور اس کا سینہ منور ہوگا اور پروردگار اُسے اپنے فضل سے محروم نہ فرمائے گا جب یہ دیکھے کہ اب دل کھل گیا علم حاضر ہوگیا تو سمجھ لے کہ یہ خدائے تعالیٰ کی مہربانی ہے اب پوری کوشش سے حق تک پہنچ کر حق کے مطابق زبان ہلائے کامل توجہ سے منبع ہدایت معدنِ صواب مطلعِ رشد کی یعنی قرآن وسنت اور آثارِ صحابہ کی طرف گہری نظریں ڈالے انشاء اللہ تعالیٰ اُس پر حق کھلجائے گا اور ٹھوکر سے بچ جائیگا اب بھی اگر کوئی شک شبہ باقی رہے تو پھر توبہ استغفار کرے بکثرت ذکر اللہ کرے تاکہ وہ پردہ بھی بیچ میں سے اٹھ جائے یاد رکھو علمِ دین نورِ خدا ہے جو بندوں کے دلوں میں ڈالا جاتا ہے لیکن خواہش اور معصیت کی تیز وتند آندھیاں اُس نورانی چراغ کو یا تو گل کردیتی ہیں یا اُس کی کامل روشنی کو ماند کردیتی ہیں تو لازم ہے کہ توبہ واستغفار سے ان خطرناک ہواؤں کا زور کم کردے یا انھیں فنا کردے تاکہ نورِ حق کا چراغ اپنی پوری روشنی سے ہر حق کو اس کے سامنے جگمگا دے۔

میں نے آپ دیکھا ہے کہ شیخ الاسلام قدس اللہ روحہٗ کے سامنے جب ایسے مسائل آتے کہ آپ پر گراں گذریں اور آپ کو سخت معلوم ہوں آپ اُسی وقت فوراً خدا کی طرف جھک جاتے تھے توبہ استغفار کرنے لگتے تھے اللہ سے فریادرسی چاہتے اس کی طرف گڑگڑاتے عاجزی کرتے اُس سے دعا کرتے کہ وہ یہ مسائل ان پر آسان کردے اور راہِ حق دکھادے اور ہدایت عطا فرمائے اور اپنی رحمت کے خزانے کھول دے عموماً بے روک بلکہ ذرا سی دیر بھی نہ لگا کر مددِ الٰہی آپہنچتی رب کی طرف سے دل کی مرجھائی ہوئی کلی کھل جاتی۔ دلیل واضح ہوجاتی اور خوشی سے مسئلے کو حل کردیتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جسے ہر حال میں اس کی ہدایت ہوجائے اور جسے ہر وقت خالق کی طرف جھکنا اور اس سے التجا کرنا نصیب ہوجائے اور جسکا دل ایسے تمام مواقع پر خدا کی طرف جھکنے اور اسکے دامنِ رحمت کا سہارا لینے کا عادی بن جائے۔ اُسے خدا نے اپنا کرلیا ہے اور جو اس خصلتِ خیر اس عادتِ نیک سے محروم رہ جائے یہ اُس مسافر کی طرح ہے جسے نہ راستہ معلوم ہو نہ کوئی ساتھی ہو۔ جو ایسے مشکل کے وقت خدا کی طرف جھکے اور پھر حق کو حاصل کرنے میں پوری کوشش کرے وہ صراطِ مستقیم پر لگ گیا دراصل یہ فضلِ خدا ہے جس پر اس کی مہربانی ہوتی ہے اُسے عطا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل وکرم والا ہے +

تحقیق بغیر فتوے کی حرمت

گیارھواں فائدہ:۔ جب کسی حاکم یا مفتی کے سامنے کوئی واقعہ آجائے تو یا تو وہ اُس کے صحیح فیصلے کا عالم ہوگا یا اس کے اپنے نزدیک حق کی جانب کی ترجیح غلبۂ ظن سے ہوگی اور اُس واقعہ کے فتوے کے متعلق وہ اپنی پوری جدوجہد اور کامل علم سے تحقیق کرچکا ہوگا اور کسی راجح جواب کی طرف مطمئن ہوگیا ہوگا اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہ ہو تو بیشک اُسے فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا حرام ہے بےعلمی پر جواب کہاں؟ اور اگر باوجود یقینی علم یا غلبۂ ظن کے نہ ہونے کے جو پوری کوشش اور تلاش کے بعد ہو پھر بھی اس نے دلیری کی اور سائل کا جواب یا جھگڑے کا فیصلہ کردیا تو وہ اللہ کے عذابوں کے لئے تیار ہوگیا اُس نے اپنے پروردگار کو ناراض کرلیا اور اُن چار حرمتوں میں سے ایک کا ارتکاب کیا جو فرمانِ خدا قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ الخ والی آیت میں سب سے بڑی حرمت ہے یعنی ہر ظاہری اور باطنی فحش کاری گناہ سرکشی جو ناحق ہو اور خدا کے ساتھ شرک کرنا جس کی کوئی آسمانی دلیل نہیں اور خدا کا نام لیکر اس کی طرف منسوب کرکے وہ کہنا جس کا علم نہ ہو یہ سب اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے اسی لئے حصر کا کلمہ کہہ کر ان چار چیزوں کو جنابِ باری نے حرام فرمائیں جو کسی حالت میں حلال نہیں۔ نیز اُس پر یہ وعید بھی صادق آگئی جو قرآن نے فرمائی ہے کہ شیطانی قدموں کے پیچھے نہ لگو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تمہیں برائی کا فحش کاری کا اور خدا پر وہ کہنے کا جسے تم نہ جانتے ہو یہی حکم کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایسے شخص کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص لاعلمی پر فتوے دے اُس کا گناہ اُس مفتی پر ہی ہے۔ نیز یہ شخص اُن تین قسم کے قاضیوں میں ہوگیا جن کی نسبت فرمان ہے کہ یہ جہنمی ہیں یہ تو تھا اُس وقت جبکہ جواب کا یقینی علم یا غالب گمان سے علم اسے

کے سارے فیصلے خواہ وہ حقوق کے متعلق ہوں خواہ وہ عورتوں کے حلال و حرام ہونے کے متعلق ہوں خواہ مالوں کے متعلق ہوں انہی کتابوں کے مصنفین کے قول ہوتے ہیں۔ بلکہ ان میں سب سے بڑا عالم ان میں سب سے بڑا مکی فاضل اور ان کی جماعت کا پیشوا وہ سمجھا جاتا ہے جسے اُس کتاب کے الفاظ بھی یاد ہوں جو پوچھے ہوئے مسئلے کا جواب اُس کتاب سے دیکر جھٹ سے عبارت بھی پڑھ دے الغرض ان تقلید پرستوں کے نزدیک یہ کتابیں جسے حلال کہیں وہ حلال ہے جسے حرام بتلائیں وہ حرام ہے جسے واجب کہدیں وہ واجب ہے جسے باطل بتلادیں باطل ہے جسے صحیح کہدیں صحیح ہے۔ اب خیال فرمایئے کہ کہاں یہ راہ اور کہاں وہ راستہ؟ کس سے کہیں کہ اس زمانے میں لوگوں کے حقوق جو ان فقہی کتابوں سے ضائع ہو رہے ہیں وہ خدا کے ہاں چیخ پکار رہے ہیں عورتوں کی جو عصمتیں حلال کے بدلے حرام اور حرام کے بدلے حلال کر لی گئی ہیں وہ خدا کے ہاں فریاد کر رہی ہیں جو مال اور خون بیجا طور پر مباح قرار دیئے گئے ہیں وہ رب کے سامنے ہائے وائے کر رہے ہیں احکامِ دین کی تبدیل ہو چکی سب حلال حرام میں الٹ پھیر ہو رہا ہے معروف کو بدترین منکر کی صورت میں اور منکر کو بہترین معروف کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ **اہلِ حق کی حالت** اس وقت حق ایک انجان مسافر کی حالت میں ہے اور حق والے اُس سے بھی زیادہ درگت میں ہیں اور حق کی طرف بلانے والے تو اُس کس مپرسی میں ہیں کہ نا قابلِ حکایت ہے لیکن اُن کے سامنے سے اندھیاں چھٹ گئی ہیں اور پر نور سورج نکل آیا ہے غلط راہیں ان پر کھل چکی ہیں اور وہ انہیں چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر چلے ہیں وہ لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں فتنوں اور گمراہیوں سے یکسو ہو کر اپنے دن کی کھلی ہوئی آنکھوں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دیکھ کر صحابہ کے قدم بہ قدم اُن کے در پے ہو گئے ہیں ہدایت کا جھنڈا ان کے سامنے ہے اور یہ مٹھیاں بند کئے اُس کی طرف لپک رہے ہیں صراطِ مستقیم ان پر کھل چکی ہے اور یہ مصمم ارادہ کئے اُس پر قوت زور اور طاقت کے ساتھ چل رہے ہیں سبحان اللہ اسے مبارک ہو یہ اپنے شہر میں ایک ہے حالانکہ آبادی انسانوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے یہ اپنے محلے میں ایک ہے حالانکہ پاس پڑوس کے سب مکانات ہمسایوں سے آباد ہیں یہ اُن میں مقیم ہے جن کی آنکھیں چکا چوند ہو چکی ہیں جن کے گلوں میں خراش ہے جن کے نفس بے چین ہیں جن کی روحیں بخار میں مبتلا ہیں جن کے سینے غمگین ہیں جن کے دل بیمار ہیں تم اگر اُن سے سمجھداری اور انصاف کی کوئی بات کہو تو وہ ہرگز اُسے قبول نہیں کرتے اور اگر تم اُن سے انصاف چاہو تو بھلا زمین کو ہاتھوں سے ٹٹولنے والے کے ہاتھ آسمان کے ستارے کیسے آ سکتے ہیں اُن کے تو دل اوندھے ہو گئے ہیں مقصود اندھا ہو گیا ہے خواہشوں کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں مزے میں پھنس گئے ہیں بجز نا نصیبی کے اُن کے ہاتھوں میں کچھ نہیں رہا وہ اپنے تئیں علمی سمندروں میں غوطہ لگانے والے سمجھ رہے ہیں لیکن اصلیت اس کے برعکس ہے یہ تو صرف ان کے زبانی دعوے ہیں اور ہذیان والوں کی سی بکواس ہے واللہ علمِ دین کے پانی میں تو ابتک ان کے تلوے بھی تر نہیں ہوئے اُس سے تو ان کی عقلیں بھی بھیگی نہیں نہ ان کی راتیں روشن ہوئی ہیں نہ ان کے دل اجالے والے ہوئے ہیں ہدایت ان پر بند ہے۔ یہ اپنی قلموں پر روشنائی چڑھاتے ہیں لیکن وہ چیزیں لکھتے ہیں جو بے سود ہیں یہ اپنی جانوں پر مشقت اٹھاتے ہیں لیکن گوہرِ مقصود ان سے کوسوں دور رہ جاتا ہے یہ تو اصول چھوڑ چکے پھر بہتری تک رسائی کہاں؟ یہ رسالت کے اصلی مقصد سے منہ موڑ چکے پھر ہدایت کا گل و گلشن کہاں؟ حیرت و ضلالت کے بے آب و دانہ بدترین بیابانوں میں پھنس کر راہ بھول گئے اب نجات کہاں اور یہ کہاں؟ مقصود یہ ہے کہ بجاؤ اور پناہ قرآن و حدیث کے لفظوں اور ان کے معانی میں ہے پورا بیان بہترین تفسیرِ الٰہی میں آپ کو ملے گی اس نورانی چراغ کو چھوڑ کر جو اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں لگاتا رہیگا یونہی سر پھوڑ لیگا لیکن دینِ حق اور خدائی ہدایت اُسے ہاتھ نہ لگے گی +

جواب سے پہلے خدا سے دعاء

دسواں فائدہ۔ نیک مفتی پر لازم ہے کہ جب کبھی کوئی مسئلہ کوئی بھی اُس سے پوچھے وہ خلوصِ دل سے مُلہم صواب رب العباد سے توفیقِ خیر طلب کرے وہی بندوں کا ہادی ہے اور وہی خیر کا سکھانے والا ہے یہ اُسکی طرف جھک جائے اُس سے ہدایت و رشد صحت و حق کی طلب کرے اور پھر صحیح علم سے جواب دے یہ جسقدر

جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹادی جاتی ہے۔ ان کے برخلاف جو سچائی کو اور اظہار اور بیان کو ضروری کرے اللہ تعالیٰ ان کے علم میں ان کے وقت میں ان کے دین میں ان کی دنیا میں برکت دیتا ہے وہ نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ ہوجاتا ہے جو بہترین رفیق ہیں یہ خدا کا خاص فضل ہے جسے چاہے دے۔ اللہ تعالیٰ کا عالم کل ہونا کافی ہے۔ چھپانے سے حق کو غلبہ نہیں ملتا جھوٹ سے حق پلٹ جاتا ہے اور یہ شریعت کا اصول ہے کہ عمل کی سزا جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے پس جو لوگ حق بات کو چھپا لیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہیبت کرامت حمیت عظمت چھین لیتا ہے جو چیزیں مخصوص ہیں سچوں کے لئے اور اظہار حق کرنے والوں کے لئے ایسا نہ کرنے والوں کو تو اللہ تبارک و تعالیٰ ذلیل بد اور رسوائی والا لباس پہنا دیتا ہے دنیا میں بھی ان کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی اور قیامت کے دن بھی جھوٹوں اور چھپانے والوں میں سے جسے خدا چاہے ان کے عمل جیسا ہی بدلہ دیگا کہ ان کے منہ بگڑ جائیں یا ان کے چہرے پلٹ جائیں جیسے کہ انھوں نے حق کو مٹایا تھا یا گھما دیا تھا یہ ہے بالکل مطابق عمل سزا جو ہر لحاظ سے درست ہے اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے غلاموں پر ظلم کرے ۔

حلال حرام کہنے میں احتیاط

تیرھواں فائدہ :۔ مفتی کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے فتوے میں یہ کہے کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے یا حلال کیا ہے اللہ اسے پسند کرتا ہے یا ناپسند کرتا ہے۔ ہاں وہ امور جن کی بابت قرآن حدیث کے الفاظ میں یہ چیزیں موجود ہوں تو تو بیشک وہ یہ کہہ سکتا ہے لیکن کسی ایسے شخص کی کتاب اور اس کے فرمان کو سامنے رکھکر جس کی تقلید کا یہ خوگر ہوگیا ہے اُسے ایسے الفاظ بولنا کہ یہ خدا کے نزدیک حلال ہے یا خدا کے نزدیک حرام ہے وغیرہ یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ ایسا کرنا تو خلق خدا کو دھوکا دینا ہے کہ خدا رسول کا تو حکم معلوم نہیں۔ اپنے امام کے قول کو لیتا ہے اور خدا رسول کا نام لیکر بیان کرتا ہے۔ یہ تو صریح ظلم و بہتان ہے۔ بہت سے سلف صالحین سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایسے الفاظ کا بولنا مکروہ سمجھا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا فرمادے کہ تو نے جھوٹ کہا نہ میں نے فلاں کام حلال کیا تھا نہ فلاں حرام کیا تھا۔ صحیح مسلم شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت بریدہ بن حصیب کو یہ فرمانا منقول ہے کہ جب تو کسی قلعے کا محاصرہ کرلے اور وہ لوگ تجھ سے کہیں کہ ہم یہ قلعہ خالی کردیتے ہیں اُس حکم پر جو اللہ رسول کا ہمارے بارے میں ہو تو تو اس شرط پر اُن سے قلعہ خالی نہ کرا کیا خبر کہ تو ان کے بارے میں خدا کے حکم تک پہنچ جائے یا نہ پہنچے۔ بلکہ انھیں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے فیصلے پر قلعے سے اتار۔ شیخ الاسلامؒ سے میں نے سنا ہے فرماتے تھے کہ ایک مجلس میں میں تھا وہاں بڑے بڑے قاضیوں وغیرہ کا مجمع تھا ایک مقدمے کے بارے میں ایک نے زُفر کے قول پر فیصلہ دیا تو میں نے کہا یہ کیسا فیصلہ ہے ؟ اُس نے کہا یہی حکم خدا ہے۔ میں نے کہا اچھا زفر کا حکم خدا کا حکم ہوگیا ؟ کہ سب مسلمانوں کو اُس کی پابندی ضروری ہوگئی خبردار ایسا پھر کبھی نہ کہنا یہ کہدے کہ یہ زفر کا فیصلہ ہے نہ کہ خدا کا حکم ۔

سائل کے مقصود پر جواب کا تعلق

چودھواں فائدہ :۔ سوال کرنے والے تین قسم کے مقصد لیکر مفتیوں کے پاس آتے ہیں۔ بعض کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ صرف خدا رسول کا حکم معلوم کرلیں اُن کی اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں ہوتی۔ بعض کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس امام کا حکم معلوم کریں جس کی تقلید کا پٹہ اس مفتی نے اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے اور دوسرے کل اماموں کو چھوڑ کر اس نے صرف اسی کی تقلید کا ڈنکا بجا رکھا ہے۔ بعض کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس مفتی کے نزدیک جو بات ترجیح والی ہو اُسے معلوم کرلے کیونکہ وہ اسکا معتقد ہے اس کے دین پر اسکی دیانت پر اس کے علم پر اور اس کی امانت پر اُسے یقین ہے وہ تو اُس کی اپنی بات کو بطور تقلید کے مان لینے کیلئے تیار ہے اُس کا مقصود کسی خاص امام کے قول سے نہیں۔ پس یہ تین قسم کے سائل ہیں جن کی یہ تین مختلف غرضیں ہوتی ہیں۔ مفتی کو چاہئے کہ پہلی قسم کے لوگوں کے سامنے تو صرف قرآن حدیث کا حکم رکھدے اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ سرکے اسے جان کر یقین کرکے ہی بیان کردے۔ دوسری قسم کے

حاصل نہ ہو لیکن اگر حاصل ہو تو اب اسے اُس کے خلاف فتویٰ دینے سے پرہیز کرنا بھی اشد ضروری ہے جو اجماعاً اور دینِ اسلام سے ضرورتاً معلوم ہے اگر اس نے ایسا کیا تو پھر بھی یہ اُن تین جہنمی قاضیوں اور مفتیوں اور گواہوں میں سے ہو جائے گا جو دوزخی ہیں تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ بے علم شخص جو فتویٰ دے وہ سب سے بڑے کبیرے گناہ کا مرتکب ہے۔ پھر باوجود علم کے جو خلاف اور غلط فتویٰ دے سوچ لو کہ اس کا گناہ کتنے بڑے درجے کا ہوگا؟ سنو حاکم مفتی اور گواہ ان میں سے ہر ایک حکمِ خدا کی خبر دینے والا ہے حاکم اپنا حکم جاری کر دیتا ہے مفتی حکم تو دیتا ہے لیکن اس کے جاری کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ گواہ گویا واقعہ کی ترتیب اُس طرح دیتا ہے جس پر حکمِ شرعی چسپاں ہو جائے پس ان تینوں میں سے جس نے بھی اپنے علم کے خلاف کہا اُس نے عمداً خدا پر جھوٹ باندھا۔ قرآن فرماتا ہے قیامت کے دن ان کے منہ کالے ہوں گے جو خدا پر جھوٹ بولتے ہیں اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ جو خدا پر اور خدا کے دین میں جھوٹ بولے۔ اور اگر ان تین میں سے کسی نے باوجود علم نہ ہونے کے زبان کھولی تو اُس نے جہالت کے ساتھ خدا کے ذمے جھوٹ باندھا اب گو فی الواقع ٹھیک ہی ہو جائے تاہم اس کا جھوٹ ہلکا نہیں ہونے کا۔ انھوں نے وہ خبر دی جس کی اجازت خدا کی طرف سے نہ تھی۔ خیال تو فرمایئے کہ جو شخص کسی بدکاری پر کسی کو دیکھ لے پھر اوروں سے خبر کرے تو گو وہ فی الحقیقت سچا ہی ہو لیکن تاہم جب تک کہ چار گواہ نہ ہو جائیں خدا کے نزدیک جھوٹا رہتا ہے کیونکہ اس نے وہ خبر اڑائی جس کا خبر دینا اس کے لئے خدا کی طرف سے جائز نہ تھا تو جب یہ شخص جو فی الواقع سچا تھا خدا کے نزدیک جھوٹا ٹھیرا محض اس وجہ سے کہ اسے اس سچی خبر کا بھی منہ سے نکالنا جائز نہ تھا۔ اُس وقت تک کہ چار گواہ نہ ہو جائیں پھر اس کا کیا حال ہوگا جو فی الواقع سچا بھی نہیں اور جسے اُس بات کو منہ سے نکالنے کی اجازتِ خداوندی بھی نہیں یہ تو خدا کا وہ حکم بیان کرتا ہے جس کی نسبت خود اُسے معلوم بھی نہیں کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے اپنی زبان سے غلط سلط نہ بک دیا کرو کہ یہ حلال اور یہ حرام اللہ پر جھوٹ افترا نہ باندھ لیا کرو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے

والے ناکام رہتے ہیں۔ یونہی سا فائدہ چاہے اٹھالیں لیکن آخر دردناک عذابوں کا شکار بنیں گے۔ فرمان ہے کہ خدا پر خلافِ واقعہ باندھ لینے والے سے اور اپنے پاس آئی ہوئی سچائی کا انکار کر جانے والے سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں یاد رہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھنا حق و صداقت کے جھٹلانے کو مستلزم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے بہت بڑا ظلم کرنے والے وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ افترا کر لیں یہ خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے۔ سنو ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار رہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ آئیں بہ اعتبار شانِ نزول کے مشرکین و کفار کے بارے میں ہیں لیکن بہ اعتبار اپنی عمومیت کے حکم کے لحاظ سے ہر اُس شخص کو شامل ہیں جو خدا کی توحید میں خدا کے دین میں خدا کے ناموں میں خدا کی صفتوں میں خدا کے فعلوں میں اللہ کے ذمے جھوٹ بات کہے۔ ہاں وہ لوگ اس وعیدِ شدید سے بچے ہوئے ہیں جو کسی شرعی مسئلے میں اپنی طاقت کے مطابق کوشش کریں خوب چھان بین کریں حق کی تلاش میں طاقت بھر دوڑیں لیکن پھر بھی خطا کر جائیں ایسے لوگ تو مستحقِ اجر ہیں کیونکہ اُن کا مقصود اطاعتِ خدا ہے گو غلطی کر گئے۔ وباللہ التوفیق۰

حق کے چھپانے کی سزا

۱۲

بارھواں فائدہ:۔ اللہ رسول کا حکم چار لوگوں کی زبان پر ظاہر ہوتا ہے راوی مفتی حاکم گواہ۔ راوی کی زبان سے خدا رسول کے حکم کے الفاظ ظاہر ہوتے ہیں مفتی کی زبان سے اُسکے معنی اور مطلب اور استنباط ظاہر ہوتا ہے حاکم کی زبان سے اُس کو جاری کر دیا جاتا ہے گواہ کی زبان سے وہ سبب ظاہر ہوتا ہے جس پر یہ حکم مرتب ہے۔ پس ان چاروں پر واجب ہے کہ اُس سچائی کی خبر دیں جس کی دلیل علمی موجود ہو جو خبر دیتے ہیں اُس کے عالم ہوں اس میں سچے ہوں۔ اس کے لئے جھوٹ بولنا اور چھپا لینا بدترین آفت ہے جو ایسا کرتا ہے وہ خدا کے دین اور اس کی شرع کی مخالفت کرتا ہے عادت خداوندی یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے علمی اور دینی اور دنیوی برکت اٹھالی جاتی ہے یہی حال خرید و فروخت کرنے والوں کا ہے کہ جب وہ چھپائیں اور

عائشہؓ والی حدیث میں ہے اب فرمائیے اس سے پوچھنے والے کے پلے کیا پڑا؟ گو پہلے جواب کی نسبت یہ قدرے عالمانہ جواب ہے۔ ایک صاحب سے زکوٰۃ کے مسئلے کا سوال ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے جو فیاض دل ہیں وہ تو اپنا کل مال راہِ للہ دیدیں اور دیگر لوگ اتنا جتنا اُن پر واجب ہو۔ ایک صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں دو قول ہیں۔ ایک صاحب تھے جب دوسرے سے فتویٰ لکھوا کر اُن کے پاس لے جاؤ تب وہ تحریر فرماتے اور یہی لکھتے کہ میرا جواب بھی مثل شیخ کے جواب کے ہے اتفاقاً ایک مرتبہ ایک فتویٰ ان کے پاس پیش ہوا جس میں دو مفتیوں کی تحریر تھی اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف تھے تو حسب عادت آپ نے اُس کے نیچے بھی لکھ مارا کہ میرا جواب وہی ہے جو ان دونوں شیخ کا ہے اُن سے کہا گیا کہ حضرت ان دونوں کے جواب میں تو آپس ہی میں تناقض اور اختلاف ہے آپ نے فرمایا ہاں میں بھی تناقض و اختلاف کرتا ہوں۔ ایک صاحب مشہور فتویٰ نویس تھے اپنے مذہب میں بڑے عالم مشہور تھے نائب سلطان اُن کے پاس فتوے بھیجد یا کرتا تھا تو وہ اتنا ہی لکھ دیا کرتے کہ اس طرح یہ جائز ہے یا اس طرح یہ صحیح ہے یا یہ منعقد ہو جاتا ہے اپنی شرط کے ساتھ آخر تنگ آکر اُس نے کہلوایا کہ جناب مفتی صاحب یہ جو آپ لکھ دیتے ہیں کہ یہ اپنی شرط کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اور یہ نہیں لکھتے کہ شرط کیا ہے تو ہمیں کیا فائدہ؟ یا تو آپ یہ لکھنا ہی چھوڑ دیں یا وہ شرط بھی بیان فرما دیا کریں۔ ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہی صورت فتوے کی ہو تو ہر جاہل سے جاہل شخص بھی فتویٰ دے سکتا ہے ہر مسئلے پر لکھ سکتا ہے کہ یہ اس کی شرط کے ساتھ ہو تو جائز ہے یہ اپنی شرط کے ساتھ صحیح ہے یہ شرط کے ساتھ مقبول ہے وغیرہ نہ یہ علم ہے نہ اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے سوائے اس کے کہ سائل کی پریشانی بڑھے اور وہ الٹا چکر میں پڑے۔ اسی طرح بعض کا یہ کہدینا کہ یہ سلطان کی رائے کی طرف لوٹتا ہے۔ بھلا کوئی پوچھے تو کہہ اس لغو عبارت سے کیا نتیجہ؟ اگر شریح اور شریح جیسے حاکم بھی ہوں تاہم خدا رسول کے احکام اُس کی رائے کی جانب رد نہیں کئے جاسکتے پھر ہمارے زمانے کے حاکموں کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ اللہ ہی بچائے۔ ایسے ہی بعضوں سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو

اُس نے کہا اس میں اختلاف ہے پوچھا گیا پھر سائل کیا عمل کرے؟ جواب دیا کہ اُس کے لئے قاضی دونوں مذہبوں میں سے جو نسا چاہے پسند کر لے ابوالسعادات بن اثیری جزری کے سامنے بیان ہوا کہ ایک صاحب سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا اس میں دو قول ہیں یہ سنکر ابوالسعادات بڑے ہی ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ جواب سے لاجواب ہے سائل کو اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اُسے کوئی مطلب کی بات کہی نہ جواب دیا۔ ہاں اس میں ایک صورت ہے وہ یہ کہ کوئی ایسا ہی مسئلہ کسی وقت آپڑتا ہے کہ مفتی باوجود ذی علم ہونے کے اس میں کسی جانب صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تو ایسے وقت بیشک اُسے یہی کرنا پڑتا ہے کہ اختلاف نقل کر دے اور خود کوئی فیصلہ نہ کرے چنانچہ امام احمدؒ وغیرہ ائمہ سے بھی بعض ایسے مسائل میں منقول ہے کہ انھوں نے فرمادیا کہ اس میں دو قول ہیں یا فرمادیا کہ اس میں اختلاف ہے۔ امام احمد کے بہت سے جواب ایسے ہیں حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ آپ علم و تقویٰ میں بہت بڑھے ہوئے تھے اسی طرح امام شافعیؒ سے بھی ایسے اقوال مروی ہیں بلکہ ان کے شاگردوں میں ایسی عبارت کے ایک تو یہ معنی کئے گئے ہیں کہ یہ دونوں قول اونہی کی طرف منسوب کئے جائیں گے دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ ان کی طرف ان کی نسبت نہیں ہوسکتی۔ آپ اسے اس مثال سے سمجھیے کسی مسئلے میں اگر حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا اختلاف ہو یا حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف ہو یا حضرت زیدؓ اور حضرت اُبیؓ کا اختلاف ہو۔ اور ایسے ہی بڑے پایہ کے صحابہ کا اختلاف ہو اور مفتی کے نزدیک کسی کے قول کی ترجیح ثابت نہ ہوئی ہو تو ایمانداری کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ کہدے اس میں فلاں فلاں صحابہ کا اختلاف ہے اُس کا اتنا کہدینا کافی ہے اُسنے اپنے علم کے مطابق اپنا دامن پاک کر لیا۔ امام ابوبکر بن داؤد ظاہریؒ کے پاس ایک عورت آئی اور پوچھا کہ جو شخص نہ تو اپنی بیوی کو اچھی طرح بساتا ہو نہ اُسے مطابق شرع طلاق دیتا ہو اُس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اس بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ عورت کو صبر کا اور خدا سے طلب ثواب کا حکم دیا جائے اور کوئی دھندا کرنے کو کہا جائے جس سے اس کے پلے کچھ پڑ جایا کرے اور

۹ فتوی کی کتابوں کا حال

سائل کے سامنے گو امام کا قول بیان کر دینا جائز تو ہے لیکن اُس قول کو امام کی طرف منسوب کرنا اور اُسے امام ہی کا قول کہدینا ہرگز جائز نہیں جو اُس نے فقہ کی ان بعض کتابوں میں دیکھ لیا ہو جن کتابوں کو اُس نے یاد کر رکھی ہیں اور رٹ رکھی ہیں یا اُن لوگوں کے کلام سے اس نے معلوم کیا ہے جو اُس امام کی طرف منسوب ہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے اماموں کے اقوال اور فعلوں کو بہت کچھ گڈ مڈ کر دیا ہے اُن کے بعد والوں کے کلام سے جو اُن سے نسبت کرتے تھے خود ان کے اقوال کو ملا دیا ہے بلکہ اس نسبت والے لوگوں کے اختیارات کو بھی وہی درجہ اور وہی نام دے رکھا ہے یہ اشد ضروری اور کام کی بات ہمیشہ یاد رہے کہ فقہ کی ان کتابوں میں جو کچھ ہے وہ سب ائمہ کی صراحت کی ہوئی کہی ہوئی باتیں ہی نہیں بلکہ ان کتابوں میں اکثر تو وہ ہے جو امام کی صریح بات کے بالکل خلاف ہے اور اکثر وہ ہے جس بارے میں امام سے کچھ ثابت ہی نہیں اور اکثر وہ ہے جو اُن کے فتووں کو سامنے رکھکر اس پر ان لوگوں نے گھڑ لیا ہے اور اکثر وہ ہے جو خود انہی بعد والوں کے اپنے فتوے ہیں خواہ لفظ بھی اُن کے ہوں خواہ صرف معنی ہی اُن کے ہوں پس کسی کو حلال نہیں کہ یوں کہدے کہ یہ قول فلاں کا ہے یہ مذہب فلاں کا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ اسے یقینی علم ہو جائے یاد رکھو مفتی کا منصب زبردست خطرے کا منصب ہے اور پھر اس کا خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا وقت اور بھی خطرناک ہے تیسری قسم کے سائل کے جواب میں مفتی اپنی تحقیق پیش کر دے اور اپنے نزدیک جو بات درست اور حق ہو اُسے بیان کر دے لیکن یہ یاد رہے کہ اس کا قبول کر لینا سائل کے لئے ضروری نہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔ مفتی کو لازم ہے کہ سائل کی حیثیت اپنے نزدیک مقرر کر لے اور پھر اُسے ویسا جواب دیدے اور یہ یقین رکھے کہ دین وہ ہے جو اللہ نے دین بنایا ہے اور یہ بھی یقین رکھے اور اس سے ڈرتا ہی رہے کہ آج جو جواب میں دونگا کل خدا کے ہاں اس کی بابت مجھ سے پرسش ہونے والی ہے مجھ سے حساب لیا جائیگا اور اُس پر ثواب یا عذاب ہوگا۔ ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں +

فتوی دلیل کی ترجیح پر

پندرھواں[۱۵] فائدہ:- مفتی کو بالخصوص اس بات سے بہت ہی پرہیز چاہیئے کہ جس مذہب کا وہ مقلد ہے اُسی مذہب کا مسئلہ بتلائے گو اُسے معلوم ہو کہ حق دوسری جانب ہے اُسے ہرگز یہ لائق نہیں کہ مذہبی تعصب برت کر تقلید محض پر رحم کر اپنے ہی مذہب پر فتوی دے اور علم ہو کہ ٹھیک بات اور دلیل اس کے برخلاف ہے ایسا کرنے والا یقیناً خدا کا اُس کے رسول کا خیانت کرنے والا ہے وہ سائل کو دھوکہ دے رہا ہے اور خدائی عذابوں کو اپنے سر لے رہا ہے ایسوں کو خدا راہِ راست نہیں دکھاتا اسلام اور اہلِ اسلام سے دھوکہ کرنے والوں پر جنت حرام ہے دین نام ہے خیرخواہی کرنے کا دھوکہ بازی اور خیانت اس کی ضد ہے جس طرح سچ کی ضد جھوٹ ہے اور حق کی ضد باطل ہے ہم پر ضروری ہے کہ ایسے وقت ہم اپنے مذہب سے ہٹ کر تقلید کے بندھن توڑ کر صاف کہدیں کہ بھئی ہمارے مذہب میں تو یوں ہے لیکن حق اس کے خلاف ہے اور لائقِ تابعداری حق ہی ہے اسی کو تم لو اور اُسی پر عمل کر لو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ تعالی توفیق دے +

مستفتی کو حیرت و اُلجھن میں نہ ڈالنا

سولھواں[۱۶] فائدہ:- مفتی کو جائز نہیں کہ سائل کو مصیبت زدہ کر دے اُسے پریشانی میں ڈالدے اُس کے سامنے مختلف چیزیں رکھدے کہ وہ بیچارہ کسی نیک نتیجے تک نہ پہنچ سکے حیران رہ جائے بلکہ اُسے چاہئے کہ دوٹوک فیصلہ کر دے صاف چیز پیش کر دے اُس کے دل میں کوئی الجھن باقی نہ رہنے دے کافی شافی جواب دیدے جس سے اس کا مقصود حاصل ہو جائے اور وہ مشکل میں نہ پڑے۔ یہ ٹھیک نہیں کہ میراث کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے کہدیا کہ اللہ عزوجل نے جو حصے جس وارث کے مقرر کر دیئے ہیں وہ انھیں دے دیئے جائیں اور یہ فلاں فلاں کتابوں میں موجود ہے۔ ایسا مجمل فتوی سائل کی نہ تو تشفی کر سکتا ہے نہ اُسے کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔ کسی سے پوچھا گیا کہ سورج اور چاند گہن کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ اُس نے جواب دیا کہ جس طرح حضرت

کہ وقف کے لینے کا مستحق صرف وہی ہو سکتا ہے جو خدا کے فریضے کو بیکار کر دے سنتِ رسول کا خلاف کرے اور جو شریعتِ خداوندی بجا لائے اور سنت کو ادا کرے اُسے اس وقف میں سے کچھ بھی حلال نہیں ظاہر ہے کہ اگر اس شرط کو ضروری مان لی جائے تو صاف طور پر خدا رسول کا خلاف ہوتا ہے یہ تو اس سے بھی زیادہ بھونڈی اور بری ہے کہ کوئی شخص یہ شرط کرے کہ وتر کو چھوڑ دو یا مؤکدہ سنتوں کو چھوڑ دو یا جمعرات اور پیر کے روزے کو چھوڑ دو یا رات کی تہجد کو چھوڑ دو۔ بلکہ اس سے بھی بدتر ہے کہ یہ شرط ہو کہ صبح شام ذکر اللہ کا کرنا وغیرہ چھوڑ دو ۔

قبروں کے مسائل

اسی طرح یہ شرط کہ تربت میں جہاں مردہ دفن ہے نماز پڑھے اور مسجد کو چھوڑ دے یہ صریح دین خدا سے جنگ کرنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیں قبرستان میں نماز پڑھنا اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ نماز باطل ہے مقبول نہیں نہ اس کے ادا کرنے سے انسان بری الذمہ ہو سکتا ہے پس کیسے جائز ہو جائیگا کہ وقف کرنے والے کی اس شرط کو ضروری قرار دیا جائے اور خدا رسول کی شرط کو گرا دیا جائے۔ اسی طرح تو دین بدل جایا کرتے ہیں یہ تو کہئے کہ اس دین کی حفاظت کرنے والی جماعت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے باقی رکھی ہے جو اُسے ان برائیوں سے بچاتی ہے اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتی ہے اسی طرح کی باطل شرط قبر پر چراغ جلانا اور قندیل لٹکانا ہے وقف کرنیوالے کو یہ شرط حلال نہیں نہ حاکم کو اس شرط کا پورا کرنا حلال ہے نہ مفتی کو اس کے جواز کا فتویٰ دینا حلال ہے نہ جس شخص پر وقف کیا ہے اُسے اس کا پورا کرنا حلال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر چراغ رکھیں پس ایک مسلمان کو کیسے لائق ہوگا کہ وہ اس فعل کو ضروری سمجھے جس کے کرنیوالے پر لعنت کی گئی ہو۔ ایک روز میں ایک قاضی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا جو ایک وقف نامہ اس کے پاس آیا وہ وقف ایک قبر کے متعلق تھا کہ اُس سے اُس قبر کو ٹھیک ٹھاک رکھی جائے اور ہر رات اُس پر قندیل روشن کی جائے میں نے کہا قاضی صاحب اس کا باقی رکھنا تو حرام ہے آپ اس کی صحت کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ جبکہ حدیث میں ان لوگوں پر لعنت وارد ہوئی ہے جو قبروں پر روشنی کریں چنانچہ وہ اس کے جاری کرنے سے رک گئے اور کہا کہ بات وہی ٹھیک ہے جو آپ فرماتے ہیں اور جو حدیث میں ہے ۔

مُردوں کے پیچھے قرآن خوانی

اسی طرح کی ایک باطل شرط اُن کی قبر پر قرأت قرآن کی ہے اُن مساجد خدا کو چھوڑ کر جن کے بلند کئے جانے اور جن میں نام خدا یاد کئے جانے کا صبح شام کا حکم ہے۔ لوگوں کے اس بارے میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ قرأت قرآن کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہی نہیں خواہ قبر پر پڑھا جائے خواہ کہیں اور۔ دوسرا قول یہ ہے کہ چونکہ قاری کو قرأت کا ثواب حاصل ہے اُس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ جبکہ قاری کا قبر پر آنا اور قرأت کرنا دام وصول کرنے کی غرض سے ہو ثواب مقصود نہ ہو تو تو خود اُسے کوئی اجر ملتا اور جب اسے نہیں ملا تو میت کو کہاں سے پہنچیگا؟ تو پڑھنا بھی بے اور قبر کے جا لگانا بھی بے کار بخلاف اس کے کہ وہ محض اللہ کی خوشنودی کے لئے مسجد میں قرآن پڑھتا یا اور کسی جگہ تو اس پر خود بھی آسانی ہو اس کا اخلاص بھی بڑھتا پھر یہ اپنا ثواب میت کے لئے کر دیتا تو اُسے پہنچ ایک مرتبہ میں نے بعض اہل علم سے لطور مذاکرہ یہی بات کہی تو انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا ہاں یہ شبہ ظاہر کیا کہ ممکن ہے وقف کرنے والے کی دراصل نیت یہ ہو کہ وہ خود قبر پر پڑھا ہوا قرآن سنکر نفع اٹھائے اور اس کی برکت بھی اُسے پہنچے اس کے جواب میں میں نے کہا کہ قرآن سے نفع اٹھانا تو مردہ کا تھا اس کی حیات کے ساتھ جب وہ مر گیا تو اس سے کل اعمال منقطع ہو گئے ظاہر ہے کہ قرآن کا سننا تو تمام نیک اعمال سے بہترین عمل ہے جب اس کی موت نے اس کے کل اعمال کاٹ دئے تو یہ عمل کیسے باقی رہ گیا؟ بالفرض اگر یہ بات ممکن ہوتی تو سلف صالحین اور تابعین اور ان کے بعد والے اس زبردست اور بہترین کام کے کرنے سے محروم نہ رہ جاتے وہ تو نیکیوں کی طرف لپکنے والے بھلائیوں کے حریص تھے اگر یہ بھی کوئی نیکی ہوتی تو ہم سے پہلے وہ اُسے کر گذرتے لیکن کسی کی وصیت بھی ہو گو کسی نے اس کام کے لئے رقم وقف بھی کی ہو تاہم قبر پر جانا اور وہاں قرآن کا پڑھنا واجب نہ ہوگا۔ ٹھیک اس طرح جس طرح کوئی وقف کرے کہ یہ خیرات اس کی قبر پر کی جائے جیسے کہ اکثر جب کرتے ہیں تو یہ بھی لغو شرط ہے اس میں فقیروں محتاجوں پر بھی تنگی ہے

لوگ کہتے ہیں کہ خاوند کو حکم دیا جائے کہ نان نفقہ اچھی طرح ادا کرے ورنہ اُسے طلاق دینے پر آمادہ کیا جائے۔ عورت اچھی طرح سمجھ نہ سکی اُس نے پھر سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا میں نے تو تجھے جواب دیدیا تیرے مطلب کی طرف رہنمائی کردی اب نہ تو میں بادشاہ ہوں کہ اپنا حکم جاری کر سکوں نہ قاضی ہوں کہ فیصلہ کر دوں نہ خاوند ہوں کہ راضی ہو جاؤں تم جاؤ میں نے تمہیں بتا دیا۔

وقف کی شرطوں کی تفصیل

سترھواں فائدہ:۔ مفتی سے جب کبھی کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس میں وقف کرنے والے کی کسی شرط کا ذکر ہو تو اسے حلال نہیں کہ اُس پر عمل ضروری بتلا دے بلکہ علی الاطلاق جائز ہی نہیں یہانتک کہ اُس شرط کو خود دیکھ لے اگر وہ شرط خدا رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اس کی کوئی وقعت نہیں نہ اس کا جاری کرنا جائز اگر مخالف نہ ہو تو دیکھے کہ کیا اس میں کوئی ثواب کی اور نزدیکیٔ خدا کی وجہ یا شارع کے نزدیک اس کے راجح ہونے کی وجہ ہے یا نہیں؟ اگر یہ دونوں باتیں بھی اس میں نہ ہوں تو بھی اُسے لازم و ضروری قرار نہ دے ہاں اُسے حرام بھی نہ بتلائے لیکن اس کی مخالفت کوئی سزا نہ دے گی ہاں اگر اس میں نزدیکیٔ خدا یا ثواب ہو یا اُس کے خلاف پر راجح ہو تو دیکھے کہ اس کے لازم کر دینے سے اور اُسے ضروری قرار دینے سے کوئی ایسی چیز تو فوت نہیں ہوتی جو خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ رضامندی کی اور محبوب ہو اور لوگوں کے لئے بھی نفع کی صورت ہو اور وقف کرنے والے کا اصلی مقصود یعنی ثواب بھی اس سے زیادہ حاصل ہوتا ہو اگر دیکھے کہ اس کے لازم کرنے سے ایسی چیز فوت ہو جاتی ہے تو بھی قطعاً اس کے ضروری قرار دینے سے بچے اور اس سے ہٹ جانا جائز جانے بلکہ وہی پسند کرے جو خدا رسول کو زیادہ پسند ہو اور جس میں لوگوں کا زیادہ نفع ہو اور جس میں وقف کرنے والے کو زیادہ ثواب ملنے کی امید ہو۔ ایسی صورت میں وقف کرنے والے کی ایسی شرط کے ضروری ہونے کے جواز میں تفصیل ہے جسے ہم بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں اگر اس میں قربت اور اطاعت ہو اور اس کے ضروری قرار دینے سے اس سے زیادہ پسندیدۂ خدا کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو اس نیکی میں یہ اور وہ برابر ہو اور دونوں صورتوں میں وقف کرنے والے کے اجر میں کمی نہ ہوتی ہو اور مقصودِ شارع بھی ہر طرح پورا ہو جاتا ہو تو بھی اس پر التزام شرط متعین نہیں پھر بھی اس سے ہٹ کر اُس سے بھی زیادہ آسان سہل اور نرم چیز کی طرف آجانے کا اُسے حق ہے ہاں اگر شرط کو واجب کر دینے والی کسی چیز کی ترجیح ثابت ہو جائے اور قصدِ قربت و طاعت اس میں بالکل واضح ہو جائے تو بیشک اس کا ضروری ہونا لازم و واجب ہے۔ وقف کرنے والوں کی شرائط کے بارے میں یہ کلی قول ہے اس سے واجب جائز ناجائز صورت کا علم ہو جاتا ہے جو بھی اس طریقے کو چھوڑیگا بڑے ہی چکر میں پڑ جائے گا اور کہیں بھی اس کے قدم ٹکیں گے نہیں اور اعتماد جاتا رہیگا اب اس کی مثالوں سے اس کا حل سنئے۔ ایک واقف نے شرط کی کہ جس پر وقف کر رہا ہے وہ فلاں معین جگہ پر ہی پانچوں نمازیں پڑھے اگرچہ یہ اکیلا ہی ہو اور اس کی اس طرف بڑی مسجد ہو اور مسلمانوں کی جماعت ہو تو اس پر اس شرط کا پورا کرنا واجب نہیں بلکہ اسے ضروری کر لینا حلال ہی نہیں جبکہ اس سے جماعت کی نماز فوت ہوتی ہو کیونکہ باجماعت نماز پڑھنا یا تو شرط ہے کہ بغیر اس کے نماز صحیح ہی نہیں یا واجب ہے کہ اس کے چھوڑنے سے سزا کا مستوجب ہو جاتا ہے گو نماز صحیح ہو جائے یا سنت مؤکدہ ہے کہ اس کے تارک سے لڑائی کی جائے گی بہر صورت جس شرط میں اس کا چھوڑنا لازم آئے اُس شرط کا پورا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ اسی طرح مثلاً کسی نے شرط لگائی کہ وہ مجرد رہے بیوی بچوں کی جھنجھٹ میں نہ پڑے تو اس شرط کو پورا کرنا بھی واجب نہ ہوگا نہ اس کا ضروری قرار دے دینا جائز ہوگا بلکہ جو اُسے ضروری قرار دے لے سنت سے منہ موڑ کر اس کا خدا رسول سے کوئی تعلق نہیں رہتا حاجت کے وقت نکاح یا تو فرض ہے جس کا تارک خدا کا نافرمان ہے یا سنت ہے جس کی مشغولی دنوں کے روزوں رات کی تہجد گذاریوں اور تمام دیگر نفلوں کی بجا آوریوں سے افضل ہے یا سنت ہے جس کے کرنے والے کو ثواب ملتا ہے جیسے کہ سنتوں اور نیکیوں کے بجالانے والے کو ثواب ملتا ہے بہر تقدیر اسے چھوڑنے اور بیکار کرنے کی شرط ہے جائز نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس شرط کے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہو جاتا

مفتیوں میں سے ایک کا ذکر ہے کہ اُس سے سوال ہوا کہ کوئی شخص ذمی کافروں کے لئے کچھ وقف کر گیا اس کے بارے میں کیا فرمان ہے؟ کیا یہ وقف صحیح ہے اور کیا اس کا نفع صرف انہی لوگوں کو پہنچیگا؟ تو اُس نے دونوں باتوں کا جواب دیا کہ ہاں اور ساتھ ہی یہ بھی جڑ دی کہ ہمارے ہم مذہب اصحاب کا یہی فتویٰ ہے۔ ہمارے شیخ نے اس کی فوری تردید کی اور فرمایا کہ تم نے فقہا کے مقصود کو خاک بھی نہیں سمجھا انھوں نے صرف یہ قصد کیا ہے کہ اہل ذمہ میں سے ہونا اس پر وقف کرنے کے منافی نہیں جبکہ قرابت داری ہو یا اُس کی تعیین ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ خدا رسول سے کفر کرنے والے صلیب کی پوجا کرنے والے مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے والے ہی اس وقف کے حقدار ہیں اور جو اللہ رسول پر ایمان لائیں دین اسلام کے متبع ہوں انھیں اس وقف میں کوئی حصہ ہی نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ اس وقف سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو جھٹلائے اور دین اسلام کے ساتھ کفر کرے۔ ذمے کے وصف کا وقف کی صحت سے مانع ہونا اور اس کا مقتضی ہونا ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے پس ایسے مفتیوں کا موٹی سمجھ والا اور گوڈر کھوپڑی دماغ والا اور بیوقوف ہونا بالکل ظاہر ہے۔ آپ اس کی نظیر یہ لیجئے کہ کسی نے مالداروں کے لئے ہی وقف کیا ہے یہ اسوقت صحیح ہوگا جبکہ مالدار قرابت دار ہو تو بیشک اس کی مالداری مانع نہ ہوگی لیکن یہ غلط ہے کہ مالداری وجہ ہوئی اس کے مستحق ہونے کی تو جب تک وہ مالدار ہے حقدار ہے اور جب مسکین ہو گیا حق بھی جاتا رہا گویا جب تک اُسے حاجت نہ تھی حلال تھا جب حاجت ہوئی حرام ہو گیا یہ بات تو وہی کہہ سکتا ہے جسے خدا کی طرف کی توفیق نہ ہو اور جسے قدرت رسوا کرنا چاہتی ہو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی امام کو ایسا کرتے دیکھ لیتے تو یقیناً آپ اس پر سخت انکار کرتے بیحد ناراض ہوتے اور ہرگز اسے جائز نہ رکھتے۔ اسی طرح اگر آپ اپنی امت کے کسی آدمی کو دیکھتے کہ اُس نے ان لوگوں پر وقف کیا ہے جو بال بچوں سے آزاد ہوں شادی بیاہ سے الگ ہوں اور اگر وہ بیوی بچے والے ہو جائیں تو ان کا حق ساقط ہو جائے تو یقیناً آپ ایسے لوگوں پر سخت غضب ناک ہوتے اور ان کے اس فعل کو ناپسند فرماتے کیونکہ آپ کا دین اس کے برعکس ہے آپ کی تو عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ کے پاس مال آتا تو آپ مجرد لوگوں کو ایک حصہ دیتے اور گھر بار والوں کو دوہرا حصہ عطا فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ پر ضروری ہے ان میں ایک قسم کے وہ لوگ ہیں جو حرام کاری سے بچنے کے لئے نکاح کریں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف کرنے والوں کی اعانت و مدد اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی ✤

مذہبِ معیّن کی شرط کا باطل ہونا

آٹھویں قسم کی شرط یہ ہے کہ اس وقف کا مستحق وہ ہے جو قرآن حدیث کو ان کی معرفت اور ان کے علم کو اور ان سے مسائل سمجھنے کو چھوڑ دے اور کسی ایک امام کا مقلد ہو وے اُس کے سوا کسی کے قول کو نہ مانے بلکہ قرآن و حدیث کو بھی اُسکے قول کے خلاف پا کر ترک کر دے پس یہ شرط بھی صاف باطل ہے بلکہ اصحاب شافعیؒ اور اصحاب احمدؒ نے تصریح کی ہے کہ جب امام کسی قاضی کو اس شرط پر مقرر کرے کہ وہ فلاں مذہب معیّن کے ساتھ ہی فیصلے کرے تو یہ شرط باطل ہے اور اُس پر ضروری نہیں کہ وہ اس کی پابندی کرے متولی ہونے کے ابطال میں دو قول ہیں جو مبنی ہیں فاسد شرطوں کے ساتھ کی بیع کے باطل ہونے نہ ہونے پر۔ اسی قاعدے پر یہ ہے کہ جب مفتی سے یہ شرط لیگئی کہ وہ فلاں ایک ہی مذہب پر فتویٰ دیتا رہے تو یہ شرط باطل ہے اور اسی پر اس مسئلے کی بنا ہے کہ جب کسی نے کسی عالم سے یہ شرط کر لی کہ وہ فلاں مذہب کی فقہ کی کتابوں کے سوا اور کتابیں نہ دیکھے نہ اُن میں مشغول رہے ظاہر ہے کہ اس سے کتاب اللہ سنت رسول اللہ اقوال صحابہ مذاہب علما سب اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائیں گے اس لئے یہ شرط صحیح نہیں پھر اس کا ضروری ہونا تو کجا؟ اس پر عمل کرنا جائز ہی نہیں اور لائق بھی نہیں۔ الغرض قاعدہ کلیہ اس بارے میں یہ ہے کہ مددینی اور پرہیزگاری پر کرنی چاہیے جس میں اللہ رسولؐ کی اطاعت ہو اُسے مقدم کرے جو قرآن حدیث کی رو سے مقدم ہو اور اُسے مؤخر کرے جو قرآن حدیث کی رو سے مؤخر ہو۔ اعتبار اُس کا کرے جو دین میں معتبر ہو اور اُسے لغو قرار دے جسے شریعت نے لغو قرار دیا ہو۔ وقف کرنے والوں کی شرطیں نذر ماننے والوں کی نذروں سے زیادہ نہیں جیسے نذر میں ضروری ہے کہ صرف وہی پوری کی جائے جو اطاعت خدا کی ہو والی ہیں

ایسی ہی یہ شرط بھی ہے کہ باہر قبرستان جائیں سردی گرمی کمزوری کسی بات کا لحاظ نہ کریں اور وہاں جا کر اس خیرات کو حاصل کریں یہ تو اجر کو بھی گرا دینے والی اور برباد کرنے والی چیز ہے اسی طرح کی شرط کسی خانقاہ پر کسی چیز کا وقف کرنا ہے کہ وہاں کے وہ صوفی جو علم کے لکھنے میں حدیث کے سننے میں قرآن حدیث کی سمجھ حاصل کرنے میں مشغول نہ ہوتے ہوں وہ اس سے نفع اٹھائیں یہ شرط بھی دین اسلام کے ساتھ صراحتاً ٹکرانے والی ہے نہ اسے جاری کرنا حلال نہ اس کا لازم کرنا حلال ہے نہ اس پر قائم رہنے والوں کا اس وقف میں کوئی حصہ کیونکہ اس شرط کا اصلی مقصود یہ ہے کہ اس وقف سے فائدہ وہ اٹھا سکتے ہیں جو نفع دینے والے علم کے وجہ سے دست بردار ہو جائیں یعنی اللہ رسول کے فرمان سے یعنی اللہ کے ناموں اور اس کی صفتوں سے بے خبر رہیں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے غافل رہیں اور بندوں پر رب کے احکام معلوم نہ کریں ظاہر ہے کہ ایسے لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک ناپسند ہیں شیطان کے گروہ کے اور اس کے دوست ہیں جنہیں سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہیں اسی طرح کی باطل شرط یہ بھی ہے کہ وقف کرنے والا شرط کرے کہ یہاں پر خدائی صفتوں کی کوئی آیت یا حدیث نہ پڑھی جائے جیسے کہ اعلیٰ دشمنان خدا جہمیہ نے یہ شرط بعض خانقاہوں کے لئے کی تھی اور جب وقف کی تھی اس شرط کا ماننا بھی دین خدا کے خلاف ہے جو کچھ خدا نے اپنے رسول کو دیا ہے اس سے قرآن کی [illegible] آیتیں بیکار ہو جاتی ہیں تلاوت سے غور کرنے سے [illegible] جاتی ہیں اسی طرح سے بہت سی حکمتیں [illegible] جاتی ہیں نہ ان کا ذکر ہو سکتا ہے نہ ان کی روایت ہو سکتی ہے نہ وہ نقل کی جاتی ہیں [illegible] حاصل کی جاتی ہے بلکہ اس سے بدعت جہمیت کی [illegible] ہو جاتی ہے بدترین بدعتوں کے رواج کو وسعت ہو جاتی ہے اور شک و حیرت سے گمراہی اور تباہی کے دروازے کھل جاتے ہیں اسی طرح کی ایک شرط کسی مکان [illegible] کو وہ [illegible] وقف کرے [illegible] والوں کے کلام [illegible] لوگوں کے [illegible] کے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] مہاجرین انصار کی اولاد کے لئے اس [illegible] نماز

حلال نہیں اس رباط میں اترنا درست نہیں اس مدرسے یا خانقاہ میں آنا جائز نہیں بلکہ اگر اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور بدری اور درخت تلے بیعت کرنے والے صحابی اللہ ان سے خوش رہے بھی زندہ ہوتے تو انھیں اس مسجد یا رباط یا اس مدرسے میں قدم رکھنے کا حق حاصل نہ تھا پھر اس شرط کو معتبر ماننا تو بڑا پاگل پن ہے اور سودائی پن ہے کسی پاک دل انسان سے تو اس کے جواز کا حکم صادر نہیں ہو سکتا قرآن حدیث کے علم کا دور سے بھی جس پر پرتو پڑ گیا ہے وہ ایسا ناپاک کلمہ زبان سے نہیں نکال سکتا اسی طرح اگر کسی نے یہ شرط کی ہے کہ ان خانقاہوں میں رہنے والے شیعہ ہوں یا خارجی ہوں یا معتزلی ہوں یا جہمیہ ہوں یا اور بدعتی فرقوں کے لوگ ہوں جیسے اشارات والے اور شیر و عنبر والے اور سانپوں آگ والے اور وہ بیٹھے ہوئے صوفی جو لٹیں لٹکائے ناچتے کودتے اور گتیں بھرتے رہتے ہیں اور پیٹ پالنے کے سوا دراصل ان کے پاس کوئی شغل نہیں ہوتا یہ شرط بھی اس طرح کرنی بالکل باطل ہے بلکہ ان کے سوا اور لوگ اس مکان کے زیادہ مستحق ہیں اللہ کی شرطیں سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ تمام شرطیں اور انہی جیسی اور شرطیں سب توڑ دینے کے لائق ہیں انھیں پورا کرنا گناہ اور ظلم و زیادتی پر دوسروں کی مدد کرنا ہے حالانکہ حکم خداوندی اس کے برعکس ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری وہ ہے جو حدیث میں ہو جو رسول اللہ نے بتلائی ہو نہ وہ جسے آپ نے نہ بتلائی ہو پھر اس کا تو کیا ہی ٹھکانا ہے جو آپ کے فرمان کے خلاف بلکہ برعکس ہو وقف کی صحت موقوف ہے خدا کی نزدیکی اور اس کی اطاعت گذاری پر خواہ مصرف کے لحاظ سے ہو خواہ جہت کے لحاظ سے خواہ شرطوں کے لحاظ سے شرطیں مثل جہت کی اور مصرف کی جب شرط قرب خدا اور فرماں برداری شرع میں شرط کی ہو تو خود شرط بھی قرب خدا اور فرمانبرداری شرع ہے۔ یہی بات سمجھداری کی ہے۔ ناممکن ہے کہ کوئی بھی بزرگ اس کے خلاف کہتا ہو کسی امام کی زبان سے اس کے خلاف نکلا ہو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اماموں کے مخالف نہیں بلکہ یہی ان کا متفقہ قول ہے اللہ نے انہیں صریح ہدایت کے خلاف سے بچا لیا ہے ہاں جو لوگ اپنے تئیں ان کا مقلد ظاہر کرتے ہیں وہ ان کے قول کو سمجھے بغیر الٹی سیدھی باتیں لیکن ان بزرگوں کے نام پر دھر دیتے ہیں سنئے ہمارے زمانے کے موجودہ

باقی بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ خیر عنایت فرمائے۔

ضرورت کے موقعہ پر تفصیلی جواب ضروری ہے

اٹھارھواں فائدہ:- جہاں کہیں کسی مسئلے کا جواب تفصیلی ہو وہاں مفتی کو بھی تفصیل کر دینی چاہیئے ہاں جہاں یہ معلوم ہو جائے کہ سائل کی غرض اس کی فلاں خاص قسم کے سوال سے ہی ہے تو اور بات ہے لیکن جب مسئلہ محتاج بیان وتشریح ہو تو اُسے ضرور کھول کر بیان کرنا چاہیئے۔ دیکھئے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اُن سے تفصیل دریافت کی کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مقدماتِ زنا تک ہی محدود رہا یا نفسِ زنا کا ارتکاب ہوا؟ جب یہ بات صاف ہو گئی تو پھر دریافت فرمایا کہ یہ مجنون تو نہیں کہ اس کا اقرار بے وقعت ہو یا عاقل ہے کہ اس کا کہنا معتبر مانا جائے جب یہ بھی پتہ چل گیا تو اس بات کو معلوم کیا کہ کہیں نشے کی حالت میں تو نہیں؟ جب یہ بھی کھل گیا تو پھر پوچھا کہ شادی شدہ ہے یا مجرد ہے جب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شادی شدہ ہے اب آپ نے ان پر حد قائم کی۔ ایک عورت کے اس سوال پر کہ جب عورت کو احتلام ہو اس پر غسل ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ہاں جب پانی دیکھے۔ معلوم ہوا کہ اس صورت میں اس پر غسل ہے ورنہ نہیں مسئلے کی تفصیل ہو گئی اور اس کی دونوں شقیں ظاہر ہو گئیں۔ حضرت ابو نعمان بن بشیرؓ نے جب آپ سے درخواست کی کہ اولاد کے اپنے بیٹے کو بخشے ہوئے غلام پر آپ گواہ رہیں آپ نے تفصیل دریافت کی کہ اپنے سب بچوں کو اسی طرح بخشا ہے؟ ان کے انکار پر آپ نے گواہ رہنے سے بھی انکار کر دیا اور گویا اس تشریح سے سمجھا دیا کہ جب سب بچے کسی ہبہ میں شریک ہوں تو تو وہ صحیح ہے ورنہ نہیں۔ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے جب انھوں نے اپنے گھر میں فرض نماز پڑھ لینے کی رخصت آپ سے طلب کی تو آپ نے ان سے بھی تشریح طلب کی کہ کیا تم اذان سنتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں آپ نے فرمایا پھر تو قبولیت ضروری ہے پس اس میں بھی تفصیل کر دی کہ اگر اذان کی آواز کان میں نہیں پڑتی تو اور حکم ہے ورنہ مسجد میں آنا ضروری ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کی لونڈی سے مجامعت کر بیٹھا ہے تو آپ نے تفصیل کی کہ اگر جبراً اس سے یہ کام کیا ہے تو وہ لونڈی آزاد ہے اور اسے اُس جیسی لونڈی خرید کر دینی ہوگی اور اگر رضامندی سے کیا ہے تو وہ لونڈی اسی کی ہو جائے گی اور اس کی مالکہ کو اسے اسی کے مثل اور لونڈی دینی پڑے گی۔ ایسے آپ کے فتوے بکثرت ہیں۔

دھوبی کا مسئلہ

پس جب مفتی سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے دھوبی کو کپڑے دھونے کے لئے دیئے اس نے کپڑوں کا انکار کر دیا پھر اقرار کیا تو وہ دھلائی کی اجرت کا بھی مستحق ہے یا نہیں؟ تو ہاں یا نا سے جواب دینا نادرست ہے ٹھیک یہی ہے کہ اس میں تفصیل ہے یعنی اگر دھونے کے بعد انکار کیا ہے تو تو اُسے دھلائی ملیگی کیونکہ دھوئے ہیں اس نے مالک کے لئے اور اگر انکار کے بعد دھوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ اپنے لئے دھوئے ہیں پس مستحق اجرت نہیں اسی طرح مثلاً کسی سے مسئلہ پوچھا گیا کہ فلاں شخص نے قسم کھائی تھی کہ فلاں کام نہ کرے گا پھر اُس نے اُس کام کو کر لیا ہے تو اُسے جائز نہیں کہ بغیر تفصیل کے فتویٰ دیدے بلکہ معلوم کرلے کہ اس کام کے کرنے کے وقت عقل و ہوش ٹھکانے تھا یا نہیں؟ قسم کے وقت مختار تھا یا نہیں؟ قسم کے بعد انشاء اللہ کہا تھا یا نہیں؟ اگر نہیں کہا تھا تو اس کام کو کرنے کے وقت جانتا بوجھتا یاد رکھتا اور مختار تھا یا بھولا بسرا یا جاہل یا زبردستی کیا گیا تھا؟ پھر باوجود علم واختیار کے اس کام کو بھی اس نے اپنے قصد اور نیت میں رکھا تھا؟ یا اُسے اپنے ارادے میں مخصوص کر دیا تھا یا اُسے اس کے ماتحت داخل کرنے کا قصد ہی نہیں کیا تھا نہ اس کی تخصیص کا خیال کیا تھا۔ ان تمام سوالوں کے صحیح جواب پر فتوے کی صورت بھی بدل جائیگی۔ ہمارے زمانے کے ایک مفتی صاحب کا واقعہ ہے کہ انھوں نے بار ہا بغیر تفصیل کے فتویٰ دیدیا کہ قسم توڑ دی لیکن جب ہم نے اس کی تشریح دریافت کی تو ثابت ہوا کہ وہ فتویٰ خود اس کے مذہب کے بھی مطابق نہیں۔ یاد رہے کہ مفتی کا عہدہ بڑا خطرناک عہدہ ہے وہ تو گویا خدا رسولؐ کا نائب ہے وہ تو گویا خدا رسولؐ کی کہی ہوئی سناتا ہے وہ تو گویا یہ خبر دیتا ہے کہ اللہ نے یہ حکم کیا اللہ نے یہ حرام کیا اللہ نے یہ واجب کیا۔ اسی طرح مثلاً سوال کیا گیا کہ ظہر عصر کی نمازوں کو جمع کرنے میں تفریق جائز ہے یا نہیں؟ تو لامحالہ دونوں صورتوں کا الگ الگ فتویٰ دینا پڑے گا کہ اگر پہلے وقت میں ہے تو جدائی جائز نہیں اور اگر دوسرے وقت میں ہے تو تفریق جائز ہے الخ

ہو اسی طرح وقف کی شرطوں میں بھی وہی پوری ہوگی جو خدا رسول کے مطابق ہو۔ اس پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ وقف کرنے والے نے جب اسی صفت والوں کے لئے وقف کیا ہے اور اپنی رضامندی سے صرف ایسے ہی لوگوں کو اپنا مال دیا ہے اور ان کے سوا اوروں سے وہ راضی نہیں گو وہ ان سے افضل ہی کیوں نہ ہوں؟ تو یہ اُسی کو ملیگا مثلاً ایک شخص ایک کام کے لئے ایک مزدور مقرر کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کی اجرت کا وہی مستحق ہوگا جو اس کام کو کرے نہ وہ جو اس کام کو نہ کرے گو درجوں میں زمین آسمان کا فرق ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہی وہم ہے جس نے دلوں میں جگہ پکڑ کے زبردستی کے نام کے فقیہوں کو الٹ دیا ہے اور انہیں اس پر آمادہ کر دیا ہے کہ وہ خدا کی اس کے رسول کی رضامندی سے ہٹ کر اجماع امت کے خلاف اور دینی ہدایت کے برعکس اس قسم کی خلاف شرع شرطوں کو جاری کرتے ہیں اور انہیں ضروری جانتے ہیں۔ یہ اتنا فرق کرنا نہیں جانتے کہ مزدور رکھنے والے کا مقصد اپنے پیش نظر کام کو پورا کرنا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ کام فی نفسہ حلال بھی ہے یا نہیں؟ اور وقف کرنے والے کا مقصود خدا کی خوشنودی اور ثواب و اجر کا حاصل کرنا ہے۔ اس نے جب معلوم کر لیا کہ وہ اپنے مال کو اپنے اپنے اغراض میں خرچ نہیں کر سکتا تو اس نے چاہا کہ کسی نیکی کے کام میں اسے خرچ کرے جس سے علاوہ خدا کی خوشنودی کے اُسے دار آخرت کا نفع حاصل ہو۔ بھلا یہ کوئی ہے جسے اس بات میں شک ہو؟ بلکہ خود وقف کرنے والوں سے آپ دریافت کر لیجئے کہ کیا اس کے سوا ان کی کوئی اور نیت ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بندے کو مال اسی لئے بخشا ہے کہ وہ اس سے دنیا میں زندگی بھر نفع اٹھائے اور اسے اختیار دے رکھا ہے کہ اپنے انتقال کے بعد اسے وقف کر جائے کہ اُس سے اسے ثواب ملتا رہے اور موت کے بعد بھی اسے نفع پہنچے ہاں موت کے اور زندگی کے اختیار میں یہ فرق ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہیں کر سکتا اور وصیت بھی نیکی اور بھلائی کے کاموں کی کر سکتا ہے یہاں تک کہ اگر اس نے خلاف شرع ظلم و جور کی وصیت کی تو وارثوں اور وصی کو جائز ہے بلکہ واجب ہے کہ اُسے بدل کر مطابق شرع کر لیں دینے والے کو صرف یہ اختیار ہے کہ خدا کی نزدیکی اور اس کی رضامندی کی جستجو میں اپنا مال دے جائے نہ یہ کہ جہاں چاہے لگا جائے کوئی آیت و حدیث اس کے جواز کی نہیں کہ وہ وقف میں جو چاہے شرط کرے نہ کسی صحابی سے اس کی رخصت مروی ہے کہ وقف کرنے والا جو چاہے جس کے لئے چاہے جس طرح چاہے جس شرط سے چاہے وقف کر جائے اور بعد والوں پر بلکہ حاکم و قاضی پر بھی اس کی شرط لازمی اور ضروری ہو۔

ایک دلیل اور اُس کا جواب

ایسے لوگ ایک دلیل یہ پیش کر دیا کرتے ہیں کہ اپنا مال راہِ للہ وقف کرنے والے کی شرطیں ایسی ہی معتبر ہیں جیسے شارع کے صاف الفاظ اس جملے کے ایک معنیٰ تو صحیح ہیں اور دوسرے بالکل باطل اور غلط ہیں اگر اس سے یہ مطلب لیا جائے کہ جیسے الفاظ شرع ہیں فہم میں دلالت میں مطلق کو مقید کرنے میں خاص کی عام پر تقدیم کرنے میں عموم لفظ کے لینے میں نہ کہ سبب خاص میں تو یہ فی الجملہ حق ہے اور اگر اس سے یہ مطلب لیا جائے کہ رعایت میں لازم ہونے میں جاری کرنے میں واقف کے الفاظ ایسے ہی ضروری اور داخل ہیں جیسے قرآن حدیث کے لفظی احکام تو یہ محض غلط اور بالکل جھوٹ ہے بلکہ ان میں سے جو بھی خدا رسول کی اطاعت سے نہ ہوگا وہ باطل ہے اور ان شرائط وغیرہ کے سوا جو چیز قرب خدا کا موجب ہوگی وہ مقدم بلکہ ضروری ہوگی قربتِ خدا اور فرمانبرداری شرع کے مطابق جو ہو وہ جاری ساری ضروری اور ٹھیک ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ توڑ دینے لغو کر دینے بلکہ خلاف کرنے کے قابل۔ کیا بھول گئے کہ ابو اسرائیل نامی ایک صحابی نے نذر مانی تھی کہ وہ روزہ رکھیگا اور دن بھر دھوپ میں کھڑا رہیگا بیٹھے گا نہیں نہ کسی سے بات چیت کریگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ نذر تڑوا دی اور اُسے حکم فرمایا کہ سائے میں بیٹھ جائے بات چیت کرے اور روزہ پورا کرے دیکھئے جو اطاعت خدا کی چیز تھی اُسے پورا کرنے کو فرمایا اور جو اطاعت خدا کے خلاف چیز تھی اُس سے روک دیا حضرت عقبہ بن عامرؓ کی بہن رضی اللہ عنہا نے نذر مانی کہ ننگے سر پیدل حج کرے گی تو آپ نے اس کی نذر تڑوا دی اور اسے حکم فرمایا کہ سر ڈھانپ لے سوار ہو جائے اور حج کرے اور ایک جانور فی اللہ قربان کر دے۔ پس جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے ہوں اُن پر واجب ہے کہ وقف کرنیوالوں کی شرطوں کی بھی اسی طرح تقسیم کر لیں یعنی جو مطابق شرع ہو باقی جو نہ ہو

کی وجہ سے مقبول ہے ✦

مدعیِ نکاح

اسی طرح ایک شخص نے ایک عورت سے اپنے نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت بھی اقراری ہے تو اس کا اقرار معتبر مانا جائے گا یا نہیں؟ اس کا جواب بھی تفصیل سے ہے کہ اگر وہی ایک شخص دعوے دار ہے تو تو عورت کا اقرار معتبر ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور بھی دعوے دار ہے تو پھر قبول نہیں۔ اسی طرح اگر سوال ہو کہ ایک شخص مرگیا ہے اس کے وارثوں نے اس کے ترکے میں سے کسی چیز کا دعویٰ کیا ہے اور شاہد قائم کئے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو قسم دی گئی اگر بعضوں نے قسم کھالی تو وہ اپنے حصے کے حقدار سمجھے گئے تو سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے قسم نہیں کھائی وہ اس کے اس حصے میں جسے اس نے اپنی قسم سے حاصل کیا ہے شریک ہوں گے یا نہیں؟ تو اسکا جواب بھی تفصیل سے ہے یعنی اگر قرض پر دعویٰ ہے تو اوروں کا اس میں حصہ نہیں صرف قسم کھانے والے کو اس کے حصے کے مطابق ملجائے گا اور اگر عین پر قسم ہے تو قسم نہ کھانے والے بھی اس میں شریک ہوں گے اس لئے کہ قرض غیر متعین ہے جو قسم کھائیگا وہ اپنے حصے کے برابر کے قرض کا حقدار ہوگا نہ کہ اس کے سوا کا۔ اور جس نے قسم نہیں کھائی اس کا حق ثابت ہی نہیں ہوا ہاں عین پر اگر دعویٰ ہے تو تمام وارث اس میں شامل رہیں گے کیونکہ اس میں ہر وارث شریک ہے ان میں وہ چیز مشترک ہے اور ان کے حقوق اس عین چیز میں شامل ہیں پس جو خالص ہو جائے وہ ان سب میں مشترک ہے اور باقی ان کی جماعت پر غصب ہے ✦

تحریرِ دعویٰ سے پہلے حاکم کا فرض

اسی طرح جب سوال کیا جائے اُس شخص کے بارے میں جس نے اپنے مخالف پر سختی کی اور دعویٰ تحریر نہیں کیا تو کیا حاکم اسے حاضر کریگا؟ اس کے جواب میں بھی تفصیل ہے کہ اگر اُس نے کسی شہری حاضر پر کیا ہے تو تو اسے بلوایا جائیگا کیونکہ اس میں مشقت نہیں اور اگر غائب ہو تو نہ بلوایا جائے گا کیونکہ اس نے سمیٹا نہیں اسی طرح یہ سوال کہ شکار کا کوئی عضو کٹ کر الگ ہو گیا اور شکار بھاگ گیا تو آیا اس ٹکڑے کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اگر تری کا شکار ہے تو تو جائز ہے اور اگر خشکی کا ہے تو حلال نہیں ✦

ذمی کافروں سے عشر

اسی طرح اگر یہ سوال کیا جائے کہ ذمی تاجر سے عشر لیا جائیگا یا نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اگر وہ مرد ہے تو اس سے لیا جائے گا اور اگر عورت ہے تو اگر وہ حجاز کی سرزمین میں آئی تو اس سے لیا جائے گا اور اگر اور جگہ ہے تو اس سے نہیں لیا جائے گا اسلئے کہ حجاز کے سوا اور جگہ وہ برقرار ہے اس لئے جزیہ نہیں ✦

باپ کی میراث طلبی

اسی طرح اگر سوال ہو کہ ایک شخص مرگیا اُسکا باپ اپنا حصہ میراث مانگتا ہے اور یہ اب تک معلوم نہیں ہوا کہ اس کے سوا اور کون کون اس کے وارث ہیں؟ تو باپ کو کتنا دینا چاہیئے؟ تو اس کا جواب بھی علیحدہ علیحدہ کرکے دینا ہوگا یعنی اگر مرنے والا مرد ہے تو باپ کو فی سترہ چار دئیے جائیں گے اسلئے کہ انتہائی یہ ہے کہ باپ کے ساتھ بیوی ماں اور دو لڑکیاں ہوں تو اس صورت میں اس کا یہی حصہ ہے اور اگر میت عورت ہے تو فی پندرہ کا حصہ ہے اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ یہاں یہ صورت مانی جاسکتی ہے کہ خاوند ہو ماں ہو اور دو لڑکیاں ہوں اور اس حالت میں اس کا حصہ پندرہ حصوں میں سے دو کا ہے۔ اگر ایک سائل کہتا ہے کہ کسی میت نے تین لڑکیاں چھوڑیں ان کے لڑکے ایک سے نیچے ایک ہیں ساتھ ہی اسکی علیا دادی کے۔ تو مفتی جواب دیگا کہ اگر میت مرد ہے تو مسئلہ محال ہے اس لئے کہ اس صورت میں اعلیٰ دادا خود میت ہی ہوا۔ ہاں اگر وہ عورت ہی تو اعلیٰ دادا میت کا خاوند ہوگا یا اس طرح نہیں ہوگا۔ اگر خاوند ہو تو اُسے چوتھائی حصہ ملیگا اور اونچے والے کو آدھا اور درمیان والے کو چھٹا حصہ تاکہ دو ثلث پورے ہوجائیں اور باقی مال عصبہ کو مل جائیگا۔ اگر سائل کہے کہ میت نے دو لڑکیاں اور ماں باپ چھوڑے ہیں ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے اُن دو میں سے ایک مرگئی اور اپنے وارثوں کو چھوڑ گئی تو مفتی کہیگا کہ اگر مرنے والا مرد ہے تو مسئلہ چھ سے ہوگا دو حصے ماں باپ کے اور دو دو حصے دونوں لڑکیوں کے جب ان میں سے ایک مرگئی تو اس کے پیچھے اس کی دادی چھوٹی دادا چھوٹا اور باپ سے ایک بہن چھوٹی یہ مسئلہ بھی چھ سے ہوگا اور پھر اس کی تصحیح اٹھارہ سے ہوگی اور اس کا ترکہ دو حصے ہے اس کے نئے مسئلے سے اس کی موافقت نصف سے ہے پس وہ نو پر لوٹا دیا جائیگا پھر

طرح کسی شخص سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے کو زبردستی مجبور کردیا کہ اس اسباب میں آگ لگادے یا اس گھر کو ڈھادے یا اس مال کو تلف کردے ورنہ میں تجھے قتل کردوں گا اس نے اپنی جان بچانے کی خاطر ایسا کیا تو کیا اس کے ذمے اس تلف کردہ مال کی قیمت ہو گی یا نہیں ؟ اس کا جواب بھی تفصیل طلب ہے یعنی اگر وہ مال زبردستی کرنے والے کا ہی تھا تو تو اس پر کوئی ضمانت نہیں اور اگر کسی اور کا تھا تو اس کے ذمے ہے۔ اسی طرح اگر یہ سوال ہو کہ جس شخص نے ظہار کیا تھا اس نے اثنائے کفارہ میں وطی کی تو کیا اُسے از سر نو کفارہ دینا ہوگا یا جو دے چکا ہے اُسی پر بنا کرنی ہوگی ؟ اس کا جواب بھی تفصیل سے ہی دینا ہوگا یعنی اگر وہ روزوں سے کفارہ ادا کر رہا تھا اور اسی اثنا میں اس نے یہ حرکت کی ہے تو تو اُسے نئے سرے سے روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے اور اگر کھانا کھلانے سے کفارہ ادا کر رہا تھا تو نئے سرے سے نہ آئے گا بلکہ جتنا ادا کر چکا ہے ہو گیا آگے سے اُسے پورا کردے اس لئے کہ روزوں میں یہ شرط ہے کہ پے در پے ہوں اور عورت کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہوں بخلاف کھانا کھلانے کے ۔

اسی طرح کوئی سوال کرے کہ آزادگی گردن کا کفارہ ادا کرنے والا جب ایسا غلام آزاد کرے جس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو کیا حکم ہے ؟ اس کا جواب بھی تفصیل طلب ہے یعنی یہ کہ اگر انگوٹھا کٹا ہوا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ اگر چھنگلیا اور اس کے پاس کی انگلی کٹی ہوئی ہے تو بھی جواب میں تشریح ہونی ضروری ہے یعنی اگر ایک ہی ہاتھ کی یہ دونو انگلیاں نہیں ہیں تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر سوال ہو کہ کسی فاسق نے کوئی گری پڑی چیز اٹھا لی ہے یا راستے میں سے کوئی بچہ پایا ہے تو آیا اسی کے پاس رہنے دیا جائے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب بھی تفصیل طلب ہے کہ کھوئی ہوئی چیز کے روک رکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن بچہ نہیں رہنے دیا جائے گا اس لئے کہ چیز پائی ہوئی تو گویا ایک کمائی ہے اُس سے نہ روکا جائے لیکن بچے کی ولایت کا حقدار فاسق شخص نہیں بن سکتا۔ اسی طرح اگر سوال ہو کہ کسی نے مچھلی خریدی اس کے پیٹ میں سے مال نکلا تو کیا کرنا چاہئے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر لُولُو اور جوہر ہے تو تو وہ ماہی گیر کا حق ہے اس لئے کہ اسی نے شکار کیا ہے اور اسے دینے میں اس کا جی ہرگز راضی نہ ہوگا اور اگر انگوٹھی یا دینار ہے تو وہ گری پڑی گم شدہ چیز کے حکم میں ہے خریدار کے پاس رہیگی اور وہ اسے پہنچوائے گا جیسی اور چیزیں۔ اسی طرح کسی نے سوال کیا کہ میں نے ایک جانور خریدا اس کے پیٹ میں سے جوہر پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ جانور بکری ہے تو یہ جوہر لقطہ میں داخل ہے سال بھر تک پہنچوائے پھر اپنے کام میں لائے اور اگر وہ کوئی تری کا جانور ہے مثلاً مچھلی وغیرہ تو وہ اس کے پکڑنے والے کا حق ہے۔ ان دونوں صورتوں کا فرق واضح ہے۔ اسی طرح کا یہ سوال ہے کہ ایک غلام نے کوئی کھوئی ہوئی چیز پائی اور پھر اُسے خرچ کردی تو اس کے ذمے ہے یا اس کی گردن کے ذمے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر پہنچوانے سے پہلے ہی خرچ کر ڈالی ہے تو تو اس کی گردن پر ہے اور اگر ایک سال تک پہنچوانے کے بعد خرچ کردی ہے تو وہ اس کے اپنے ذمے ہے آزادگی کے بعد اس سے وصول کی جائے امام احمدؒ نے ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے اس لئے کہ سال بھر سے پہلے اسے خرچ کرنے کا حق نہیں تھا پھر بھی اس نے خرچ کردیا تو اس کا بوجھ اس پر ہوگا اور سال کے گذر جانے کے بعد یہ نسبت اپنے مالک کے روکا نہیں گیا اس وقت کا خرچ گویا اپنے مالک کی اجازت سے خرچ ہوگا پس اُس کے ذمے ہوگا جیسے کہ اس کا اپنا قرض۔ اسیطرح سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی کھوئی چیز کے پاکر لا دینے والے کے لئے کوئی انعام مقرر کیا ہے تو کیا اس انعام کا مستحق اس چیز کا پیش کرنیوالا ہے یا نہیں ؟ تو جواب یہ ہے کہ اگر اس خبر کے ملنے سے پہلے وہ چیز اُسے ملی ہے تو وہ مستحق نہیں اس لئے کہ اس نے اس انعام کی خاطر اُسے نہ تلاش کی نہ پائی اور جب اس کا مالک ظاہر ہو گیا تو اس کا لوٹانا شرعاً اس کے ذمے تھا۔ ہاں اگر یہ خبر پالینے کے بعد اسے وہ چیز ملی ہے تو بیشک وہ اُس انعام کا مستحق ہے۔ اسی طرح کسی سے سوال ہوا کہ کیا ماں باپ کو اپنے لڑکے کے مال کا مالک ہونا یا اسے ہبہ کی ہوئی چیز کا واپس لے لینا جائز ہے ؟ تو جواب یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے ماں کو نہیں۔ اسی طرح جبکہ اس کے وارثوں میں سے سوائے باپ اور بیٹے کے دو گواہ گذریں اور زخم کی گواہی دیں تو اگر زخم کے بھر جانے سے پہلے ہی تو قبول نہیں کیونکہ تہمت کا امکان ہے اور اگر بعد ہے تو اس احتمال کے نہ ہونے

آدمی اُن پردے کریں اور انھیں طرح طرح کی مشکلیں اور ایذائیں دیں ان کی اہانت کریں اور ان پر دستِ تعدی دراز کریں اگر ایسا ہو تو کیا امام کو جائز ہے کہ انھیں پھر سے ان کی اول حالت پر لوٹا دے اور اُسی پہلے کی سی علوت پر انھیں جما دے اور ایسی کوئی علامت رکھدے جس سے وہ پہچان لئے جائیں کیا ایسا کرنا خلافِ شرع ہے یا نہیں؟ تو اُس مفتی نے جسے خدا کی طرف کی توفیق میسر نہ تھی اور راہِ حق سے جو روک دیا گیا تھا۔ اس نے اس سوال کا جواب لکھا کہ بیشک یہ جائز ہے اور امام کو چاہیئے کہ جس پر وہ پہلے تھے اسی پر انھیں پھر سے کردے۔ ہمارے شیخ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ فتوی دستخط کرنے کے لئے میرے پاس بھی آیا میں نے جواب دیا کہ انھیں پھر اس حالت پر بیجانا ہرگز جائز نہیں بلکہ اب جس حالت پر انھیں مقرر کیا گیا ہے جس سے ان کی تمیز مسلمانوں میں سے ہو جاتی ہے اس کا باقی رکھنا واجب ہے۔ سائلوں کا یہ گروہ مجھ سے مایوس ہو کر واپس چلا گیا لیکن پھر کچھ دنوں بعد وہ آئے اور اب کی مرتبہ انھوں نے سوال کا رنگ بدل دیا تھا اور چاہتے تھے کہ اس رنگ میں جواز کا فتوی حاصل کرلیں میں نے پھر بھی یہی جواب دیا وہ چلے گئے پھر آئے اور اب کی بالکل ہی جداگانہ سوال تھا میں نے کہا یہ سب تمہاری شرارتیں ہیں مقصود سب سوالات کا چونکہ ایک ہی ہے اس لئے میرا جواب تو وہی ہے جو تم سن چکے ہو پھر وہ خود سلطان کے پاس گئے اور ایسی زبردست دلیلیں دیں جن سے حاضرین دنگ رہ گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ بیشک انھیں اسی تمیزی حالت میں رکھا جائے فالحمد للہ۔ اسکی نظیریں بے شمار ہیں۔ شیطان نے اس طرح اپنے دوستوں کی زبان سے رنگین عبارتوں کے سوال میں فتوی لے لیا کہ جامع میں جو لیلۃ النصف میں ہوتا ہے وہ جائز ہے۔ الغرض یہ وہ شیطانی طریقہ ہے جس سے کئی ایک حق باطل کردیئے گئے اور کئی ایک باطل حق کردیئے گئے +

حق والوں کی کمی

عموماً لوگ ظاہر کلام ظاہر لباس ظاہر افعال پر نگاہیں ڈال لیا کرتے ہیں۔ اصل معاملہ کی تہ کو پہنچنے والے جو حقیقت پر نظریں رکھتے ہوں اور باطن کو ٹٹولتے ہوں بہت ہی کم ہیں ان کی گنتی تو دسویں حصے کے دسویں حصے کو بھی بمشکل پہنچتی ہے۔ اللہ ہی ہماری مدد کرے +

فرائض کے مسائل اور جوابات

انیسواں[19] فائدہ:۔ جب فرائض کا کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو مفتی پر یہ ضروری نہیں کہ میراث کے منع ہونے کے اسباب و وجوہ کو بھی بیان کرے اور یوں کہے کہ اس شرط سے کہ کافر نہ ہو غلام نہ ہو قاتل نہ ہو +

سوتیلے سگے بھائی کی تفصیل

ہاں جب بھائی وارث ہو تو یہ تفصیل کردے کہ اگر سگا ہے تو اُس کا یہ حق ہے اور اگر سوتیلا ہے تو اس کا یہ حق ہے۔ اسی طرح چچاؤں کے بارے میں ان کے لڑکوں کے بارے میں بھائیوں کی اولاد کے بارے میں دادے اور دادی کے بارے میں جب سوال کیا جائے تو بھی دونوں جگہ تفصیل و تفریق کی ضرورت ہے پہلی صورت میں مطلق سوال دلالت کرتا ہے اُس وارث پر جس کی میراث کا کوئی مانع نہ ہو جیسے کہ اگر سوال کیا جائے کہ کسی شخص نے بیاپار کیا یا مزدور رکھا یا اقرار کیا تو مفتی پر یہ ضروری نہیں کہ جواب میں صحت کے مانع گنوادے یعنی جنون اکراہ و جبر وغیرہ مگر اس وقت کہ اجمال بالکل برابر کا ہو حضور کے جوابات کو دیکھنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ آپ تفصیل وہاں کرتے جہاں حاجتِ تفصیل ہوتی لیکن جہاں حاجت نہ ہو وہاں تفصیل میں نہ جاتے کبھی اُس ظاہری چیز کا حوالہ دیدیتے جو دین و شریعت سے بالکل صاف ظاہر ہے مثلاً شروطِ حکم توابع حکم وغیرہ اس کی مثالیں قرآن میں بھی بکثرت ملتی ہیں مثلاً حرام عورتوں کے ذکر کے بعد فرمایا ان کے ماسوا اور سب تمہارے لئے حلال ہیں۔ تین طلاق کے ذکر کے بعد فرمایا پھر اس خاوند پر یہ عورت حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے اپنا نکاح نہ کرے۔ فرماتا ہے پاکدامن ایماندار عورتیں اور پاکدامن اہلِ کتاب عورتیں۔ پس متکلم اور مفتی پر یہ کچھ ضروری نہیں کہ ساری شرائطِ حکم اور سارے موانع حکم کا ذکر مسئلے کے بیان کے وقت کر ہی دے خواہ سائل اور متعلم کو اس سے کوئی ایسا فائدہ نہ بھی پہنچتا ہو۔ یاد رکھو بیانِ خداوندی سے زیادہ پورا کوئی بیان نہیں اور صحابہ اور تابعین کے طریق سے کوئی بہتر ہدایت نہیں +

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ط

اسے چھ میں ضرب دی جائے گی تو چھتیس ہو جائیں گے اسی سے اس کی تصحیح ہو گی۔ اگر میت عورت ہے تو اس کا فریضہ بھی چھ سے ہو گا پھر دو لڑکیوں میں سے ایک کے دو حصے رہ جائیں گے اور اس کے وارث نانی نانا اور باپ کی طرف کی بہن تو نانا کو کچھ نہیں ملیگا نانی کو سدس دیا جائیگا بہن کو نصف ملیگا باقی عصبہ کو دے دیا جائیگا مسئلہ چھ سے ہو گا اس کے حصے دو ہوں گے پس تین کو پہلے مسئلے میں ضرب دینے سے اٹھارہ ہو جائیں گے +

اصل مقصود

اس ساری بحث سے مقصود صرف اسی قدر ہے کہ جب سوال میں کئی احتمال ہوں تو مطلق اور مجمل جواب نہ دینا چاہیے بلکہ تفصیل واجب ہے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ عموماً مفتی صاحبان اس غلطی کے شکار ہو جاتے ہیں مفتی کے سامنے مسائل عجیب و غریب طرح طرح کے قالب میں ڈھلے ہوئے آتے ہیں تو اگر وہ اصل حقیقت تک نہ پہنچیگا تو ھلاک ہو گا اور ہلاک کرے گا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو مسئلے ایسے آجاتے ہیں کہ صورت میں ایک ہیں اور حکم میں الگ الگ ایک صورت میں صحیح اور جائز دوسری میں باطل اور حرام کیونکہ گو صورتاً یکساں ہیں لیکن حقیقتہً جداگانہ ہیں اگر مفتی نے ظاہر پر ہی نظر ڈالی تو بہت ممکن ہے کہ شریعت کی تفریق کو وہ جمع کر دے کبھی اس کے برعکس ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو مسئلے صورتیں مختلف ہیں لیکن حقیقت ایک ہے اس لئے حکم بھی ایک ہے تو ہو سکتا ہے کہ مفتی صاحب اختلاف صورت سے اختلاف حکم کر دیں حقیقت سامنے نہ رکھ کر ٹھوکر کھا جائیں اور خدا کے جمع کردہ کو مختلف اور متفرق کر دیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مسئلہ ایسا وارد ہو جسمیں قسمیں کئی ایک ہوں جن میں سے ایک کی طرف مفتی کا ذہن منتقل ہو جائے اور اسی کا جواب میں دھیان رہے تو ظاہر ہے کہ جواب کبھی بھی صحیح نہ ہو گا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ دین خدا کے خلاف جواب لینے کے دیئے خود سائل مسئلہ کی صورت ایسی پیاری ظاہر کرتا ہے کہ واہ واہ الفاظ ایسے چھچے تلے ہوتے ہیں کہ سبحان اللہ بس مفتی الجھ جاتا ہے اور اس کے قلم سے جو نکلتا ہے وہ بالکل ہی باطل اور غلط ہوتا ہے اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے کہ حق مسئلے کے خلاف سوال میں وہ بوچھاڑ ہوتی ہے کہ مفتی اس کے رعب میں آکر جواب میں ٹھوکر کھاتا ہے۔

لوگوں کی ظاہر بینی

اللہ اللہ کسقدر پھیلا میدان ہے اور بر کسقدر دھوکا دینے والی جھیل ہے

حق بات کو کبھی شیطان اس طرح اپنے دوستوں کی زبان سے جھٹلاتا ہے کہ وہ ناحق معلوم ہونے لگتی ہے اور کم دین اور کم عقل اور کم نظر انسان اس دھوکے میں بری طرح پھنس جاتے ہیں بہت سے باطل سے بچنے والے ایسے ہیں کہ شیطان لوگوں کی نظروں میں انھیں اپنے دوستوں کی زبانی حقیر کر دیتا ہے اور وہ بیچارے برائی کے ساتھ یاد کئے جانے لگتے ہیں عموماً لوگوں کی نظر پر اصل معاملے اور ٹھیک حق پر نہیں جمتیں لفظوں کی بندشیں وہ توڑ نہیں سکتے عبارت کی قید سے وہ آزاد نہیں ہو سکتے حق تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ الخ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے بہت سے جنات اور انسان شیاطین کو دشمن بنا دیا ہے جو بعض بعض کی طرف دھوکے بازی کی بنی سنوری باتوں کو وحی کرتے رہتے ہیں اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو ان سے اور ان کی افترا پردازی سے بے نیاز ہو جا۔ یہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے دل اس طرف جھک جائیں وہ اس سے خوش ہو جائیں اور پھر انھیں کرنا ہے کر گذریں +

شیخ الاسلامؒ کا فتوی

میں آپ کے سامنے ایک واقعہ بطور مثال کے ذکر کر دوں۔ ہمارے زمانے کے سلطان نے حکم جاری کیا کہ اہل ذمہ پر ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے عماموں کے رنگ کے عمامے نہ باندھیں بلکہ اس کے برخلاف وہ اپنے عمامے متغیر کر لیں بس اس حکم کا جاری ہونا ان کے لئے قیامت ہو گیا بہت ہی گراں گذرا۔ حالانکہ اسمیں بڑی بڑی مصلحتیں تھیں اس میں اسلام کا اعزاز تھا اور کافروں کی ذلت تھی اس سے مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں لیکن شیطان نے اپنے دوستوں اور بھائیوں کی زبان پر ڈالا اور انھوں نے فتوے کا ایک قالب ڈھالا جس سے اس غبار کو صاف کر لیں صورت یہ بنائی کہ علماء کرام کا فتوی اس بارے میں کیا ہے کہ اہل ذمہ کو ان کے ہمیشہ کے لباس کے خلاف لباس پہننے کو ضروری قرار دیا جائے اور ان کے قدیمی طریقے سے دوسرے طریق اور حالت پر ان کو لایا جائے جس سے انھیں راستوں میں میدانوں میں سخت ضرر پہنچے چھوٹے موٹے

حاصل کر کے دی ہے ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے جس طرح پہلی صورت میں اُسے صحیح علم کے بغیر زبان کھولنا ممنوع ہے اسی طرح دوسری صورت میں بھی۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیق +

صرف فقہ سے فتویٰ دینا جائز نہیں

اکیسواں[۲۱] فائدہ: ۔جب کسی شخص نے کچھ سمجھ بوجھ حاصل کر لی فقہ کی ایک یا کئی ایک کتابیں پڑھ لیں لیکن کتاب و سنت کی معرفت سے آثارِ سلف استنباط و ترجیح کے مادے سے وہ کورا ہے تو کیا اس کا فتویٰ بھی چل سکتا ہے؟ اس میں لوگوں کے چار قول ہیں مطلق جواز، مطلق منع جواز، بہ وقت نہ پائے جانے کسی اور مجتہد کے جواز جب اپنے امام کا قول کی دلیل کے مطابق ہو اور منع جب مطابق نہ ہو۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے یعنی اگر یہ ممکن ہو کہ سائل کسی اور عالم کے پاس پہنچ کر حق کی جانب جا سکتا ہو تو اُسے اس سے فتویٰ طلب کرنا جائز نہ اور سے اس کو فتویٰ دینا اور مفتی بن بیٹھنا جائز نہ ہاں جب اُس شہر میں اُس کے آس کوئی ایسا جید عالم نہ ہو جس سے سائل اپنی تشفی بھرا جواب پا سکے تو پھر لامحالہ اس سے پوچھنا پڑے گا بے علمی میں خود ہی کچھ سوچ نے اس سے تو یہی بہتر ہے اسی طرح حیرت و تردد میں رہ جائے اور جہالت اور اندھیرے میں پھنسا رہے اس سے یہی بہتر ہے۔ کیونکہ اپنی طاقت بھر تقوے کا حکم ہے جو یہ بجا لا چکا +

غیر جامع شروط قاضی

اس مسئلے کی ٹھیک نظیر سنئے بادشاہ کو کوئی قاضی شرائطِ قضا کا جامع نہیں ملتا تو ظاہر ہے کہ شہر کو بغیر قاضی کے تو چھوڑ نہیں سکتا لامحالہ ایسے وقت جو بہتر سے بہتر مل جائے اُسی پر قناعت کی جائے گی۔ جیسے کہ ایک شہر میں فاسق ہی فاسق ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کی آپس میں شہادت مان لی جائے گی ورنہ پھر مقدمات کیسے طے ہونگے ہاں ان میں جو بہتر ہوں انھیں چھانٹ لیا جائے گا۔ اور جیسے کہ حرام اور شبہ والی چیز ملتی ہو محض حلال میسر نہ ہو تو ظاہر ہے کہ حرام پر تو شبہ والی چیز کو ہی ترجیح دیجائیگی اسی طرح عورتوں کی شہادت بدنی حق میں آبرو کے حق میں مال کے حق میں آپس میں ایک کی دوسری پر معتبر مانی جائے گی جب کہ کسی واقعہ میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں جیسے حمام میں یا نکاح کے مجمع میں تو جو بھی ان میں معتبر سمجھی جائے اس کی شہادت قبول کی جائے گی ورنہ مظلوم کا حق مارا جائیگا اور دین کی اقامت مشکل ہو جائے گی دیکھئے سفر کی وصیت میں کافروں کی شہادت مسلمانوں کے بارے میں قبول کر لینے کا خدائی فرمان قرآن کی آخری اتری ہوئی سورت میں موجود ہے جسے کسی اور آیت نے منسوخ نہیں کیا نہ سنت سے نہ اجماع سے اس کے خلاف کچھ ثابت ہوا شریعت میں لائق بھی یہی ہے ورنہ بندوں کی مصلحتیں فوت ہو جائیں احکام مطابقِ امکان ہوتے ہیں بندوں کے حقوق بیکار کر دینے میں کوئی مصلحت نہیں۔ ابھی جو صورتیں بیان ہوئیں آپ نے ان میں دیکھ لیا ہو گا کہ فاسقوں کی شہادتیں قبول کرنے کا موقعہ بھی آیا جاہلوں کے فتوے ماننے کا موقعہ بھی آیا۔ پس جس واقعہ میں عورتیں ہی عورتیں ہوں وہاں کوئی مرد ہو ہی نہیں اور ہم عورتوں کی شہادت معتبر نہ مانیں تو اس کے صاف معنی یہی ہوئے کہ وہ قضیہ یونہی رہ جائے اور حق تلف ہو جائے اسی طرح مثلاً کسی قضیہ میں صرف کفار ہی کفار ہوں کوئی مسلمان وہاں نہ ہو تو اب کیا کیا جائے گا؟ سوائے اس کے کہ ان کی شہادتیں ان پر معتبر مانی جائیں۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کے معاملات اور ان کے زخموں کے بارے میں بچوں کی شہادت قبول فرمائی اور کسی صحابی نے اس کے خلاف نہیں کیا۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام احمدؒ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب ان کی سچائی کا زیادہ گمان ہو سکتا ہو تو ان کی شہادت مان لی جائے گی مثلاً وہ ابھی اپنے گھر نہیں گئے کوئی ان سے نہیں ملا وغیرہ بات بھی یہی ٹھیک ہے وباللہ التوفیق۔ امام صاحب کے اصحاب کے کلام کی اس میں دو شقیں ہو گئی ہیں بہت بڑی جماعت کا تو یہ حکم ہے کہ تقلیدی فتوے اور تقلیدی احکام کوئی چیز نہیں ہیں۔ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مفتی بطورِ حکایت ذکر کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابو اسحاق بن شاقلا جامع منصور میں بیٹھے ہوئے ایک دن کہنے لگے کہ مفتی کو چار لاکھ حدیثیں یاد ہوں تو وہ فتویٰ دینے کے قابل ہو سکتا ہے تو کسی شخص نے کہا کیا آپ کو اتنی حدیثیں یاد ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو اُن کے فتوے ذکر کر دیتا ہوں جنھیں اتنی حدیثیں یاد تھیں۔ ابو الحسن بن بشار کہتے ہیں

مقلد کو تقلیدی طور پر فتویٰ دینا

بیسواں فائدہ:۔ مقلد کو جائز نہیں کہ وہ دین خدا میں وہ فتویٰ دے جس کا اس کے پاس سوائے اس امام کے قول کے جس کی وہ تقلید کرتا ہے اور کوئی دلیل قرآن حدیث کی نہیں۔ اس بات پر تمام سلف صالحین کا اجماع ہے حضرت امام احمدؒ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے تو صراحت کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے۔ امام ابو عمرو بن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو عبداللہ حلیمی نے جو ماوراء النہر کے تمام شافعیوں کے پیشوا ہیں اور قاضی ابوالمحاسن رویانی نے جو مذہب کے ایک بہتے ہوئے سمندر ہیں اور ان کے سوا اور بزرگوں نے صاف طور پر اس بات کو فیصل کر دیا ہے کہ مقلد کو تقلیدی مسائل کا فتویٰ دینا درست نہیں۔ شیخ ابو محمد جوینیؒ نے شافعی کے رسالے کی اپنی شرح میں اپنے اوستاد امام ابو بکر قفال مروزیؒ سے ذکر کیا ہے کہ جس مقلد نے اپنے امام کے فتوے یاد کر رکھے ہوں اُسے ان فتوؤں پر بحیثیت مقلد ہونے کے فتویٰ دینا درست ہے اگر چہ وہ اس کی باریکیوں اور حقائق کا عالم نہ ہو جیسے کہ کسی عامی نے اگر مفتیوں کے فتوے جمع کر رکھے ہوں تو اُسے ان فتاووں سے کوئی مسئلہ بتلانا جائز نہیں۔ لیکن جب وہ اس میں تبحر رکھتا ہو تو جائز ہے۔ امام ابو عمروؒ کہتے ہیں کہ ناجائز نہ ہونا اس صورت میں ہے کہ خود اپنی طرف سے جواب دے بلکہ اُسے چاہیئے اپنے غیر کی طرف اضافت کر کے حکایت کرے اور اپنے امام کا قول بیان کر دے۔ دراصل ایسے لوگ مفتی نہیں ہیں یہ مفتیوں کی جگہ پہ کھڑے ہو گئے ہیں اور اپنے دعوے کی وجہ سے مفتیوں میں شمار کر لئے گئے ہیں پس ان کا زیادہ سے زیادہ حق یہ ہے کہ مثلاً یوں کہدیں کہ اس مسئلے میں شافعی مذہب کا فتویٰ یوں ہے یا ان کے مذہب کے مقتضا یہ ہے یا اور کوئی ایسے ہی الفاظ ضرور کہدینے چاہئیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جس بات کا صریح علم لوگوں کو ہو وہاں وہ امام کی طرف نسبت چھوڑ دیں۔

کتب فقہ کا حال اور ان کا غیر معتبر ہونا

میں کہتا ہوں امام ابو عمروؒ نے بات تو معقول کہی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس مرتبے کے شخص کو یہ کہنا کہ امام شافعی کا یہ مذہب ہے یہ بھی اس وقت روا ہے جب اس کی نگاہ سے امام صاحب کا کوئی صاف اور صریح قول گذرا ہو یا اُن کے مذہب کے ماننے والوں میں اُس قول کی کافی سے زیادہ شہرت ہو۔ جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو اونچی قرأت والی نماز میں با آواز بلند پڑھنا صبح کی نماز کی آخری رکعت میں قنوت پڑھنا اور فرض روزوں کی نیت رات سے ہونا وغیرہ۔ صرف شافعی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں کسی مسئلے کو پاکر اس کی نسبت یہ کہدینا کہ یہ امام شافعی کا مسئلہ ہے یہ کسی طرح لائق نہیں کیونکہ ان کتابوں میں بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں جن میں امام صاحب سے کوئی روایت لفظوں سے مروی نہیں اور ان میں بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں جن میں خود امام صاحب سے اُن کے خلاف مروی ہے اور ظاہر لفظ بالکل خلاف موجود ہیں اور بہت سے ایسے مسائل بھی پائے جاتے ہیں کہ امام صاحب کے کسی قول کے مقتضیٰ سے وہ ماخوذ ہیں اور اس کے قائم کرنے میں ان فقہا کی سمجھ میں اختلاف ہوا ہے اس لئے وہ مسائل بھی مختلف ہیں یہانتک کہ ایک تو اس کا اثبات امام صاحب کی طرف منسوب کرتا ہے اور ایک اس کی نفی۔ یہی حال باقی کے تینوں اماموں کے مذہب کی فقہ کی کتابوں کا ہے پس اس صورت میں مفتی کو کیسے اس کی گنجائش رہے گی کہ وہ منہ کھول کر کہدے کہ یہ مذہب امام شافعیؒ کا یا امام مالکؒ کا یا امام احمدؒ کا یا امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ امام ابو عمروؒ کا یہ کہنا کہ ایسا مفتی یہ کہدے کہ اس کے امام کے مذہب کا مقتضا یہ ہے یہ بھی اسی وقت کہہ سکتا ہے جب کہ اپنے امام کے ماخذ سے اس کے مدار سے اس کے قواعد سے جمع اور تفریق کے لحاظ سے پوری طرح عالم ہو اور صحیح طور پر یقین کر چکا ہو کہ یہ حکم اس کے اصول کے مطابق ہے اس کے قواعد کے خلاف نہیں پوری طاقت اور کوشش اس کے سمجھنے میں کر چکا ہو تب کہہ سکتا ہے کہ یہ ہے مقتضیٰ اس کے مذہب کا نہ یہ کہ اتنا علم نہ ہو اور کہدے کہ مقتضائے مذہب امام یہ ہے۔ اگر اتنی طاقت نہ ہو تو اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف اٹھا کر تکلف کر کے جو زبان پر چڑھا نہ نکال دے۔ غرض مفتی شرعی حکم کی خبر دیتا ہے یا تو وہ خبر خدا رسولؐ کی باتوں میں سمجھ حاصل کر کے دی ہے یا اپنے امام کی باتوں میں مہارت

چیزیں حلم کے خلاف ہیں بدوی لوگوں کی سخت گیری بے علموں کی لفاظی غصے والوں کی غضبناکی جہالت والوں کا شور و غوغا اُس حلم کے پہاڑ کو ہلا نہیں سکتا یہ اپنے نفس کا مالک رہتا ہے انجام پر نظریں ڈال کر آغاز کو سنبھال لیتا ہے غضب اور شہوت کو اپنے اوپر غالب آنے نہیں دیتا خیر و شر فساد و صلح تو علم سے معلوم کر لیتا ہے اور حلم سے خیر و صلح پر جم جاتا ہے اور شر و فساد سے پرہیز کر لیتا ہے۔ علم سے نیکی معلوم کر لیتا ہے اور حلم سے اس پر جم جاتا ہے تمہیں ایسے لوگ مل جائیں گے جو خیر و شر کو جانتے ہوں لیکن خیر پر جمنے اور شر سے رکنے کی انہیں توفیق نہ ہو ایسے بھی مل جائیں گے جو مشقتوں پر صبر کر لیں اور علم سے کورے ہوں۔ ایسے بھی ملیں گے جن میں نہ صبر ہو نہ علم ہو لیکن ان دونوں چیزوں کے جامع جن میں علم اور حلم دونوں ہوں بہت ہی کم ملیں گے جب تجھے کوئی ایسا شخص ملجائے تو تو یقین کرلے کہ حقیقی مرشد وہی ہے ہدایت اور حق کا پیشوا وہی ہے تو اس کے پیچھے لگ جا۔ رہا وقار اور سکینت یہ دونوں چیزیں حلم کا پھل اور اس کا نتیجہ ہیں +

تفسیر سکینہ

گو ہم جانتے ہیں کہ زمانے کی روش کچھ اور ہی ہے لیکن تاہم اپنے ناقص علم اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ہم سکینہ کی تھوڑی بہت تفصیل کر دینا چاہتے ہیں کیونکہ اس کی سخت ضرورت ہے سکینہ بروزن فعلیہ سکون سے ماخوذ ہے دلی اطمینان کا دل کی ثابت قدمی کا نام سکینہ ہے اس کی اصل دل میں ہوتی ہے اس کا اثر تمام جسم پر ہوتا ہے اس کے مرتبے ہیں عام بھی اور خاص بھی۔ انبیاء علیہم السلام کا سکینہ غایت درجے کا اور بہترین اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے۔ کیا وہ سکینہ بے نظیر نہیں کہ ایک انسان کے خلاف عالم تمام ہے اس کے لئے گویا جہنم بھڑکائی گئی ہے منجنیق میں بٹھا کر اُسے اُس بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جا رہا ہے لیکن اللہ اللہ دل ہے کہ مطمئن ہے آنکھیں ہیں کہ خدا پر لگی ہوئی ہیں جسم ہے کہ بلاؤں پر صابر ہے کیا مجال کہ زبان سے اُف بھی نکل جائے جبھی تو خلیل خدا خطاب پایا صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ خلیل اللہ کی اس نہ لرزنے والی سکینت کو سامنے رکھ کر اب کلیم اللہ کی سکینت کو دیکھئے کہ پشت کیطرف سے فرعونی لشکر کا دریا چڑھا آیا ہے منہ کی جانب سچ مچ کے پانی کا دریا وہ لہریں لے رہا ہے کہ دل ڈوب جائے لیکن کیا مجال جو پیشانی پر شکن بھی پڑ جائے۔ اس وقت کی سکینت جبکہ خدا کی ندا اس کا کلام حقیقی طور پر

اپنے کانوں سے سن رہے ہیں بے شک ناقابلِ احاطہ ہے معمولی لکڑی کو غیر معمولی اژدہے کی صورت میں دیکھتے ہیں لیکن دل کی سکینت اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی۔ ایک وقت وہ بھی ہے کہ میدان سانپوں سے پُر ہے جادوگروں نے اپنے فن کا پورا مظاہرہ کیا ہے لیکن خدا کی طرف کی تسکین حضرت موسیٰؑ کو ثابت قدمی کا پہاڑ بنائے ہوئے ہے اسی طرح وہ سکینت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل ہوئی تھی اُس وقت جبکہ آپ مع اپنے یارِ غار کے کوہ حرا کی گھاٹی میں چھپے ہوئے تھے اور کفار کی دوڑ عین سر پر آپہنچی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں پر بھی نظر ڈال لے تو آپ کو دیکھ لے۔ اسی طرح وہ مواقع ہیں جہاں کفار نے اپنی ان گنت زوردار فوجوں سے آپ کو گھیر لیا تھا جیسے جنگِ بدر جنگِ حنین جنگِ خندق وغیرہ یہ ثابت قدمی بجائے خود زبردست معجزہ ہے جو انسانی عقل سے بالاتر ہے جھوٹے آدمی خصوصاً جو خدا پر جھوٹ باندھتے ہوں وہ تو بڑے ہی بودے دل والے کمزور کلیجے کے سخت ڈرپوک بزدل اور بے ہمت ہوتے ہیں ایسی جگہ تو اُن کے قدم لڑکھڑا جاتے ہیں وہ چکر کھا کر گر پڑتے ہیں وہ گھگیا جاتے ہیں اور حواس باختہ ہو کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ واللہ اگر اس تسکین اور دل جمعی پر ہی ایمان کی اور انصاف کی نظریں ڈالی جائیں تو نبیوں کے اور معجزوں کی عقلمندوں اور آنکھوں والوں کو تو ضرورت ہی نہ رہے یہ تو ہوئی خاص الخاص سکینت اب اس سے کم درجے کی جسے خاص سکینت کہا جائے وہ انبیاء کے تابعداروں کو حاصل ہوتی ہے جسقدر وہ تابعداری کے ذوق میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اس وصف میں بھی چڑھے ہوئے ہوتے ہیں یہ ایمان کا سکینہ ہے جو دل کو شک شبہ سے پاک کر دیتا ہے۔ دیکھئے حدیبیہ کے دن کیا ہوا وہ قلق و اضطراب کا موقعہ تھا کہ اچھے اچھوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے صبر کی لگام ایک سرے سے سب کے ہاتھوں سے چھوٹ چکی تھیں عین اسوقت سکینۂ خداوندی نازل ہوتا ہے اسی احسان کا بیان آیت هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ الخ میں ہے کہ خدا نے مومنوں کے دل میں تسکین نازل فرمائی کہ وہ ایمان میں اور بڑھ جائیں آسمان و زمین کے تمام لشکر اللہ کی ملکیت میں ہیں اللہ علیم و حکیم ہے پس بیان فرمایا کہ باطنی اور ظاہری لشکروں سے مدد یہ خدا کا احسان ہے اور باطنی مدد دل کی تسکین ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جن مومنوں نے

کہ اگر کسی شخص کو امام احمدؒ کے تین چار فتوے ہی معلوم ہوں تو وہ اس ستون کے سہارے بیٹھ کر انھیں امام صاحب کے نام سے بیان کر سکتا ہے ✦

بعض مسائل کا علم اور ان کا فتویٰ

بائیسواں فائدہ:- کسی عامی آدمی کو کوئی مسئلہ مع دلیل معلوم ہو تو کیا وہ اسکا فتویٰ دے سکتا ہے؟ اور دوسرے اُسے مان سکتے ہیں؟ اس میں شافعیہ وغیرہ کے تین قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ جائز ہے کیونکہ اُس خاص مسئلہ کی دلیل اس کے پاس ہے اس لئے وہ اس کا عالم ہے مانا کہ اس سے بڑے عالم کو جو ملکہ اور قوت ہے اسے نہیں۔ وہ ثبوت دے سکتا ہے وہ معارضوں کو دفع کر سکتا ہے تو یہ ایک زائد چیز ہے دلیل کی معرفت کے علاوہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں استدلال کی اہلیت نہیں اُسکی شروط کا علم نہیں اُس کے خلاف دلائل کو جانتا نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جسے وہ دلیل سمجھا ہے درحقیقت دلیل ہی نہ ہو۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر قرآن کی آیت یا حدیث رسولؐ بطور دلیل کے اُسے معلوم ہے تب تو اُسے فتویٰ دینا جائز ہے۔ اور اگر کچھ اور معلوم ہے تو پھر جائز نہیں۔ اسلئے کہ قرآن حدیث کا خطاب تمام مکلفین سے ہے پس ہر ایک انسان کو جو کتاب وسنت پہنچے اس پر عمل کر لینا اور دوسرے کی اس کی طرف رہبری کرنا اور اُسے بتلانا بے شک وشبہ جائز ہے ✦

مفتی میں یہ پانچ وصف ہونے ضروری ہیں

تئیسواں فائدہ:- حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی میں یہ پانچ اوصاف نہ ہوں وہ مفتی ہونے کے قابل نہیں۔ ایک تو یہ کہ اسکی نیت اچھی ہو جب تک نیت اچھی نہ ہو نہ اُسے خود نورانیت حاصل ہوگی نہ اس کے کلام میں نورانیت ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اس میں حلم وقار اور سکینہ ہو۔ تیسرے یہ کہ پورا علم اور کافی مہارت اور اچھی قوت ہو۔ چوتھے یہ کہ کفایت ہو ورنہ لوگ اُسکے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ پانچویں یہ کہ لوگوں کی پہچان ہو امام صاحب کے اس فرمان سے خود امام صاحب کی کس قدر جلالت اور بزرگی علم ظاہر ہوتی ہے فی الواقع فتوے کی عمارت کی یہ ستون اور دیواریں ہیں ان میں سے اگر ایک بات بھی نہ ہوئی یا کسی اور وجہ میں ہی کمی ہوئی تو جتنی کمی اس میں ہوگی اتنی ہی کمی خود مفتی میں رہ جائے گی۔ نیت تو جڑ ہے ستون ہے روح عمل ہے باقی باتوں کی پیشوا اور جڑ ہے تمام اعمال اسی کے تابع ہیں یہ خراب تو سارا عمل باطل یہ اچھی تو سارا عمل درست یہی توفیق کو کھینچ لاتی ہے اسی کے نہ ہونے سے توفیق چھن جاتی ہے اسی کی کمی بیشی دنیا آخرت کی نیکی کی کمی بیشی ہے۔ بہت سے ایسے مفتی بھی ہیں کہ جن کی نیت خوشنودی خدا رضائے رب ہوتی ہے اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو طمع دنیاوی میں یہ جاتے ہیں فتوے دونوں دیتے ہیں لیکن ان کے مرتبوں میں مشرق مغرب کی دوری ہے پہلا شخص تو خدا کے دین کا بول بالا اس کے رسول کی اطاعت اور شریعت کا اظہار چاہتا ہے۔ دوسرا دنیا طلبی وجاہت کی چاہت میں اپنے تئیں اچھلنے اور منوانے کی فکر میں ہے اسے نہ کتاب وسنت کی موافقت سے غرض نہ مخالفت سے ڈر اپنے توے کی خیر منا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ مخلصوں کو وہ ہیبت دیتا ہے نور دیتا ہے اون کی محبت اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے لوگوں کی توجہ ان کی طرف ہو جاتی ہے ان کے دل اُن کی مٹھی میں آجاتے ہیں یہ بوجہ اپنے اخلاص کے اپنی نیک نیتی کے اور اپنے اچھے معاملے کے جنت کے درجے اور دنیا کی بلندیاں پاتا ہے اور وہ بوجہ اپنی ریاکاری اور غلط کاری کے خدا کی اور نیک مخلوق کی نظروں سے گر جاتا ہے سب کے نزدیک حقیر ہو جاتا ہے لوگ اُس سے کڑھنے لگتے ہیں اور اس کی کوئی عزت باقی نہیں رہتی مخلص کو رعب اور محبت ملتی ہے اور ریاکار کو ذلت اور عداوت نصیب ہوتی ہے۔ حلم وقار اور سکینہ یہ علم کا لباس اور علم کا جمال ہیں اُن سے جو شخص خالی ہو وہ گویا ننگا آدمی ہے جس کے بدن پر کپڑا نہیں سلف کا قول ہے کہ علم سے جب حلم مل گیا تو سونے پر سہاگہ ہو گیا ✦

مفتیوں کی چار قسمیں

اس بارے میں لوگ چار قسم کے ہیں بہترین لوگ وہ ہیں جنھیں علم اور حلم دونوں چیزیں عطا ہوئی ہوں بدترین لوگ وہ ہیں جو ان دونوں کمالات سے محروم ہوں۔ تیسری قسم کے وہ ہیں جنھیں علم ہو اور حلم نہ ہو چوتھی قسم کے وہ ہیں جنھیں حلم ہو لیکن علم نہ ہو حلم علم کی زینت رونق اور جمال ہے طیش جلد بازی تیزی عجلت غیر مستقل مزاجی یہ سب

تسکین دل کا میسر نہ آنا علامت ہے مقصد میں ناکام رہنے کی برباد ہونے کی اور مکروہات کا سامنا ہونے کی اور انجام کے بگڑنے کی۔ امام صاحبؒ کا یہ فرمان کہ وہ قوی ہو اور ہو بھی معرفت وعلم پر اس کے یہ معنی ہیں کہ علم میں کامل ہو دلیر ہو دل کا بڑا ہو بودا نہ ہو اگر دل کا کمزور ہے یا علم کا کمزور ہے تو بہت سی جگہوں میں وہ حق سے پیچھے رہ جائیگا اور حق کا ساتھ چھوڑ دیگا علم کی کمی ہوگی تو آگے نہ بڑھنے کی جگہ بڑھ جائے گا اور پیچھے نہ ہٹنے کی جگہ پیچھے رہ جائے گا اور اگر دونوں کمزوریاں ساتھ ہوئیں تو نہ حق کو دیکھیگا نہ اُسے جاری کر سکیگا پس مفتی کو علمی قوت کی بھی ضرورت ہے اور اس کے جاری کرنے کیلئے مادی قوت کی بھی ضرورت ہے، حق بات زبان سے نکال دینا محض بے سود ہے جب تک کہ اس پر عمل کرانے کی قدرت نہ ہو۔ چوتھا وصف آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کفایت ہو ورنہ لوگ اُسے چبا جائیں گے یہ بھی بالکل درست ہے اگر وہ فقیر مسکین حاجتمند ہوا تو لوگوں کی طرف جھکیگا اُن کے ہاتھوں کو تکے گا اون کی جیبیں ٹٹولے گا جب اُن سے یہ مال حاصل کرنا چاہیگا تو ظاہر ہے کہ وہ بوٹی دیکر بکرا لیں گے چند ٹکلیوں کے بدلے اس کی آبروریزی ہوگی وہ اس کا گوشت کھائیں گے بلکہ اس کا دینی نقصان بھی کریں گے جتنا وہ ان سے حاصل کریگا اس سے کئی گنا زیادہ وہ اس سے حاصل کرینگے +

علما کی مال داری

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کھاتے پیتے آدمی تھے مال ضائع نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر یہ مال نہ ہوتا تو یہ امیر لوگ ہمیں اپنے ہاتھوں کے رومال بنا لیتے۔ یاد رکھو جس عالم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے غنی کر دیا ہے اُس کی تو اللہ کی طرف سے اپنے علم کے جاری کرنے پر مدد کی گئی ہے جو دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہے سمجھ لو کہ اس کا علم مر رہا ہے اور وہ اُس کی موت کو دیکھ رہا ہے۔ آپ نے پانچویں خصلت یہ بیان فرمائی ہے کہ اُسے لوگوں کی معرفت حاصل ہو حقیقت میں مفتی اور قاضی کو اس کی بھی اشد ضرورت ہے جب اسے جان لیگا اور امر و نہی سے واقف ہو جائے گا تو تو ہر چیز کو وہ قرینے سے رکھ سکیگا ورنہ اندھیر کر دیگا ظالم جو مظلوم نما بن کر آئے گا دھوکہ دے جائے گا اور جو مظلوم اسکی نگاہ میں ظالم جچیگا وہ اپنے انصاف سے محروم رہ جائیگا حق والے کی صورت بنا کر باطل والا مقدمہ جیت جائیگا اور حق والا منھ بیٹھتا رہ جائیگا مکر چال فریب حیلہ اس پر چل جائے گا صادق وکاذب کو وہ نہ پہچان سکیگا کپڑے اور صورت اس کے سامنے سفارشی بنجائے گی اور اسے تہ کو نہ پہنچنے دے گی اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کے پہچاننے میں غلطی ہے وہ بھلے برے کی صحیح تمیز نہیں کر سکتا لوگوں کی چالبازیوں مکاریوں اور فریب کاریوں کو نہیں جان سکتا۔ سنو تغیر زمانہ کے ساتھ ہی فتویٰ بھی متغیر ہو جاتا ہے زمان ومکان احوال واشکال کا معاملے پر بھی اثر پڑتا ہے اور دین اللہ میں یہ سب باتیں موجود ہیں جیسے کہ پہلے بیان گذر چکا وباللہ التوفیق +

فتووں کے متعلق حضرت امام احمدؒ کے زرین اقوال

چوبیسواں فائدہ: ۔ اُن اقوال کے علاوہ جو اوپر بیان ہوئے آپ کے مندرجہ ذیل اقوال بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ وجوہ قرآن کا عالم ہو حدیث کی سندوں کا جاننے والا ہو سنتوں کا علم رکھتا ہو۔ فرماتے ہیں جو شخص کتاب اللہ سنت رسول اللہ کا واقف کار نہ ہو اُسے فتویٰ دینا جائز نہیں۔ فرماتے ہیں مفتی کو علماء سلف صالحین کے اقوال کا علم بھی ضروری ہے ورنہ اُسے فتویٰ نویسی نہیں کرنی چاہئے۔ فرماتے ہیں انسان پر واجب ہے کہ جس جس امر میں لوگوں نے کلام کیا ہے اسکا علم حاصل کرے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کسی شخص کو طلاق وغیرہ کا مسئلہ دریافت کرنا ہے اس کے شہر میں اہل رائے بھی ہیں اہلحدیث بھی ہیں لیکن اہلحدیث ایسے ہیں جو صحیح ضعیف حدیث کی پوری تمیز نہیں کر سکتے اس صورت میں وہ مسئلہ کس سے پوچھے؟ آپ فرماتے ہیں باوجود علم کی اس ظاہر کمی کے بھی اُسے ان اہلحدیث سے ہی مسئلہ پوچھنا چاہئے اہل رائے سے پھر بھی نہ پوچھے میرے نزدیک تو ضعیف حدیث بھی رائے سے بہت بہتر ہے۔ آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ ایک لاکھ حدیثیں جسے یاد ہوں کیا وہ فقیہ ہے؟ فرمایا نہیں کہا دو لاکھ؟ فرمایا نہیں کہا تین لاکھ فرمایا نہیں، کہا چار لاکھ؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ کو ہلا کر اشارہ کیا۔ خود حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ آپ سے سوال ہوا کہ جس کے پاس کتابیں

تیرے ہاتھ پر درخت تلے بیعت کی اُن سے خدا راضی ہوگیا اُن کے دلوں کی حالت اُس نے معلوم کرلی اور ان پر سکینہ نازل فرمایا اور انھیں قریبی فتح عنایت فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ کفار قریش نے جب بیت اللہ سے روکا قربانیوں کو اُن کے حلال ہونے کی جگہ نہ جانے دیا ظلم وجبر کی شرطیں منوائیں تو اس پر مسلمانوں کے دلوں میں ہیجان واضطراب کی غصے اور رنج کی لہریں اٹھنے لگیں قلق واضطراب نے ان کے دل گھیر لئے صبر وسہار کی طاقت نہ رہی عین اُس وقت مالک الملک ارحم الرحمین نے ان کے دلوں میں سکون وتسکین اتاری اپنے لطف ورحمت سے ان کے دل برقرار کر دیئے اور انھیں مطمئن کر دیا یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ ان کے دل میں جو محبتِ خدا ورسول تھی اُسے دیکھ کر خدا نے ان کے دلوں میں سکینہ بھر دیا اور بے قراری اور پریشانی دور فرمادی بظاہر یہ آیت دونوں امر کو شامل ہے یعنی اُس وقت دل میں اضطراب اور بے چینی بھی تھی اور ساتھ ہی ایمان اور محبتِ دین بھی تھی دونوں کے باعث تسکینِ خداوندی نازل ہوئی اور دل کی حالت بہتر سے بہتر بنا دی گئی۔ اس کے بعد فرمان ہے کہ کافروں نے اپنے دلوں میں حمیتِ جاہلیت جما رکھی تھی اس کے خلاف خدا نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی اور انھیں کلمۂ تقویٰ پر ثابت قدم کر دیا اور فی الواقع یہ جماعت اسی قابل تھی بھی اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ حمیتِ جاہلیت کے مقابلے میں سکینۂ الٰہی کتنی موزوں چیز ہے بدکلمات اُدھر ہیں تو نیک باتیں یہاں ہیں دل میں سکون زبان پر پاک کلمہ ادھر دل میں تعصب زبان پر بدکلامی یہی وہ لشکر رحمانی تھا جو لشکر شیطانی کے مقابلے میں آیا تھا اسی سکون کا نتیجہ تھا کہ دل فرمانِ رسولؐ کی طرف جسم اطاعتِ نبی کی طرف جھک گئے شک شبہ کافور ہوگیا برائیاں دل سے دور ہوگئیں شیطانی وسوسے ایمانی باتوں سے بدل گئے ان کے دور ہونے سے ایمان میں قربِ خدا میں اور بڑھ گئے اور انھیں یقین ہوگیا کہ وہ ایمان پر اور نیکی پر راستی پر اور ہدایت پر ہیں +

فصل

ایک قسم سکینہ کی عبودیت کے وظائف کی بجا آوری کے وقت خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے اس سے بندوں میں خشوع خضوع آجاتا ہے اس کی آنکھیں برس پڑنے لگتی ہیں اس کا دل خدا کی طرف جھک جاتا ہے دل اور زبان اور جسم تینوں ملاکر وہ خدا کی عبادت کرتا ہے دل میں اس سکون کی وجہ سے خشوع اور اخلاص پیدا ہوتا ہے اور دل کا یہ خشوع جسم کو بھی خدا کی طرف جھکا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص کو نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا کہ اگر اس کا دل اللہ سے لگا ہوا ہوتا تو اُس کے جسم کے اعضا بھی اسی جانب مشغول ہو جاتے۔ اگر تو دریافت کرے کہ قسمیں اور نتیجہ اور پھل اور علامت تو معلوم ہوگئے لیکن اسبابِ حالیہ اس کے کیا ہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ اس کا سبب بندے کا اپنے مراقبے میں خدا رسی کے اُس درجے کو پہنچ جانا ہے کہ گویا وہ خدا کو بچشم خود دیکھ رہا ہے جتنا وہ اس مراقبہ میں بڑھتا جائیگا اتنا ہی حیا میں سکون میں حمیت میں خضوع میں خشوع میں خوف امید میں بڑھ جائیگا اور یہ بات بغیر اس کے اُسے حاصل نہیں ہوسکتی دل کی کل اصلاحوں کا مدار مراقبہ پر ہے اور اس کا قیام ہی اس کا ستون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کے اعمال کے اصول اور فروع سب اپنے ایک ہی کلمہ میں بیان فرما دیئے چنانچہ فرماتے ہیں احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسی عبادت کرے کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے اب تو آپ غور کرلے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کل مقاماتِ دین اور کل اعمالِ دلی کی جڑ اور اصل یہی ہے الغرض بندہ ان وسوسوں کے وقت جو اس کے دل میں ایمان کے خلاف شیطان کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں اور اعمال کے وقت جو خطرے اس کے سامنے پیش آتے ہیں کہ اس میں سے قوت چھن جائے اور غم و رنج میں پڑ جائے اور ایمان میں کمی آجائے بہت ہی محتاج ہوتا ہے کہ اُسے خدائے تعالیٰ تسکین واطمینان عطا فرمائے تاکہ دل مضبوط ہو جائے سانس ٹھہر جائے اور کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اسی طرح خوشی اور راحت وآرام کے وقت بھی اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ کہیں اس وقت حد سے نہ گذر جائے اور شریعت کو ٹھکرا نہ دے اگر سکونِ خداوندی مل جائے تو وہ اپنے قدم اپنی چادر میں ہی رکھ سکتا ہے اور خیر سے جدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ توفیق نصیب کرے۔ جب کہ رنج دہ اسباب کا ہجوم ہو جاتا ہے جبکہ ظاہری باطنی اختلافات کے تودے لگ جاتے ہیں اُسوقت انسان اطمینان وسکون کا کیسا کچھ محتاج ہوتا ہے اگر اُسے سکون ملجائے تو اس وقت خوب نفع میں رہتا ہے اور انجام بہتر ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر دل کا سکون میسر آجانا علامت ہے کامیابی کی مقصد کے پورا ہونے کی اور نامرادی کے دفع ہونے کی۔ اور ایسے وقت

ایک مرتبہ حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن کو روتے دیکھکر کسی نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ان بے علم مفتیوں نے اسلام میں جو رخنے ڈالنے شروع کئے ہیں اس کا رونا رو رہا ہوں۔ واللہ یہاں کے بعض مفتی چوروں سے زیادہ جیل خانے کے مستحق ہیں۔ آہ اگر آج امام ربیعہ زندہ ہوتے اور ان مفتیوں کو دیکھتے جو باوجود جہالت کے باوجود قرآن وحدیث کی بے علمی کے باوجود باطن خبیث ہونے کے باوجود ظاہر بھی درست نہ ہونے کے باوجود سلف کے آثار کے نہ پائے جانے کے مفتی بن بیٹھے ہیں اور جا و بیجا حق ناحق ان کا قلم اور زبان چلتی رہتی ہے جو پوچھو جھٹ سے جواب دیتے ہیں فتویٰ نویسی کے حریص ہیں بڑے بنے بیٹھے ہیں اپنے تئیں تولتے رہتے ہیں اور غلط سلط جو چاہا بک دیا کرتے ہیں مانا کہ اتفاقیہ طور پر اُن کا کوئی فتویٰ صحیح بھی نکل آئے لیکن ہیں یہ ایسے ہی جیسے شاعر کہتا ہے کہ فتویٰ دینے کے لئے آستینیں چڑھا رکھی ہیں حالانکہ اہلیت اور قابلیت سے کوسوں دور ہیں۔ ان میں سے ایک کا واقعہ بزبان امام ابو محمد بن حزم یہ ہے کہ فرماتے ہیں ہمارے ہاں ایک ایسا ہی کم پونجی والا مفتی تھا جب اس کے پاس کوئی سوال جاتا تو کہتا کسی سے جواب لکھوالاؤ میں بھی دستخط کر دونگا وہ بیچارا جاتا کسی سے جواب لکھوا لاتا اُس کے نیچے یہ جاہل بھی لکھدیتا کہ شیخ نے جو جواب دیا ہے وہ ٹھیک ہے ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دو مفتیوں نے اس کے دو مختلف جواب لکھے اس بھولے اور بھولے نے اپنی پرانی عادت کے مطابق دونوں فتووں پر لکھدیا کہ میرا جواب بھی ان ہی دونوں استادوں کے مطابق ہے تو اُس سے کہا گیا کہ ان دونوں میں تو تناقض ہے یہ تو باہمی اختلاف کرتے ہیں تو اُس علم کے تھیلے نے جواب دیا کہ جیسے وہ اس میں اختلاف و تناقض کرتے ہیں میں بھی کرتا ہوں۔ الغرض وہ کونسا عالم ہے جس کی شکل میں اور جس کے لباس میں بھی ایک جاہل بھی نہ ہوں جو اس کے مقابلے کے لئے اور اس کی شان گرانے کے لئے ہانپتے نہ پھرتے ہوں اور ہر طرح اُسے ترک دینے کے درپے نہ ہوں۔ گو یہ سچ ہے جس طرح کسی شاعر نے کہا ہے کہ گدھے پر اگر ریشمی جھول بھی ڈالدو تو بھی لوگ اُسے گدھا ہی کہینگے۔ ان سے لوگ ان کی ظاہری شکل وصورت دیکھکر سوالات کرتے ہیں ان کے فضل وعلم کی وجہ سے کوئی اُن سے نہیں پوچھتا چونکہ سرکاری طور پر یہ کسی عہدے پر پہنچ جاتے ہیں عوام کو اُن کی طرف جھکنا پڑتا ہے حقیقی قابلیت ان میں بالکل ہی نہیں ہوتی۔ چند اوباشوں کو اپنے گرد دیکھ کر چند جاہلوں سے بیٹھک سجا کر اُن میں یہ بچنے لگتے ہیں اور پھر ہر کہ ومہ کے سامنے ذرا بننے تننے لگتے ہیں۔ احکامِ خداوندی کو ٹیڑھا ترچھا کر دیتے ہیں لوگوں کو تنگ کر دیتے ہیں نااہلیت کے باوجود اعلیٰ عہدوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور خدا اور اس کے دوستوں کے منہ سے برے بنتے ہیں ایسوں کے فتوے قبولیت کے قابل نہیں ان کی قضا ماننے کے لائق نہیں دین اسلام کا حکم یہی ہے اگر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو برباد کرنا چاہتا ہو تو ہماری دعا ہے کہ انہی کا ستیاناس کرے ٭

مفتی کا یہ لکھنا کہ یہ حکم اسی طرح ہے۔

چھبیسواں فائدہ ۲۶:۔ اس کی دو صورتیں ہیں اول تو یہ کہ اُسے علم ہو کہ اوپر جو جواب لکھا گیا ہے وہ صحیح ہے دوسرے یہ کہ اس کا علم نہ ہو اگر علم ہے تو تو یوں لکھ سکتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اولیٰ کیا ہے آیا یہی لکھ دینا یا یہ کہ مستقل جواب دینا اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ پہلا مفتی فتوے دینے کا اہل ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو یہ لکھدینا کہ یہ فتویٰ اسی طرح ہے مطلقاً اولویت کے خلاف ہے اس لئے اس میں اس فتوے کی تقریر اور اثبات ہے اور اس میں پہلے مفتی کی اہلیت کی گواہی ہے۔ اہل علم تو ایسے فتووں کو ایسے نااہل مفتیوں کے منہ پر مار دیا کرتے تھے اور اگر کسی فتنے کے خوف سے ایسا نہ کر سکتا ہو تو بھی اُسے اس میں نہ لکھنا چاہئے بلکہ سائل کو لوٹا دے گو اس میں بھی قدرے کمزوری ہے لیکن ٹھیک بات یہ ہے کہ اُسی ورق میں اس جاہل مفتی کے خلاف لکھدے کیونکہ اللہ رسولؐ کی بات جس کی خبر دینا اس کے ذمے واجب ہے اُسے چھوڑنا ٹھیک نہیں اور کسی نااہل کا کچھ لکھ دینا یہ حق کے چھپانے کا عذر خدا رسولؐ کے نزدیک نہیں بن سکتا بلکہ اس میں ایک طرح کا گھمنڈ اور بے پرواہی ہے حق اللہ کی چیز ہے جسے زائل کر دینا اور دین اللہ کے مسئلے کو چھپا لینا کسی طرح جائز نہیں۔ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کوئی شخص جنازے میں شامل ہوا اور لوگ وہاں کوئی خلافِ شرع کام کریں اور اُسے اُس کے دفع کرنے کی قدرت طاقت نہ ہو تو اسے واپس نہ آنا چاہئے ہاں

ہوں ان میں احادیث بھی ہوں اقوالِ صحابہ اور تابعین بھی ہوں لیکن اس شخص کا علم اس پایہ کا نہ ہو کہ حدیث ضعیف متروک اور صحیح قوی السند کی تمیز کر سکے تو آیا اُسے یہ حق حاصل ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے اور اختیار کرے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اُسے چاہیے کہ علماء سے تشفی کر کے حدیث پر عمل کرے اور فتویٰ دے آپ سے ایک مرتبہ سوال ہوا تو ناراض ہو کر فرمایا ان نئے نئے سوالوں سے ہمیں تو الگ تھلگ ہی رہنے دو۔ اکثر اختلافی مسائل جب آپ سے پوچھے جاتے تو صاف فرما دیتے کہ مجھے ان کا علم نہیں فرماتے ہیں ابن عیینہ جیسا اور کوئی شخص میری نظر سے تو نہیں گذرا انھیں یہ بالکل آسان تھا کہ فرما دیں میں نہیں جانتا اور علماء سے پوچھ لو۔ آپ سے ابوداؤد نے کہا کہ اوزاعی کے تابعدار بہ نسبت مالک کے تابعداروں کے زیادہ ہیں آپ نے فرمایا سنو ان میں سے کسی کی تقلید کا پھندا اپنے گلے میں نہ ڈالو جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہؓ سے مروی ہو اُسے لے لو پھر تابعین سے جو وارد ہوا ہو اس کے بعد انسان کو اختیار ہے۔ آپ سے سوال ہوا کہ اس حدیث کے مصداق کون ہیں؟ کہ تم میں سے سب سے زیادہ دلیر جہنم کی آگ پر وہ ہے جو فتوے دینے میں سب سے زیادہ دلیر ہو۔ تو آپ نے فرمایا وہ لوگ جو وہ فتوے دیں جو سُنے نہ ہوں آپ سے سوال ہوا کہ ایک شخص حدیث حاصل کرتا ہے صرف اتنی کہ سمجھ لیتا ہے کہ اُسے نفع پہنچ جائے گا آپ نے فرمایا علم کے برابر اور کوئی چیز نہیں۔ آپ سے ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا فرمایا میں اس کا جواب نہیں دے سکتا پھر فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ جو شخص ہر مسئلے کے جواب کے لئے تیار نظر آئے تو سمجھ لو کہ وہ مجنون ہے۔ جب اس واقعہ کا ذکر حاکم سے ہوا تو انھوں نے فرمایا اگر مجھے پہلے سے یہ حدیث معلوم ہوتی تو میں اکثر فتوے نہ دیتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کسی شہر میں ایک عالم ہے جس سے اختلافی مسائل پوچھے جاتے ہیں فرمایا جو مطابق کتاب و سنت ہوں اُن کا فتویٰ دے جو نہ ہوں اُن کے فتوے سے باز رہے پوچھا گیا کیا اُس پر آپ کو کوئی خوف ہے؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا گیا کہ اسحٰق بن راھویہ اور ابو عبید اور مالک وغیرہ کے جو اقوال کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ان کا دیکھنا آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا ہر نئی کتاب بدعت ہے ہاں کسی بحث تمحیص کے بعد کوئی اپنی تحقیق بیان کرتا ہو سنے ہوئے فتوے بیان کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ پوچھا گیا اچھا ابو عبیدؒ کی کتاب غریب الحدیث کی نسبت کیا فرمان ہے؟ فرمایا یہ وہ چیز ہے جسے اس نے اعراب قوم سے نقل کی ہے۔ سوال ہوا کہ یہ فوائد جن میں منکرات بھی شامل ہیں آپ کے نزدیک ان کا لکھنا کیسا ہے؟ جواب دیا کہ منکر ہمیشہ کے لئے قابلِ انکار ہی ہے ❖

ایک عالم کا مسئلے کے جواب کو دوسرے عالم پر ڈالنا

پچیسواں[۲۵] فائدہ:۔ دراصل یہ مقام سخت خطرناک ہے انسان کو سوچ سمجھ کر زبان کھولنی چاہیئے اگر اُس نے جھوٹ کہا تو اور اگر بے علمی سے کہا تو دونوں صورتوں میں خدا اور رسولؐ پر تہمت باندھنے والا ہو جائیگا اور گناہ اور زیادتی پر مددگار بنیگا۔ اس کے خلاف جب صحیح اور علم سے کہیگا تو بیشک نیکی کا مددگار بنے گا اب جو چاہے بنے اللہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے۔ ہمارے اُستاد رحمۃ اللہ علیہ اس سے بہت ہی پرہیز کرتے تھے میں نے ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کسی مفتی یا کسی مذہب پر کچھ بتلا دیا تھا تو آپ سخت غضبناک ہوئے مجھے بے طرح ڈانٹا کہ تجھے اس سے کیا واسطہ؟ اسے چھوڑ میں سمجھ گیا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اس کا بوجھ اور اس کے مفتی کا بوجھ اپنے سر کیوں دھرتا ہے؟ پھر میں نے بعینہٖ وہی مسئلہ خود امام صاحب کے لفظوں میں دیکھا۔ آپ سے سوال ہوا کہ ایک انسان کسی سائل کو بتلائے کہ فلاں عالم سے یہ مسئلہ پوچھ لے؟ فرمایا اُس وقت تو بتلا دے جب جانتا ہو کہ وہ شخص حدیثِ رسولؐ سے فتویٰ دیتا ہے اور حدیث پر عمل کرتا ہے پوچھا گیا گو اس کا عقیدہ اور عمل بھی ہو لیکن اس کا ہر قول تو درست نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا اور کون ہے جس کا ہر قول ٹھیک ہی ہو؟ پوچھا گیا کہ اچھا امام مالک کی رائے کے ماننے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ جواب دیا کہ ہرگز ہرگز کسی کی تقلید نہ کرو۔ میں کہتا ہوں حضرت امام احمدؒ عموماً فرما دیا کرتے تھے کہ اہلِ مدینہ سے پوچھ لو امام شافعیؒ سے پوچھ لو امام اسحاقؒ سے پوچھ لو الغرض ان حضرات سے فتویٰ پوچھ لینے میں آپ نے کبھی انکار نہیں کیا اور اسی طرح آپ نے کبھی بھی رائے قیاس کے پابند مخالفِ سنت لوگوں سے فتویٰ پوچھنے کو جائز نہیں کہا وباللہ التوفیق۔ ہمارے اس زمانے کے مفتیوں کے تو کچھ ڈھنگ ہی نرالے ہیں

رہیں۔ ہاں اپنے لئے رخصت کا فتویٰ اور دوسرے کے لئے منع کا یہ جائز نہیں اسی طرح دو قول والے مسئلے میں دوسروں کے لئے ممانعت کا قول اور اپنے لئے جواز کا قول بھی مباح نہیں۔ یہ شک نہیں جیسا کہ بعض اہلِ زمانہ مفتیوں کا شیوہ ہے کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔

بلاوجہ اور بے تحقیق آسان قول پر عمل کرنا

اٹھائیسواں فائدہ:۔ کسی مسئلے میں کئی اقوال اور کئی وجوہ ہوں وہاں مفتی کو یہ جائز نہیں کہ بغیر ترجیح کے بغیر تحقیق کے صرف اپنے فائدے کو سامنے رکھکر جو قول جو وجہ اپنے لئے آسان سمجھے اُسے پسند کرلے اور اپنی غرض پوری کرلے اور اپنا فائدہ حاصل کرلے گو عقیدے میں بھی نہ ہو یہ تو صرف چالاکی اور عیاری ہے جو باتفاقِ امت حرام ہے۔ ابوالولید باجی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مفتی صاحب کی زبانی سنا کہ میرے دوست کو جو ضرورت ہو اور جو فتویٰ اس کے موافق ہو میں تو وہی فتویٰ دوں گا ایسا واقعہ بھی ہوا ہے کہ اس کے بارے میں ایک فتویٰ دریافت کیا گیا مفتیوں نے لکھا جو اسے ضرر دیتا تھا وہ موجود نہ تھا جب آیا تو وہ مفتی صاحبان کے پاس گیا اور کہا تم نے تو مجھے اوندھا گرادیا انھوں نے کہا ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ معاملہ آپ کا ہے اب اور سوال لاؤ چنانچہ وہ لے گیا انھوں نے اُس قول پر فتویٰ دیدیا جو اس کے لئے نفع دینے والا تھا۔ یہ صورت باتفاقِ علما حرامِ محض ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے اختلافی مسائل میں بعض حق پر ہوتے ہیں بعض غلطی پر پس تم اجتہاد کرکے انھیں مانا کرو۔ الغرض ایسے خواہشِ نفسانی کو پورا کرنے والے فتوے محض نامعتبر ہیں جو اغراض حاصل کرنے اور مطلب نکالنے کے لئے ہی ہوتے ہیں کہ ڈھونڈھ بھال کر وہ قول نکال لیا جو اپنی طبیعت کے مطابق ہو اور اس پر عمل کرلیا اور اسی کے مطابق فتویٰ دیدیا وہی حکم جاری کردیا اور جب کوئی اور آیا خصوصًا وہ جس سے ان بن ہے تو سخت سے سخت قول نکال لیا اور اُس مسکین کو آفت میں پھانس دیا اس سے بڑھکر نافرمانیٔ رب اور بدترین کبیرہ گناہ اور کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے آمین۔

مفتیوں کی چار قسمیں

انتیسواں فائدہ [۲۹]:۔ منصبِ فتویٰ پر جتنے بھی ہیں اُن کی چار قسمیں ہیں۔ ایک تو کتاب و سنت اور اقوالِ صحابہ کا عالم ہی مجتہد ہو واقعات میں اس کا قصد موافقتِ شرع کا ہوتا ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کسی مسئلے میں یہ کسی اور کی بھی مان لے ائمہ کرام میں سے کون ہے جس نے کسی نہ کسی مسئلے میں اپنے سے بڑے کی مانی نہ ہو؟ خود امام احمدؒ سے مروی ہے کہ میں نے حج کے فلاں موقعہ پر حضرت عطا کی مان کر فتویٰ دیا۔ پس اس قسم میں ان بزرگوں کو فتویٰ دینا اور ان سے فتویٰ لینا بیشک جائز ہے ان سے فرضِ اجتہاد ادا ہوجاتا ہے یہی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں فرمانِ رسولؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے لوگ بھیجیگا جو اس کے لئے اس کے دین کو بالکل نیا کردیں۔ یہی وہ پودے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنے دین میں اُگاتا رہیگا۔ انہی کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ زمین ایسے لوگوں سے خالی نہ رہیگی جو خدا کی دلیل پر قائم ہوں دوسرے یہ کہ مجتہد مقید ہو اس کے مذہب میں جس کا وہ قصد رکھتا ہے وہ اس کے فتوؤں میں معرفت والا ہو اس کے اقوال کا عالم ہو اس کے ماخذ اور اس کے اصول کا عارف ہو اُن پر اور مسائل نکال سکتا ہو جس میں اُس کا لفظی فتویٰ نہ ہو اس میں قیاس سے کام چلا سکتا ہو۔ لیکن ان میں سے کسی میں محض تقلید کا خوگر نہ ہو نہ حکم میں مقلد ہو نہ دلیل میں مقلد ہو البتہ طریقۂ اجتہاد دونوں کا ایک ہو مقصد و طریقہ ایک ہو۔ حنبلیوں میں سے اس مرتبے کے دعوے دار قاضی ابویعلیٰ ہیں اور قاضی ابن علی بن ابی موسیٰ۔ شافعیوں میں سے بھی بہت بڑا گروہ اس منصب پر پہنچا ہوا ہے۔ حنفیہ نے ابویوسف محمد زفر کے بارے میں اختلاف کیا ہے شافعیہ نے مزنی ابن شریح ابن المنذر محمد بن نصر مروزی کے بارے میں بھی یہی اختلاف کیا ہے اور مالکیہ نے اشہب اور ابن عبدالحکیم اور ابن قاسم اور ابن وہب کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ حنبلیوں نے ابن حامد اور قاضی کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ لوگ مستقل مجتہد تھے یا اپنے ائمہ کے مذہب کے مطابق

کسی شادی کے ولیمے کی دعوت میں بلوایا گیا ہو اور وہاں کوئی کام خلاف شرع دیکھے اور اُسے مٹانے پر قادر نہ ہو تو بیشک وہاں سے اٹھکر چلا آئے۔ اسلئے کہ جنازہ میت کا حق ہے اس کا حق زندوں کے کسی کام کی وجہ سے مارا نہیں جا سکتا اور ولیمے کی دعوت میں گھروالے کا حق ہے وہ جب وہاں کوئی برا کام کرے تو اس کا حق گر گیا اب اس دعوت کی قبولیت واجب نہیں رہی۔ رہا یہ کہ پہلا مفتی فتوے دینے کی قابلیت اپنے میں رکھتا ہو تو جواب اسی طرح ہے اس کے لکھنے والے کی دو حالتیں ہوں گی ایک تو یہ کہ یہ جواب ہی ٹھیک ہے اسے وہ جانتا ہے یا نہیں جانتا؟ اگر نہ جانتا ہو تو صرف اُس کی تقلید کی وجہ سے اُسے یہ لکھنا ہرگز جائز نہیں اس لئے کہ ممکن ہے کہ اُس نے غلطی کی ہو اور تنبیہ کے بعد رجوع کرلے اور وہ معذور سمجھا جائے لیکن یہ دوسرا شخص اُس کے جواب کی موافقت کرنے والا اس طرح معذور نہیں بلکہ یہ تو بغیر علم کے فتولی دینے والا ہے جس کا بوجھ اُسی کے ذمے ہے۔ یہ اُن مفتیوں میں سے ہے جو بزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہنمی ہیں اور اگر وہ جانتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے تو مسئلے کی دو حالتیں ہیں یا تو یہ کہ وہ بالکل ظاہر ہے جس کا ٹھیک ہونا مخفی نہیں اور تصحیح کرنے والے کی نسبت تقلید کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ یا یہ کہ مسئلہ باریک ہے اگر ظاہر ہے تو تو مطلق انہی لفظوں سے صحت کر دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نیکی اور تقوے میں اعانت ہے اور مفتی اول کی رسائی پر شہادت ہے اور تکبر وحمیت سے برات۔ اگر مسئلہ باریک ہے جس میں گمان ہو سکتا ہے کہ اس نے صرف تقلیدی طور پر اس کی موافقت کی ہے تو اسے اپنے جواب میں وضاحت کرنی اور اشکال کو واضح کر دینا ضروری ہے یا زیادتی بیان کر دینا یا قید کا ذکر کر دینا یا کسی بھولے ہوئے امر پر تنبیہ کر دینا اور مستقل جواب دینا اولی ہے اگر ممکن ہی نہ ہو تو اگر چاہے اسی طرح کر دے چاہے مستقل جواب دے۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ جب مفتی اول کو دوسرے کی تقلید میں فتوی لکھنا جائز ہوا تو اس دوسرے مفتی کو اس کی تقلید میں جائز کیوں نہ ہو؟ اسکا جواب کئی طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم تو پہلے مفتی پر بھی وہی کلام کرتے ہیں جو اس دوسرے پر ہے چنانچہ حضرت امام شافعیؒ امام احمدؒ وغیرہ ائمہ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو بغیر علم کے فتوی دینا حلال نہیں اس پر اجماع ہے اس کا پورا بیان ہم تفصیل وار پہلے لکھ آئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ مان لو مفتی اول کو ضرورتًا تقلیدی طور پر فتوی دینا جائز بھی ہو جائے لیکن اس دوسرے کو اس تکلف کی اور اس تقلید کی کوئی ضرورت نہیں یہ تو ضعیف پر ضعیف کی بنا کرتا ہے جو مطلقًا جائز نہیں جیسے کہ شہادت پر شہادت اور جیسے کہ تیمم پر جرابوں کا مسح وغیرہ وغیرہ۔ تیسرے یہ کہ اگر اسے جائز مان لیا جائے تو پھر دنیا میں کون ہے؟ جو مفتی نہ بن جائے؟ ہر ایک اسی طرح ہر فتوے پر بطور تقلید لکھ سکتا ہے کہ یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔ اللہ تعالی توفیق خیر دے +

عزیزوں اور رشتے داروں کو فتوی دینا

ستائیسواں فائدہ (۲۷): مفتی کو جائز ہے کہ اپنے باپ کو بیٹے کو شریک اور ساتھی کو اور انھیں بھی فتوی دے جن کے بارے میں اس کی شہادت قبول نہیں گو اُن کے بارے میں اس کا فیصلہ بھی نامعتبر ہو۔ ان دونوں باتوں میں فرق یہ ہے کہ فتوی تو قائم مقام روایت کے ہے وہ ایک عام حکم ہے بخلاف شہادت اور حکم کے کہ وہ مخصوص ہے اس کے لئے جس کے مطابق گواہی دی ہے یا جس کے بارے میں حکم سنایا ہے یہی وجہ ہے کہ راوی جس حدیث کو روایت کرتا ہے اس کے حکم میں داخل ہے اور جو فتوی دیتا ہے اس میں بھی داخل ہے ہاں اُسے طرف داری کسی طرح جائز نہیں کہ باپ کو بیٹے کو تو اور فتوی دے اور غیروں کو اور فتوی دے ایسا کرنے سے تو اس کی عدالت میں دھبہ آجائے گا ہاں اگر یہاں کوئی شرعی وجہ ہو تو اور بات ہے مثلاً کسی مسئلے میں دو قول ہیں۔ اباحت اور منع کے یہ ایک فتوے میں ایک قول لکھتا ہے۔ دوسرے میں دوسرا +

مفتی کا خود اپنے لئے فتوی

اگر پوچھا جائے کہ وہ اپنے تئیں بھی فتوی دیسکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں دیسکتا ہے جب غیروں کو دیسکتا ہے تو اپنے معاملے میں کیوں نہ دے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تو اپنے دل سے فتوی پوچھ لے گو تجھے فتوی دینے والے فتوی دیتے

مجتہد فی المذہب کا فتویٰ

تیسواں[۳۰] فائدہ:- جبکہ کوئی شخص اپنے امام کے مذہب کا مجتہد ہو لیکن مجتہد مستقل نہ ہو تو کیا وہ بھی اپنے امام کے قول پر فتویٰ دیسکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ اصحابِ شافعی اور احمد کی بھی یہی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ جائز ہے اور یہ کہ اس کا متبع مقلد ہوگا مُردے کا نہ کہ اُس کا۔ اس کا منصب تو صرف امام سے نقل کر دینا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اُسے فتویٰ دینا جائز ہی نہیں اس لئے کہ سائل اس کا مقلد ہے نہ کہ میت کا اور اس نے اس کے لئے اجتہاد نہیں کیا سائل کا تو قول ہے کہ میں تیرے فتوے کی تقلید کرونگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی تفصیل ہے اگر سائل نے یہ سوال کیا ہو کہ میں اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں یا میرا ارادہ حق معلوم کرنے کا ہے یا میری خلاصی اس میں کیا ہے؟ وغیرہ تو تو پھر اسے اجتہاد کے بعد ہی مسئلہ بتلانا چاہئے صرف تقلیدی طور پر بغیر حق و باطل معلوم کئے فتویٰ دیدینا اس صورت میں درست نہیں۔ ہاں اگر سائل نے ہی قولِ امام کا سوال کیا ہو اور اُسی کا مذہب معلوم کرنا چاہتا ہو تو بیشک اُسے اس کا بیان جائز ہے یہ اس کا ناقل ہوگا بوجھ بار سائل کے ذمے رہے گا۔ سوال کی ان دونوں صورتوں میں مفتی کی حیثیت بدل جاتی ہے پہلی صورت میں بوجھ مفتی پر ہے دوسری میں مستفتی پر +

زندے کو مُردے کی تقلید

اکتیسواں[۳۱] فائدہ:- کسی زندے کو کسی مُردے کی تقلید کرنا اور اس کے فتوے پر عمل کرنا بغیر اس کے کہ دلیل کا اعتبار ہو جس میں صحتِ عمل کا موجب ہو اس کے جواز میں اصحاب احمدؒ و شافعی کے دو قول ہیں ایک تو منع کا اور دلیل یہ ہے کہ ممکن ہے اگر وہ زندہ رہتا تو اس کا اجتہاد بدل جاتا بہت ممکن تھا کہ دوبارہ اس سے یہی مسئلہ پوچھا جاتا وہ دوبارہ دلائل پر نظر ڈالتا اور اس پر حق کھل جاتا اور اپنے اگلے فتوے سے رجوع کرتا۔ یہ نظر ڈالنا اُس پر بقول بعض واجب ہے اور بقولِ بعض مستحب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے مقلدین تو اسی قول پر جمے بیٹھے ہیں ان کے پاس دلیل بھی وہی تقلیدی باتیں ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ان میں سے جو جماعت اس کی قائل نہیں اُن کا بھی یہ قول صرف زبانی ہے ورنہ فتووں میں احکام میں ان کا بھی عمل اس کے برخلاف ہے۔ اقوال اپنے قائل کی موت سے نہیں مرتے جیسے اخبار اپنے راوی اور ناقل کی موت سے نہیں مرتے + + +

اجتہاد کے اجزا اور اقسام ہوسکتے ہیں

بتیسواں[۳۲] فائدہ:- انسان ایک خاص قسم کے علم میں مجتہد اور دوسرے علم میں غیر مجتہد ہوسکتا ہے یا کسی خاص باب میں بھی اُس کی حالت مختلف ہوسکتی ہے مثلاً ایک شخص نے علمِ فرائض اُن کی ادائیگی اور ان کا کتاب و سنت سے استنباط کرنا پوری کوشش سے سیکھ لیا ہے اور علوم میں اُسے یہ دسترس حاصل نہیں۔ یا مثلاً جہاد کے بارے میں یا حج کے بارے میں اُسے کامل مہارت ہے تو ان امور میں تو وہ فتویٰ دے سکتا ہے لیکن دوسرے امور میں جن میں اسے اجتہاد کی قوت میسر نہیں اُن میں اُسے فتویٰ دینا لائق نہیں۔ گو اجتہادی ملکہ کی حصولیت کی صورت میں بھی فتوے دینے کے قابل ہونے میں تین وجہیں ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ جواز ہے بلکہ یہی درست اور بالکل درست ہے۔ دوسرا قول منع کا ہے تیسرا صرف فرائض میں جواز دوسرے امور میں نہیں۔ جواز کی دلیل یہ ہے کہ اُس نے اُس بارے میں حق کو دلیلِ حق سمیت معلوم کر لیا ہے ٹھیک بات کے پہچاننے میں پوری کوشش خرچ کرلی ہے پس اس کے حکم میں یہ مجتہد مطلق کی طرح ہے۔ منع کی دلیل یہ ہے کہ احکامِ شرع کا سب کا آپس میں تعلق ضرور ہوتا ہے پس جن سے یہ واقف نہیں ممکن ہے کہ اُن کی وجہ سے اس مسئلے میں بھی کوئی تقصیر واقع ہوجائے خیال فرمایئے نکاح طلاق عدت فرائض میں ایک قسم کا لگاؤ ضرور ہے۔ اسی طرح جہاد اور اس کے متعلقات اور کتاب الحدود اور فیصلے اور احکام بھی آپس میں تعلق رکھتے ہیں اور اسی طرح اور مسائل بھی۔ جن لوگوں نے فرائض میں اسے تسلیم کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تقسیم میراث حصوں کا تقرر مستحقین کی پہچان یہ بالکل علیحدہ اور جداگانہ چیز ہے کتاب البیوع کتاب الاجارات رہن وغیرہ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس لئے بھی کہ میراث کے عام احکام قطعی ہیں اور کتاب اللہ میں کھلے لفظوں میں موجود ہیں۔ اگر سوال

مجتہد مقید تھے؟ لیکن جو صاحب بنظرِ غور ان لوگوں کے فتاوے ان کے اختیارات اور ان کے احوال دیکھے گا وہ اس نتیجے پر ضرور پہنچ جائے گا کہ یہ لوگ اپنے اماموں کے جملہ مسائل میں مقلد ہرگز نہ تھے انھوں نے جو کچھ اپنے ائمہ کا خلاف کیا ہے وہ بہت کچھ ہے اور بالکل ظاہر ہے کوئی نہیں جو اُس کا انکار کر سکے بعض نے زیادہ خلاف کیا بعض نے کم کیا ہاں اسے ہم مانتے ہیں کہ مرتبۂ اجتہاد میں ان میں اور ان کے امام میں بہت کچھ فرق ہے تیسری قسم کے وہ لوگ جو ان کے مذہب میں مجتہد ہوں جن کی طرف اُن کی نسبت ہے دلیلوں کے مقرر کرنے والے فتووں کو ثابت کرنے والے ان کے عالم۔ لیکن اپنے امام کے قول سے اور اس کے فتووں سے تجاوز نہ کرتے ہوں نہ اون کا خلاف کرتے ہوں اپنے امام کا قول پاکر پھر اُس سے ادھر ادھر نہ ہٹتے ہوں یہی حالت کتب فقہ کے اکثر مصنفین کی ہے اور یہی حالت ان کے اکثر علما کی ہے ان میں اکثر اس خیال کے بھی ہیں کہ اس کے بعد انھیں کتاب وسنت اور عربیت کے معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اُسے تو اپنے امام کے اقوال سے مطلب ہے اُس کے قول اس کے نزدیک شارع کے الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں اب اُسے مشقت وتکلیف اٹھانے اور دلائل ٹٹولنے اور استنباط کرنے اور مسائل سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی اس کے امام نے سب کچھ کرکے اسے بے نیاز کر دیا ہے کبھی اس کی نگاہ سے اُس کے امام کی بتلائی ہوئی دلیل گذر بھی جاتی ہے اس پر یہ مگن ہو جاتا ہے لیکن یہ کوشش نہیں کرتا کہ یہ دیکھے کہ اس کے خلاف دلیل کیا ہے؟ کیسی ہے؟ وغیرہ۔ یہی حال اکثر ان لوگوں کا ہے جو اصحاب وجوہ وطرق ہیں اور جو چھوٹی بڑی فقہ کی کتابوں کے مصنف ہیں یہ اجتہاد کے دعوے دار نہیں نہ تقلید کے اقراری ہیں ہاں ان میں کے اکثر یہ تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے مذہب میں اجتہاد کیا اور اپنے امام کے مذہب کو حق سے زیادہ قریب پایا۔ ان میں سے ہر ایک کا دعوٰی یہی ہے ہر ایک اپنے امام کو بہ نسبت اور اماموں کے تابعداری کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے پھر کوئی تو آگے بڑھکر اس کی تابعداری کو واجب کہتا ہے کوئی اس امام کے سوا دوسرے کی ماننے کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ واللہ تعجب سا تعجب ہے کہ یہ لوگ اقوالِ آئمہ کے جانچنے پرکھنے تولنے سنبھالنے میں تو اسقدر بڑھ گئے لیکن قرآن وحدیث میں ان کا پایہ کچھ نہیں انھوں نے اپنے امام کے کلام کو تو سب سے اونچا اور اچھا کر دکھایا لیکن خدا اور رسولِ خدا کے کلام کی کوئی وقعت نہ کی حالانکہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ جامع کلمات سے آسانیوں سے اختلاف کی دوری سے نورانیت سی صفائی سے پُر تھے ان کا اجتہاد اماموں تک پہنچ کر تھک گیا اور خدا کے رسولؐ کے کلام تک ان کی رسائی نہ ہوئی پس افسوس ہے اور حسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے اماموں کی فقہ حاصل کی اُن کے فتوے اور فروع محفوظ کئے اور کھلے لفظوں میں ہر طرح ان کی تقلید کا اقرار کیا کبھی ان کی زبان پر قرآن وحدیث کا نام آگیا تو وہ صرف تبرک اور فضیلت کے طور پر آجاتا ہے نہ کہ حاجت اور عمل کے طور پر حدیث صحیح سامنے ہوتے ہوئے اور امام کے قول کو اُس کے خلاف پاتے ہوئے بھی حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور اور قولِ امام کو مضبوط تھام لیتے ہیں چاروں خلیفوں کا کوئی فتوٰی ہو اور ان کے امام کے خلاف ہو تو ناممکن ہے کہ یہ خلفا کی مان لیں یہ ہیں اور قولِ امام صاف کہدیتے ہیں کہ ہمارے امام اسے خوب جانتے تھے ہم ان کے مقلد ہیں نہ ان کے حکم سے آگے بڑھیں نہ ان کے فرمان کو چھوڑیں وہ سب کچھ سوچ سمجھ گئے اور ہمارے لئے راستہ صاف کر گئے اب ان کا خلاف کرنا ٹھوکر کھانا ہے اور مصیبت اٹھانا ہے الغرض ان کا درجہ بہت گرا ہوا ہے اور ان کا پایہ بہت نیچے کا ہے یہ تو انہی میں سے ہیں جو کسی کے فتوے پر صرف یہ لکھنا جانتا ہو کہ یہ مسئلہ اسی طرح ہے جانے اس کی بلا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ ان میں سے ہے جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس کی شرائط کے ساتھ ہو تو صحیح ہے۔ تو جائز ہے۔ جائز ہے جب تک کہ کوئی شرعی مانع نہ ہو۔ اس کا مرجع حاکم کی رائے کی طرف ہے۔ وغیرہ ان جوابوں کو جاہل تو اچھا جانتے ہیں لیکن اہلِ علم تو ایسے الفاظ سے حیا کرتے ہیں۔ ان چاروں قسم کے لوگ کیسے ہیں یہ بھی سن لیجئے پہلی قسم تو بادشاہ کی طرح ہیں۔ دوسری قسم ان کے نوابوں اور خلیفوں کی طرح ہے۔ تیسری اور چوتھی قسم کے مفتی وہ ہیں جو ڈھول کی پول ہیں جو علما کے لباس میں جاہل ہیں جو فاضلوں کے منہ چڑانے والے ہیں اور ان سے مشابہت کرکے خلق اللہ کو دھوکے میں ڈالتے ہیں اللہ بچائے۔

حاکم کا فتویٰ اور فیصلہ

سینتیسواں فائدہ [۳۷]: یاد رہے کہ حاکم کا فتویٰ اور چیز ہے اور فیصلہ اور چیز ہے اگر کسی نے حاکم کے فتوے کے خلاف حکم دیا تو وہ اس کے حکم کو توڑتا نہیں نہ وہ حکم کی طرح ہے اسی سے فتویٰ ہر اُس شخص کے لئے بھی جائز ہے جو موجود ہو اور جو موجود نہ ہو جو اس کے زیرِ حکومت ہو اور جو نہ ہو۔ ھندہؓ والی حدیث غائب پر فیصلہ کرنے کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے صرف فتویٰ دیا ہے نہ کہ غائب پر حکم کیا جو اُن کے خاوند کوئی شہر سے باہر نہیں چلے گئے تھے اُسی وقت آپ کسی کو بھیجکر انھیں بلوا سکتے تھے یہی وجہ تھی کہ ھندہؓ کے دعوے کی سچائی پر آپ نے اُن سے کوئی ثبوت بھی طلب نہ فرمایا یہ بالکل ظاہر ہے فالحمد للہ۔ اُس نے گویا یہ پوچھا کہ اگر میاں اپنی بیوی کو تنگ رکھتا ہو صرف اپنی خست کی وجہ سے کیا اُسے اس کی بے خبری میں اپنی کھانے پینے کی ضرورت اُس کے مال سے نیت خیر کے ساتھ پوری کر لینی جائز ہے؟ اسکا آپنے جواب دیا +

فرضی سوالوں کے جوابات

اڑتیسواں فائدہ [۳۸]: جب کسی سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جو واقع نہ ہوا ہو تو کیا اُس کا جواب دینا مستحب ہے یا مکروہ ہے یا مفتی کے اختیار پر ہے؟ اس میں بھی تینوں قول ہیں۔ اکثر سلف صالحین کا یہی دستور تھا کہ ایسے مسائل کا جواب نہیں دیتے تھے۔ اُن سے جب مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ دریافت فرماتے کہ کیا ایسا ہوا ہے؟ اگر کہا جاتا کہ ہاں تو تو اُس کے جواب کی تلاش میں تکلیف اٹھاتے ورنہ صاف کہدیتے کہ ہمیں ان باتوں کے جواب سے معاف فرمائے۔ حضرت امام احمدؒ کا فرمان ہے کہ خبردار ایسی کوئی بات منہ سے نہ نکالو جس میں تمہارا کوئی سلف نہ ہو۔ یہ تو تھے اقوال و مذہب لوگوں کے لیکن درست بات یہ ہے کہ جو مسئلہ پوچھا گیا ہے اگر اُس کا جواب کسی آیت یا کسی حدیث میں ہو یا کسی صحابی کا فتویٰ ہو تو اُسے بیان کر دینا مکروہ نہیں اور اگر اُس میں کوئی آیت و حدیث اور اثر صحابی نہ ہو تو دیکھنا چاہیئے کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے؟ اگر ظاہر ہو کہ ایسا ہونا بھی ناممکن ہے تو پھر اُس کا جواب دینا مستحب نہیں اور اگر اس کا وقوع نادر اور مستبعد نہ ہو اور سائل کی غرض صرف علم کا حاصل کرنا ہو کہ اُسے ایک چیز معلوم رہے اور وہ اندھیرے میں نہ رہے تو مفتی اپنے علم کے مطابق جواب دے سکتا ہے خصوصاً جبکہ سائل سمجھداری حاصل کرنے علم بڑھانے اعتبار پیدا کرنے اور نظیر کا حکم نظیر کو دینے کے لئے آمادہ ہو تو مصلحت اسی میں ہے کہ اُسے بے علم نہ رکھے واللہ اعلم +

حرام اور مکروہ حیلوں کے پیچھے پڑنا ناجائز ہے

انتالیسواں فائدہ [۳۹]: جو حیلے شرعی طور پر منع ہیں انھیں ٹٹولنا اور رخصتوں کے پیچھے صرف اس لئے پڑنا کہ کسی طرح آسانی ہو جائے یہ مفتی کے لئے محض ناجائز ہے۔ اگر وہ ایسا کرے تو وہ فاسق ہے اُس سے فتویٰ لینا حرام ہے۔ ہاں جب مفتی کا قصد کسی شرعی جائز حیلے کا ہو جو بغیر شک شبہ کے اور بغیر کسی شرعی حکم کے بدلنے کے اور بغیر کسی فساد کے شرعاً صاف طور پر جائز ہو تو بیشک وہ اس کے لئے جائز ہے بلکہ مستحب ہے خود جناب باری نے اپنے پیغمبر حضرت ایوب علیہ السلام کو آپ کی قسم کے نہ ٹوٹنے کے لئے ہدایت فرمائی کہ ایک جھاڑو لیکر اپنی بیوی کو ایک دفعہ مار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو راہ دکھائی کہ وہ خشک کھجوروں کو درہم سے بیچیں اور پھر جیسی کھجوریں پسند ہوں اُن درہموں سے خرید لیں تاکہ سود سے بچیں پس گناہ سے بچنے کے لئے تجارت اور مخلصی طلب کرنا اور چیز ہے اور یہ جائز ہے۔ بدترین حیلے وہ ہیں جن سے انسان حرام چیزوں اور حرام کاموں میں واقع ہوتا ہے اور جن سے اللہ رسولؐ کے واجب کردہ لازم حق کو توڑتا ہے۔ بحمد اللہ ہم اس سے پہلے اپنی اسی کتاب میں دونوں قسم کے حیلوں کو اس تفصیل و تشریح سے بیان کر چکے ہیں کہ ممکن ہے کسی اور کتاب میں یکجائی طور پر آپ کو ایسی جامع بحث نہ ملے۔ واللہ الموفق للصواب +

مفتی کا اپنے فتوے سے رجوع کرنا

رہنے دی جائے تو کوئی بھی نہ ہو۔ ہاں اس کی اور اس کی حیثیت میں فرق واضح ہے۔ لیکن اس خاص حالت میں حکم میں یہ اور وہ برابر ہیں۔ واللہ اعلم +

فتووں کا حکم اور شہادت سے وسیع ہونا

پینتیسواں فائدہ: علامہ کا ارشاد کہ عورت کا مرد کا ... کا ... لکھے کا اور ... کا دوست کا دشمن کا اور دوست کا فتوی دینا درست ہے ... کہا ہے کہ دشمن کا اور اسکا اس کی شہادت اس کے بارے میں مقبول نہیں فتوی بھی نامقبول ہے۔ پس فتووں میں بھی ان کے ... ایک دونوں ... ہیں جو حکم میں ہیں گو زیادہ ... مخالف ... فاسقوں کے فتوے اس وقت جبکہ نیک کار مفتی ہوں قبول نہ کئے جائیں گے فتوی لینے والے کو ان سے سوال کرنا بھی جائز نہیں ... فتوے پر آپ عمل کرے لیکن دوسرے کو فتوی دینا جائز نہیں۔ اور جس کا حال چھپا ہوا ہو اس سے مسئلہ پوچھنے میں دو وجہیں ہیں ٹھیک یہ ہے کہ جائز ہے فتوی پوچھنا بھی اور فتوی دینا بھی۔ میں کہتا ہوں یہی حکم فاسق کا بھی ہے بشرطیکہ وہ بدکاری علی الاعلان نہ کرتا ہو اور اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو نہ بلاتا ہو۔ اس سے مسائل لینا ایسا ہی ہے جیسی اس کی امامت اور شہادت ... اختلاف ... زمانہ قدرت و عاجزی ... مختلف ہو جاتا ہے پس واجب اور چیز ہے اور واقع اور چیز ہے فقیہ وہ ہے جو واجب و واقع میں تطبیق دے ... اور واجب کو اپنی استطاعت کے مطابق جاری کردے وہ فقیہ نہیں جو واجب و واقع میں مخالفت قائم کر دے ہر زمانے کا الگ حکم ہوتا ہے ... اپنے زمانوں میں ... مختلف ... اب اگر فاسقوں کی امامت ناجائز قرار دی گئی ان کی شہادتیں رد کر دی گئیں ان کے احکام اور فتوے اور ولایت باطل قرار دی گئی تو پھر تو احکام معطل ہو جائیں گے اور حقوق ضائع ہو جائیں گے ہاں یہ اور بات ہے کہ ممکن صلاحیت کو ہر وقت پیش نظر رکھی جائے اور جہاں تک ممکن ہو اس کے حصول میں کمی نہ کی جائے یہ سب مسائل اس وقت ہیں جب قدرت و طاقت میں ہوں لیکن ضرورت کے وقت باطل کے غلبے کے وقت سوائے صبر اور چارہ کار ہی کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس وقت انکار کا جو کم سے کم مرتبہ ہے اسی پر قائم رہنا پڑیگا +

مفتی اور قاضی

چھتیسواں فائدہ: قاضی وغیرہ میں اس میں کوئی فرق نہیں کہ فتوی دینا جائز ہو جس سے جائز ہوا ... واجب ہو جب کہ مقرر ہو جائے سلف و خلف میں یہی دستور رہا فتوے دینے کا منصب جمہور کے نزدیک قضا کے منصب میں داخل ہے ... لوگ ... قاضی کو فتوی دینا جائز نہیں جانتے پس قاضی فتوی دینے والا ہے اور اثبات کرنے والا ہے اور اپنے فتوے کو جاری بھی کرنے والا ہے۔ بعض فقہا اصحاب احمد و شافعی سے اس بات کی طرف بھی گئے ہیں کہ قاضی کو ان مسائل کے احکام میں فتوی دینا مکروہ ہے جن کا تعلق اس کی ذات سے ہو ہاں طہارت نماز زکوۃ وغیرہ کی اور بات ہے بعض کی دلیل اس بات پر یہ ہے کہ اس کے فتوے تو گویا ... حکم کی حیثیت رکھتے ہیں ... کے وقت وہ اسے توڑ نہیں سکتا ... فیصلے کے وقت اس کا اجتہاد متغیر ہو جائے یا اس کے سامنے وہ قرائن آ جائیں جو فتوی دیتے وقت نہ تھے۔ اب اگر وہ اپنے فتوے پر قائم رہا اور اسی کے موجب حکم دیا گیا تو ... جس چیز کی صحت کا یہ معتقد تھا اس کے خلاف کیا اور اگر اپنے فتوے کے خلاف اس نے حکم دیا تو ظاہر ہے کہ لوگ اسے بدگمانی کی نظروں سے دیکھیں گے اور انہیں موقعہ ملے گا کہ کہیں ... اسی لئے قاضی شریح فرمایا کرتے تھے میں فیصلہ کرتا ہوں فتوی نہیں دیتا۔ اسے ابن المنذر نے نقل کیا ہے اور مسائل احکام میں قاضی کی فتوی نویسی کی کراہت کو مختار کہا ہے شیخ ابو حامد اسفرائینی فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے اس میں دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ اسے یہ نہیں چاہئے اس لئے کہ اس صورت میں لوگوں کو اس پر کلام کرنے کی مجال ہو جائے گی اور دو میں سے ایک دعوے دار اس پر انگلی اٹھا سکے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اسے یہ حق ہے اس لئے کہ وہ اس کا صحیح طور پر اہل ہے +

+ + +

جائے گا ائمہ میں سے اور اُن کے تابعین میں سے جو پہلے گذر چکے ہیں ایک بھی ایسا نہیں جس نے اسے جائز رکھا ہو۔ ہاں ان سب بزرگوں نے باجماع واتفاق یہ فرمایا ہے کہ جس کسی حاکم کا جو حکم کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت کے خلاف ہو وہ قطعاً توڑ دیا جائیگا۔ مگر یہ کسی نے نہیں فرمایا کہ فلاں امام کے خلاف ہو تو بھی یہی حکم ہے اور جو حکم فیصلے کا ہے وہی حکم فتوے کا ہے پس یہ دعویٰ نادرست ہے کہ کوئی فیصلہ یا فتویٰ اُسی وقت صحیح ہے جب کہ فلاں امام کی فقہ کے مطابق ہو ورنہ نہیں بالخصوص اُسوقت جبکہ وہ فتویٰ اور فیصلہ کتاب و سنت کے موافق بھی ہو یا صحابہ کے فتووں کے برابر ہو کوئی ہے جو کہے کہ ایسے بھی یہ نہ مانا جائیگا محض اس بنا پر کہ فلاں امام کا مذہب اس کے برخلاف ہے۔ خدا نے یا اس کے رسول نے بلکہ اماموں میں سے بھی کسی نے یہ تو نہیں فرمایا کہ کسی فقیہ کا قول قول خدا اور قول رسول کی طرح ہے کہ اُس کی اتباع واجب ہی ہو اور اس کا خلاف حرام ہی ہو اس بنا پر کہ مفتی پر ظاہر ہو جائے کہ اُس کا قول اس کے اپنے امام کے مذہب کے خلاف ہے اور وہ دو تین اور اماموں کے موافق تو ہرگز اس مرد کو نہ چاہئے کہ اپنا گھر اجاڑ دے اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اپنی جان کو مصیبت میں ڈال دے اور اپنے مال اور اولاد کو پریشانی میں ڈال دے کہ ہائے مفتی صاحب نے اپنے امام کے خلاف پہلے کہدیا تھا اور اب وہ اپنے امام کی تقلید کی طرف جھک گئے بلکہ خود ایسے مفتی کو بھی حلال نہیں کہ اس سے کہے کہ تو اپنی بیوی سے جدا ہو جا اور خصوصاً اُسوقت جبکہ اس کے پہلے قول کو تینوں اور اماموں کے فتوے کی موافقت قرآن حدیث میں بھی ہو غرض اس قول کا باطل ہونا اتنا ظاہر ہے کہ کسی اور مزید بیان کی تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں۔

اپنے رجوع سے سائل کو آگاہ کرنے کا مسئلہ

اگر سوال ہو کہ جب مفتی کا اجتہاد بدل جائے تو کیا اس پر لازم ہے کہ وہ مستفتی کو بھی اس کی اطلاع دیدے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اُس پر یہ لازم نہیں اس نے پہلے جو عمل کیا ہے وہ اس کے لئے جائز تھا جب تک اس پر اُس کا باطل ہونا نہیں کھلا اس پر کوئی گناہ نہیں اسے حق ہے کہ اُسی پہلی بات پر قائم رہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر اسے ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ جب وہ اس سے ہٹ گیا تو اس کے عقیدے میں اس کا باطل ہونا ثابت ہو گیا اور یہ بھی اسے معلوم ہو گیا کہ اس کا پہلے کا فتویٰ دین میں داخل نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا رجوع

جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو ایک عورت کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا تھا جسے اس نے دخول سے پہلے ہی الگ کر دیا تھا پھر جب آپ مدینے گئے وہاں اس کے خلاف معلوم ہوا تو آپ واپس لوٹتے ہی آئے اور اس شخص کو بلوا کر اُس بیوی کو ان کی بیوی سے جدائی کرادی۔ دوسری نظیر کا واقعہ حضرت حسن بن زیاد لولوی کا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ ایک شخص کو ایک فتویٰ دیا اور اس میں غلطی کر گئے سائل کو پہچانتے نہ تھے تو آپ نے اجرت پر ایک منادی مقرر کیا جو یہ ندا دے کہ حسن بن زیاد سے فلاں دن مسئلہ پوچھا گیا تھا اس کے جواب میں انھوں نے غلطی کی ہے پس جن جن لوگوں نے اُن سے مسئلہ پوچھا ہے وہ اُن کے پاس واپس آئیں پھر آپ کئی دن تک فتویٰ دینے سے رکے رہے یہانتک کہ اُس شخص کو پا لیا اُس سے کہا میں نے تجھے غلط فتویٰ دیا ہے ٹھیک فتویٰ اُس میرے فتوے کے خلاف ہے۔ قاضی ابویعلیٰ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے اجتہاد سے کوئی فتویٰ دیا پھر اُس کا اجتہاد بدل گیا تو اس پر یہ لازم نہیں کہ سائل کو معلوم کرائے ہاں اگر اس نے اس پر عمل کر لیا ہو تو اسے معلوم کرادے۔ لیکن ٹھیک بات یہ ہے کہ اس میں بھی تفصیل ہے کہ اگر اس کی پہلی خطا اس طرح کی تھی کہ اس نے اپنے بتلائے ہوئے مسئلے کے خلاف آیت کتاب اللہ یا حدیث رسول اللہ یا اجماع امت پا لیا ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل اسے نہیں ملی تو بیشک اُسے چاہئے کہ جسے اس نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے اسے اپنی غلطی سے آگاہ کر دے اور اگر اس پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس نے اپنے امام کا یا اپنے مذہب کا خلاف کیا ہے تو اس پر ضروری نہیں کہ سائل کو معلوم کرائے ابن مسعودؓ والے واقعہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ جب حضرات صحابہ سے ملکر اس مسئلے کی چھان بین کی تو انھیں معلوم ہو گیا کہ یہ عورت اس شخص پر بہ نص کتاب اللہ کے حکم کے مطابق حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مبہم لفظ فرمائے ہیں کہ وَاُمَّھَاتُ نِسَآئِکُمْ [illegible] سے جیسے

چالیسواں فائدہ:۔ جب مفتی کوئی فتویٰ دے پھر اُس سے رجوع کرے اور اس لگے فتوے کے لینے والے کو اس کا علم بھی ہو جائے اور اُس نے اُس پہلے فتوے پر اب تک عمل بھی نہ کیا ہو تو کہا گیا ہے کہ اب اُسے اُس پہلے فتوے پر عمل حرام ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس مسئلے میں تفصیل ہے صرف مفتی کے رجوع کر لینے سے اس کے رجوع کردہ فتوے پر عمل حرام نہیں ہوگا بلکہ اُسے توقف کرنا چاہیے اور کسی اور سے [illegible] دریافت کرنا چاہیے اگر اُس نے بھی پہلے مفتی کے پہلے فتوے کی موافقت کی تو وہ اس پر عمل کر سکتا ہے ہاں اگر اس نے بھی اُس کے دوسرے سے موافقت کی اور کسی اور نے پہلے فتوے سے موافقت نہیں کی تو بیشک اُس فتوے پر عمل حرام ہو گیا ہاں اگر اس شہر میں صرف وہی ایک مفتی ہو تو اُس سے پھر پوچھے اگر وہ کہے کہ پہلے کا فتویٰ [illegible] دوسرا ہے تو بھی اس پر عمل حرام نہ ہوگا ہاں اگر وہ یہ کہے کہ میرا پہلا فتویٰ غلط ہے اس کی غلطی اب مجھ پر واضح ہو گئی ہے [illegible] اس فتوے پر عمل حرام ہو جائیگا [illegible] جب اس [illegible] شرعی دلیل کی مخالفت [illegible] رجوع کیا ہے کہ پہلا فتویٰ [illegible] کے خلاف [illegible] پر عمل کرنا حرام نہیں ہاں [illegible] اجماع [illegible] اگر اس نے اس کے پہلے فتوے سے نکاح کیا اور اس عورت سے [illegible] چکا تو جب تک کوئی [illegible] شرعی دلیل [illegible] اس کے حرام ہونے کی متقضی ہو اس کے سامنے نہ آ [illegible] رجوع کر لیا ہو اس پر اس عورت سے جدائی واجب [illegible] عورت [illegible] نے صرف اس بنا پر اپنے اگلے فتوے سے رجوع [illegible] کہ وہ اس کے مذہب کے خلاف ہے [illegible] شافعی ہے ٹھیک بات یہی ہے جو ہم نے لکھی ہمارے [illegible] ساتھیوں نے اور اصحابِ شافعی نے اس پر حکم لگا دیا ہے کہ اُسے اُس عورت کا چھوڑ دینا واجب ہے اور [illegible] کی دو وجہیں وہ نقل کرتے ہیں اور وجوبِ مفارقت کو ترجیح دیتے ہیں کہتے ہیں کہ جب سے اس نے رجوع کر لیا وہ اس کا مذہب نہ رہا مثلاً کسی شخص نے دوسرے کو قبلے کی سمت بتلائی اور وہ اس طرف نماز پڑھتا رہا ہے [illegible] اپنی خیال کو [illegible] ہو گیا [illegible]

کہ وہ اپنے امام کے گھومنے کے ساتھ ہی گھوم جائے زیادہ صحیح بات یہی ہے۔ ہم انھیں جواب دیتے ہیں کہ اس نے جو نکاح کیا اور دخول کیا یہ فتوے سے کیا ہے اور اس کے بعد اس عورت کو علیحدہ کرنے کی کوئی دلیل اس کے سامنے کتاب و سنت سے ظاہر نہیں ہوئی نہ اجماع سے اُسے اس کا علم ہوا ہے۔ صرف نفس کے اجتہاد کے بدل جانے سے اس پر مفارقت واجب نہ ہوگی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تشریک کے قول سے رجوع کر لیا اس کے خلاف فتویٰ دیا لیکن مال اُن لوگوں سے نہیں لیا جن میں آپس میں پہلے شرکت کرا چکے تھے۔ رہی تمہاری دلیل تحویلِ سمتِ قبلہ کی وہ تو یکسر تمہارے خلاف ہے تمہارا دلیل ہرگز نہیں اس لئے کہ مقتدی نے مجتہد کے اجتہاد پر جس سمت نماز جتنی پڑھ لی وہ باطل نہیں ہوئی رہا اس پر گھوم جانے کا حکم یہ اس لئے کہ وہ امام کے ماتحت ہے اس پر اس کی متابعت ضروری اور لازمی ہے۔ یہ تو نہیں ہمارے اس مسئلے کی نظیر صحیح طور پر یہ ہے کہ اگر نماز سے فارغ ہو جانے کے بعد مجتہد کا اجتہاد پلٹ جاتا تو اس پر اُس سمت پڑھی ہوئی نماز کا دوبرانا لازم نہ تھا ہاں دوسری نماز اس طرف پڑھتا جس طرف اب اس کے اجتہاد نے رہنمائی کی ہے [illegible] ہمارے اصحاب میں سے ابو عمرو بن صلاح اور ابو عبد اللہ بن حمدان کا یہ دلیل پیش کرنا کہ مفتی جو اپنے معین امام کے قول پر فتویٰ دیتا ہے جب وہ اس وجہ سے اپنے [illegible] سے ہٹ جائے کہ اُس پر ظاہر ہوا کہ انھوں نے اپنے مذہب کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو اس پر اس کا توڑ دینا واجب ہے گو وہ محلِ اجتہاد میں ہو اس لئے کہ اس کے امام کا قول [illegible] کے حق میں ایسا ہی ہے جیسے شارع کے الفاظ مجتہدِ مستقل کے حق میں ہیں۔

اماموں کا قول شرعی دلیل نہیں

درحقیقت یہ قول محض غلط ہے ائمہ میں سے کسی نے اسے نہیں کہا نہ یہ اصولِ شرعی کا اقتضا ہے۔ اگر اس کے امام کا قول بمنزلہ قولِ شارع مان لیا جائے تو اُس پر اور تمام مسلمانوں پر اس کی مخالفت کرنی حرام ٹھہر جائیگی اس کے خلاف کرنے والے فاسق کہے جائیں گے ائمہ میں سے کسی نے اس بات کو واجب نہیں کہا کہ حاکم کا فیصلہ اور مفتی کا فتویٰ زید و عمرو کے قول کے خلاف ہونے سے ٹوٹ

حکم سے پہلے ہی ظاہر ہوگئی ہے تو تو یہ حکم ہی نہیں دیا جائیگا۔ اور اگر بدلے کا حکم دیدینے کے بعد اور بدلہ لینے سے پہلے ظاہر ہوئی ہے تو بدلہ نہ لیا جائے گا اور اگر بدلہ بھی لیا جا چکا ہے تو تلف شدہ کی ضمانت ان پر ہے یہ جتنے ہوں تاوان ان پر برابر کا ڈال دیا جائے گا اور مالی حکم ہو اور پہلے سے ہی اُن کی خطا کھل گئی ہو تو اُن کی شہادت لغو ہو جائے گی اور مال کی ضمانت ان کے سر نہ ہوگی اور اگر حکم کے بعد ظاہر ہو تو حکم توڑ دیا جائیگا جیسے کہ اگر وہ باعتبار شہرت کے کسی کی موت کی گواہی دیتے اور حاکم اُس کی میراث کے تقسیم کرنے کا فیصلہ سنا دیتا پھر ظاہر ہوتا کہ وہ شخص زندہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا حکم ٹوٹ جاتا۔ اسی طرح اگر ان کی خطا شہادتِ طلاق میں اور طریق سے ثابت ہو جائے جیسے کہ انھوں نے شہادت دی کہ فلاں کو اس نے فلاں دن طلاق دی ہے پھر حاکم کو معلوم ہوا کہ اُس دن تو وہ جیل خانے میں تھا اور وہاں اس کے پاس اس دن کوئی نہیں پہنچ سکتا یا یہ کہ اُس دن وہ بیہوش تھا پس اس شہادت کا حکم بھی یہی ہوگا جو اس وقت ہوتا جبکہ اُن کا کافر فاسق ہونا معلوم ہو جاتا پس اُس کا حکم ٹوٹ جائیگا اور عورت اپنے خاوند کی طرف لوٹا دی جائے گی اگر چہ اُس نے کسی اور سے نکاح بھی کر لیا ہو بخلاف اس کے کہ خود شاہد اپنی شہادت سے پلٹ گئے ہوں تو اُن کا رجوع اگر قبل از دخول ہو تو اُن کے ذمے ہے کہ نصف مہر دیں اس لئے کہ انھوں نے ہی اسے مقرر کیا ہے ہاں وہ عورت اس کے خاوند کی طرف لوٹائی نہ جائے گی جبکہ حاکم جدائی کا کلمہ اپنی زبان سے نکال چکا اور اگر دخول کے بعد گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا ہے تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں ایک تو یہ اون پر کوئی تاوان نہیں اس لئے کہ خاوند دخول کی وجہ سے اپنا پورا نفع حاصل کر چکا ہے پس اُس کا عوض اسکے ذمے ضروری ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ پورے مہر کے وہ دیندار ہیں اس لئے کہ اُن کی شہادت سے اُس کی چیز اس سے فوت ہوئی ہے اصل اس کی یہ ہے کہ کسی عورت کا خاوند کے قبضے سے نکل جانا یہ کسی قیمت کا بھی مستحق ہے یا نہیں؟ آزادی کے گواہوں کی خطا اگر ظاہر ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ آزادیِ غلام فی الواقع نہیں ہوئی تو گو وہ کہیں کہ ہم نے اپنی شہادت سے رجوع کر لیا تاہم اُس غلام کے مالک کو غلام کی قیمت انھیں ادا کرنی پڑے گی +

سخت غصے اور بے چینی والی بھوک اور قلق کے موقعہ پر فتویٰ دینا

بیالیسواں فائدہ [۴۲]:۔ یاد رہے کہ سخت غصے کی حالت میں سخت بھوک کی حالت میں سخت بے چینی کی حالت میں سخت خوف کی حالت میں اور نیند اور اونگھ کی حالت میں اور دلی مشغولی اور پریشانی کی حالت میں اور پاخانے پیشاب کے زور کی حالت میں الغرض کسی ایسے وقت کہ وہ اعتدال میں نہ ہو اور پوری دلجمعی نہ ہو اور خوب ہوشیاری سے کام نہ کر سکتا ہو مفتی کو فتوے سے رک جانا چاہیئے گو اس حالت میں ہی اگر اُس نے فتویٰ دیدیا اور ہے وہ صحیح تو صحیح سمجھا جائیگا۔ اگر کسی حاکم نے ایسی حالت میں کوئی فیصلہ کیا ہے تو وہ بھی جاری ہو سکتا ہے یا نہیں اس میں تین قول ہیں ایک جاری ہو جانے کا دوسرا جاری نہ ہونے کا تیسرا یہ کہ اگر غصہ حکم کو سمجھ لینے کے بعد آیا ہے تو وہ حکم معتبر ہے اور اگر اس سے پہلے سے ہی آیا ہے تو نامعتبر ہے امام احمدؒ کے مذہب میں یہ تینوں اقوال ہیں +

قسم اقرار وغیرہ کے فتوے میں لوگوں کی عادتوں کا لحاظ

تینتالیسواں فائدہ [۴۳]:۔ اقرار میں قسم میں وصیت میں مفتی کو صرف اپنی ہی عادت کے مطابق فتویٰ جاری نہ کرنا چاہیئے بلکہ ان لوگوں کے عرف و دستور کا خیال رکھے اور اسی کو معتبر سمجھے گو وہ دستور و عادت الفاظ سے قدرے خلاف ہی ہو اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو وہ بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی بہکائے گا۔ خیال فرمائیے کہ لفظ دینار بعض کے نزدیک تو آٹھ درہم مراد ہوتے ہیں بعض کے نزدیک بارہ درہم اور درہم آجکل نام ہے کھوٹ والے سکے کا جو اکثر شہروں میں رائج ہے تو اب مثلاً کسی نے درہموں کا اقرار کیا یا درہموں پر قسم کھائی کہ اُسے میں اتنے درہم دونگا یا مہر میں درہم مقرر کئے تو مفتی یا حاکم کو یہ جائز نہیں کہ کھری چاندی کے ہی درہم دلوائے بشرطیکہ ان کے شہر میں ان کے عرف میں اُن درہموں کا چلن ہو جن میں کھوٹ ملی ہوئی ہوتی ہے ہاں اگر ان کے ہاں خالص چاندی کے درہموں کا چلن ہو

حضرت عبداللہ کا خیال یہ تھا کہ اَللّٰاتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ ماول ثانی دونوں کی طرف راجع ہے اب معلوم ہوگیا کہ وہ صرف سوتیلی لڑکیوں کی ماں کی طرف ہی راجع ہے تو ان پر حق کھل گیا مسئلہ صاف ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ انھوں نے جس شخص کو یہ فتویٰ دیا ہے کہ جس عورت سے تونے نکاح کیے بغیر اس سے ملے اُسے طلاق دیدی ہے اس کی ماں سے تجھے نکاح کرنا حلال ہے یہ غلط فتویٰ دیا ہے کتاب اللہ کے صریح خلاف ہے تو آپ آئے اور ان دونوں میں جدائی کرادی۔ وجہ تفریق یا وجہ رجوع کسی زید بکر کے قول کا اپنے فتوے کے خلاف ظاہر ہونا نہ تھا اور یہی ہمارا مقصود ہے واللہ اعلم ✣

کسی کے فتوے پر عمل کر لینے کے بعد اُسکی غلطی کا ظاہر ہونا

اکتالیسواں فائدہ: کسی نے مفتی سے کوئی مسئلہ پوچھا اور اسکے جواب کے مطابق اس نے عمل کیا تھا وہ کسی جان کے یا کسی کے مال کے تلف کرنے کے متعلق پھر اُس کی خطا کھلی تو ابو اسحاق اسفرائنی شافعی کا تو قول ہے کہ مفتی اگر فتوے کی اہلیت رکھتا تھا اور قطع دلیل کے خلاف اُس نے فتویٰ دے دیا ہے تو اُس سے بدلہ لیا جائے گا اور وہ اُس نقصانِ جان و مال کا ضامن ہے۔ اگر وہ مفتی ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا تو اُس پر ضمانت نہیں کیونکہ فتویٰ طلب کرنے والے نے کوتاہی کی اُس نے ٹھیک جگہ اپنے تئیں نہ پہنچایا اور تقلید کے گڑھے میں گر گیا۔ اس پر ابو حمدان نے اپنی کتاب ادب المفتی والمستفتی میں موافقت کی ہے اُن سے پہلے میں نے تو کسی کو ان کی موافقت میں نہیں پہچانا پھر ایک اور وجہ نااہل مفتی کے بھی ضامن ہونے کی ذکر کی ہے کہ باوجود عدم قابلیت اُس نے اپنے تئیں اُس جگہ بتلایا اور سائل کو دھوکے میں رکھا اور خلاف کوشش کی۔ میں کہتا ہوں مفتی کی خطا کا اور حاکم کی خطا کا اور گواہ کی خطا کا ایک ہی حکم ہے۔ حاکم کی خطا کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں امام احمد سے بھی دو روایتیں آئی ہیں ایک تو یہ کہ اس کی خطا کا بوجھ یا ربیت المال پر ہے اگر اُس کے رشتے داروں پر رکھا گیا تو وہ تو سخت تنگی میں پڑجائیں گے کیونکہ حاکم کو سب کے فیصلے کرنے ہیں۔ دوسرا قول آپ کا یہ ہے کہ یہ بوجھ اس کے رشتے داروں پر ہے جیسے کہ دوسروں کی خطا کا بوجھ اُن پر ہوتا ہے لیکن جو خطا مالی ہو اُس کا حکم یہ ہے کہ جب اُس نے حق سے فیصلہ کیا پھر گواہوں کا کفر یا فسق اُسے واضح ہوگیا اور اوس نے اپنا پہلا حکم توڑ دیا تو اُسے چاہیے کہ جسے مال دلوایا ہے اس سے واپس کرادے اسی طرح کسی قصاص کے بدلے کا مال بھی اولیاءِ مقتول سے واپس کرادے۔ اور اگر حکم حق اللہ میں ہے مباشرت یا سرایت کے باطل کر دینے سے تو اس میں تین وجہیں ہیں اول تو یہ کہ ضمانت صفائی کے گواہوں پر ہے کیونکہ اُن کی صفائی کی شہادت کی وجہ سے حکم نافذ ہوا ہے دوسرے یہ کہ حاکم ضامن ہے اس لئے کہ اس نے پورے اور کافی ثبوت بغیر جلدی کر کے بحث وسوال چھوڑ کر حکم جاری کر دیا تیسرے یہ کہ مستحق کو اختیار ہے ان میں سے جسے چاہے ضامن مقرر کر لے قرار تو صفائی کے گواہوں پر ہے اس لئے کہ دراصل حکمِ حاکم کا ذریعہ یہی ہیں ہاں اگر صفائی کی گواہی نہ ہو تو حاکم پر ہے امام احمد سے ایک دوسری روایت یہی ہے کہ حاکم گواہوں کی فاسقی کی وجہ سے اپنا فیصلہ توڑ نہیں سکتا اس بنا پر کوئی ضمانت نہیں ہے اور اس بنا پر جبکہ امام یا والی نے کسی مفتی سے کوئی فتویٰ پوچھا اُس نے بتلادیا پھر اُس پر اپنی خطا ظاہر ہوئی تو مفتی کا حکم امام کے حکم کے ساتھ وہی ہے جو صفائی کے گواہوں کا حاکم کے ساتھ تھا اگر فتویٰ پوچھنے والے نے حاکم اور امام کے حکم بغیر صرف مفتی کے فتوے سے ہی کوئی جان یا کوئی مال تلف کیا ہے پس اگر مفتی اہل ہے تو اس پر کوئی ضمانت نہیں ضمانت مستفتی پر ہے اور اگر وہ اہل نہیں تو اُس پر ضمانت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص طبیب نہ ہو پھر طبیب بن کر بیٹھ جائے تو وہ ضامن ہے یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اگر فی الواقع وہ طبیب ہے اور پھر اس سے خطا ہوگئی ہے تو اوس پر ذمہ داری نہیں۔ مفتی ضمانت کے نہ پڑنے کے لحاظ سے حاکم سے زیادہ اولیٰ ہے اور امام سے بھی اس لئے کہ اس سے فتویٰ لینے والے کو اُس پر عمل کرنے نہ کرنے کا اختیار رہوتا ہے اس پر عمل لازم وضروری نہیں ہوتا بخلاف حاکم اور امام کے حکم کے۔ شاہد کی خطا کی نسبت یہ بات ہے کہ یا تو وہ مال کے گواہ ہیں یا طلاق کے یا آزادگیِ غلام کے یا حد کے یا قصاص کے پس اگر ان کی خطا

آدمی مقصد و باطن تک پہنچ کر پکی بات کہتا ہے پہلی قسم کے آدمی کو ہر شخص دھوکہ دے جاتا ہے جیسے کسی نادان کو کوئی کھوٹا روپیہ بھڑا دے لیکن دوسری قسم کے آدمی کے سامنے یہ لفافہ کام نہیں دیتا وہ فوراً اصلیت کو پہنچ جاتا ہے اور جیسے صراف کھوٹے روپے پیسے کو الگ کر دیتا ہے یہ بھی مکاری اور ڈھونگ کو واقعیت سے بالکل الگ کر دیتا ہے بہت سے باطل ہیں جو ظاہری ٹیپ ٹاپ کی وجہ سے حق کی طرح چل پھر رہے ہیں اور بہت سے حق ہیں کہ میلے کچیلے پردوں تلے ڈھکے پڑے ہیں جسے خدا کی طرف سے بیداری حاصل ہوتی ہے وہ تو حق و باطل کی تمیز میں ٹھکراتا نہیں لیکن اکثر لوگ توفیق سے دور پڑ جاتے ہیں ظاہری بناؤ سنگھار پر نظریں ڈالکر اصلی حسن سے بے نیاز ہو جاتے ہیں بلکہ اکثر باطل اپنی خوبصورت پردوں کی وجہ سے دنیا میں رواج پا گئے ہیں اگر تم کہو کہ یہ چھتے کا اصلی شہد ہے تو یہ مدح ہو جائے گی اور اگر کہو کہ یہ مکھیوں کی قے ہے تو یہی مذمت ہو جائے گی چیز ایک ہے لیکن الفاظ کے ہیر پھیر نے اُسے بھلا برا بنا دیا مشہور حکایت ہے کہ ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے سب دانت ٹوٹ گئے ہیں کسی سے تعبیر پوچھی تو اس نے کہا کہ آپ کے اہل و اقارب سب مر جائیں گے بادشاہ کو سخت غصہ آیا اسے ہنکا دیا اپنے سامنے سے بے عزتی کے ساتھ نکلوا دیا دوسرے سے تعبیر پوچھی اس نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی عمر آپ کے تمام خاندان سے زیادہ ہوگی بادشاہ بہت خوش ہوا اور انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا دونوں عبارتوں پر غور کیجئے مقصود اور مطلب ایک ہی ہے لیکن الفاظ وبال اور تھے یہاں اور ہیں اُن لفظوں نے برا اثر کیا یہ لفظ اثر جیسے میٹھے لگے۔ مقصود یہ ہے کہ حرام حیلوں کا فتویٰ مفتی ہرگز نہ دے نہ ایسا کرنے پر کسی کی مدد کرے نہ ایسی باتیں کسی کو سکھائے ورنہ وہ حکم اللہ سے مخالفت کرنے والا بن جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انھوں نے مکر کیا اللہ نے بھی کیا اور اللہ تمام مکر کرنے والوں سے بہتر ہے فرمان ہے انھوں نے ایک مکر کیا تو ایک ہم نے بھی کیا اور انھیں پتہ بھی نہ چلنے دیا دیکھ لے کہ ان کے مکر کا آخری انجام یہ ہوا کہ ہم نے انھیں مع اُن کی قوم کے تباہ و برباد کر دیا۔ فرمان ہے یہ مکر کرتے ہیں اور اللہ بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ خیر الماکرین ہے۔ فرمان ہے برا مکر کرنے والوں پر ہی

اس کی برائی آتی ہے۔ ارشاد ہے کہ منافق خدا کو دھوکہ دے رہے ہیں اور وہ انھیں۔ ارشاد ہے یہ اللہ کو اور مومنوں کو دھوکہ دے رہے ہیں جو حقیقتاً خود انکے اپنے تئیں دھوکہ ہے لیکن بے شعور ہیں اور آیت میں ہے یہ دراصل اپنے ساتھ ہی فریب بازی کر رہے ہیں لیکن انھیں معلوم ہی نہیں ہوتا۔ حرام حیلے کرنے والے یہودیوں کی نسبت فرمایا کہ تم میں سے جو ہفتے کے دن میں تجاوز کرنے والے ہیں ہم نے انھیں بخوبی جان لیا پھر اُن سے ہم نے فرما دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ اُسے ہم نے آگے پیچھے والوں کے لئے باعث عبرت بنا دیا اور متقیوں کے لئے وعظ کا سبب۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ ملعون ہے جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر و فریب کرے۔ فرماتے ہیں یہود نے جس چیز کا ارتکاب کیا تم ہرگز نہ کرو کہ اللہ کے حرام کو ذرا سے حیلے کے ساتھ حلال کر لو۔ ارشاد ہے مکر اور دھوکہ سب جہنم میں ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ خدا کی حدوں کے ساتھ کھیلنے لگتے ہیں اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا لیتے ہیں کہتے ہیں میں نے تجھے طلاق دی میں نے تجھ سے رجوع کیا میں نے تجھے طلاق دی میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ اور روایت میں ہے میں نے تجھ سے خلع کیا میں نے تجھ سے رجوع کیا میں نے تجھ سے خلع کیا میں نے تجھ سے رجوع کیا۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے کہ ان پر جب چربی حرام کی گئی تو انھوں نے اُسے پگھلا کر بیچ کر قیمت کھائی۔ ابو ایوب سختیانی کہتے ہیں اس طرح خدا کو دھوکا دیتے ہیں جیسے کوئی بچوں کو بہلاتا ہو۔ ابن عباس رضی فرماتے ہیں جو خدا کے ساتھ دھوکا کرے گا اللہ بھی اس کے ساتھ یہی کرے گا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ تین چیزوں کا وبال اسی پر ہے جو انھیں کرے مکر، سرکشی، اور عہد شکنی۔ قرآن کا فرمان ہے برا مکر مکار پر ہی الٹ آتا ہے فرماتا ہے تمہاری سرکشی تم پر وبال ہے فرماتا ہے جو وعدہ خلافی عہد شکنی کرے اس کا بوجھ اسی پر ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں ان لوگوں نے یہ حیلے اسلئے گھڑے ہیں کہ ان سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو توڑیں اُن سے کہا جائے کہ فلاں کام حرام ہے تو یہ

توپھر یہ بھی جائز نہیں کہ جھوٹ سے ہوئے درہم انھیں دلائے۔ اسی طرح طلاق اور آزادگی غلام کے الفاظ ہیں مثلاً کسی شہر میں یا کسی برادری میں لفظ حریت کا استعمال بجائے آزادگی کے پاک دامنی کے معنی میں بولا جاتا ہو اور وہاں کوئی مالک اپنے غلام سے کہے کہ تو حُر ہے یا لونڈی سے کہے کہ تو حُرہ ہے تو وہ ان الفاظ سے آزاد نہیں سمجھی جائے گی کیونکہ ان کے کہنے والے کے دل میں ان الفاظ سے کبھی بھی آزاد ہونے کا خیال تک نہیں آسکتا حالانکہ اسی لفظ سے آزادگی ہو جاتی بھی جہاں یہ لفظ آزادگی کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مثلاً کسی قوم میں طلاق کے بجائے تسریح کے لفظ کا استعمال ہے تو اس لفظ سے طلاق ہی سمجھی جائے گی عورت نے اپنے خاوند سے کہا مجھے تسریح دیجئے اور اس نے جواب میں کہا ہاں میں نے تجھے تسریح دی تو وہاں کے عرف کے مطابق طلاق ہوگی۔ ہم یہ پوری بحث اس سے پہلے کر آئے ہیں اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ جب کہا جائے کہ فلاں کا بہت سا یا بہت بڑا مال مجھ پر چاہئے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ درہم یا درہم وغیرہ چاہئے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ وہ لوگ غنی مالدار زیادہ مال والے یا بادشاہ ہوں۔ اسی طرح اگر کسی نے وصیت کی قوس کی وہاں جہاں سے عرف میں نہ صرف تیر و کمان اور روئی کمانیں نہیں ہوتیں یا کسی نے قسم کھائی کہ وہ ریحان نہ سونگھیگا اور وہاں ریحان فارسی ریحان ہی مراد لی جاتی ہے یا کسی نے قسم کھائی کہ وہ دابہ پر سوار نہ ہوگا اور وہاں کے عرف میں دابہ صرف گدھے کو ہی کہتے ہیں یا گھوڑے کو ہی کہتے ہیں یا کسی نے قسم کھائی کہ وہ پھل نہیں کھائیگا اور ان کے ہاں اس سے مراد ایک خاص قسم کا ہی پھل لیا جاتا ہے یا قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہیں پہنے گا اور ان کے عرف میں کپڑا صرف کرتے کو ہی کہتے ہیں چادروں کو تہمدوں کو نہیں کہتے تو ان تمام صورتوں میں یہ قسمیں ان چیزوں پر محمول ہوں گی جو ان کی دل چال میں ہیں۔ یہ نہیں کہ تم لفظوں کی ہی تاک میں بیٹھ جاؤ اور سوال کے حرف ان کے سامنے پیش کرو اور زیادہ ...مثال لیجئے ... جو عربی جانتی ہے اس کا خاوند ... اس سے کہتی ہے کہ تو مجھے یہ کہہ دے أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا یعنی تجھے تین طلاقیں ہیں اس انجان نے اس

کلمے کے معنی سمجھے بغیر عورت کے کہنے سے یہ کلمہ کہہ دیا تو شرعاً وہ عورت اس سے جدا نہیں ہوسکتی نہ یہ طلاق طلاق میں شمار ہوسکتی ہے اسی طرح جیسے بعض لوگوں کا دستور ہوتا ہے کہ ذرا زیادہ فروتنی اور خاکساری ظاہر کرنے کے لئے دوسروں سے کہا کرتے ہیں کہ میں تو جناب کا غلام اور مملوک ہوں تو اب یہ تھوڑے ہی ہے کہ وہ اس کی گردن کا مالک ہوگیا الغرض مقصد نیت اور عرفِ کلام کا جو لحاظ نہیں کرتا اُسے چاہیئے کہ اس صورت میں اُسے غلام مان لے اس کے بیچنے کا اُسے مختار مان لے کیونکہ اس کے اپنے الفاظ صاف ہیں کہ میں آپ کا غلام ہوں۔ ... مفتی ... ٹھوکریں کھاتے ہیں ان میں ایک بڑی ... ہے ... خود دھوکے میں پڑتے ہیں اور خدا رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں اس کے دین کو بدل ڈالتے ہیں ... حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتے ہیں ... چیز کو ... ضروری قرار نہیں دیا ... واجب کر دیتے ہیں +

مفتی کو چاہیئے کہ سائل کو مطالبے کی تحقیق کرے

چھیالیسواں فائدہ :- کوئی شخص اگر کسی ایسے مسئلے کی تلاش میں آئے جس سے کوئی واجب ٹل جاتا ہو یا کوئی حرام حلال ہوجاتا ہو یا کسی مکر و فریب کا موقعہ ملتا ہو تو اُسے جائز نہیں کہ ایسی صورت میں اس کی ... ان مسئلوں میں ایسے اینچ پینچ پیدا کردے یا اُسے اس کی خواہش تک پہنچنے کا ذریعہ بتلائے یا کچھ ایسے پرشکن الفاظ میں فتویٰ دے کہ وہ اس سے اپنا مطلب نکال لے بلکہ اسے چاہیئے کہ لوگوں کی چالبازیوں سے خبردار رہے اُن کے احوال سے واقف رہے ... کے ساتھ نیک ظنی بلا وجہ نہ کرتا رہے۔ بلکہ ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لے لوگوں کے احوال و امور سے برابر مطلع رہے اور اپنی سمجھ کا شرافت سے تول کرتا رہے اگر ایسا نہ کرے گا تو خود بھی بہکیگا اور دوسروں کو بھی غارت کریگا۔ بہت سے سوالات ایسے ہیں کہ ظاہر میں بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں باطل دہوکا اور بیہودگی سے سراسر ظلم و جور ہے مکر و فریب ہے۔ پس بھولا آدمی تو ظاہر کو دیکھ کر جھٹ سے جواز کا فتویٰ دے دیتا ہے لیکن ہوشیار

پڑھ سنایا پھر قاضی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا یہ کیا بات ہے؟ واقعہ ایک اور آپ کے فتوے الگ الگ اس میں جو لکھتے ہو اس کے خلاف اس میں لکھتے ہو؟ اب تو نائب سلطان کے چہرے پر بھی غصے کے آثار ظاہر ہونے لگے میں نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً کہا کہ یہ قاضی صاحب کی عین دینداری اور خدا ترسی ہے پہلے جو حق ان کی تحقیق میں تھا اس کے مطابق فتویٰ دیا اب مزید تحقیق میں جو حق کھلا اور وہ پہلے کے فتوے کے خلاف تھا تو وہی حق فتویٰ اب دیا اپنے اگلے فتوے سے رجوع کر لیا یہی آئمہ دین کی ہمیشہ شان رہی ہے کہ آج ایک فتویٰ دیا کل اس کے خلاف ظاہر ہوا تو دلیل کی تابعداری کرتے ہوئے فوراً اس سے رجوع کر لیا۔ یہ بات نہ ائمہ کے علم و دین اور تقوے کے خلاف تھی نہ قاضی صاحب کے لئے یہ بات نقصان کی ہے الحمد للہ حاکم کا غصہ جاتا رہا اور قاضی صاحب نے نجات پائی اور بہت خوش ہوئے۔

امام شافعیؒ کا اپنی تقلید کو حرام فرمانا

سینتیسواں فائدہ: آپ فرماتے ہیں جب تم میری کتاب میں میرا کوئی [illegible] حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] پاؤ تو حدیث ہی سے وہی کہو اور میرے قول کو [illegible] آپ فرماتے ہیں اگر میں نے کوئی قول حدیث رسول اللہ کے خلاف کہا ہو تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور وہی کہتا ہوں جو حدیث رسول میں ہو فرماتے ہیں جب صحیح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مل جائے تو میرے قول کو دیوار سے [illegible] فرماتے ہیں جب کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میں روایت کروں اور خود اس کے مطابق نہ کہوں تو سمجھ لینا کہ میری عقل جاتی رہی۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے پاکیزہ اقوال آپ کے ہیں جو اس مطلب میں بہت صاف اور بالکل واضح ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب وہی ہے جو حدیث شریف میں ہو حدیث کے سوا کوئی آپ کا قول ہی نہیں۔ خلاف حدیث قول کو آپ کی طرف منسوب کرنا ناقابل معافی غلطی ہے۔ خلاف حدیث کسی قول کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے فتویٰ دینا امام صاحب پر تہمت باندھنا ہے ان کے پیرو لوگوں کی ایک جماعت نے بھی صراحتاً یہ بات فرمائی ہے یہاں تک کہ ان بزرگوں میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے کسی کتاب سے امام صاحب کا [illegible] نام لیکر کوئی قول پڑھا اور انھوں نے فرمایا اس قول کو کاٹ دو اس لئے کہ خلاف حدیث ہے اس لئے یہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی نہ رہا جیسے کہ خود آپ نے فرما دیا ہے یہی بات ٹھیک ہے اور درست ہے اس صورت میں بھی کہ حضرت الامام نے کچھ نہ فرمایا ہوتا پھر جبکہ آپ نے کھلے لفظوں میں اُن تمام اقوال سے اپنی برأت ظاہر کر دی جو خلاف حدیث ہوں پھر بھی کسی ایسے قول کو مذہب امام شافعی بتلانا کس قدر ڈھٹائی اور بے حیائی ہے جب ہم نے اپنے کانوں سنا اپنی آنکھوں دیکھا کہ امام صاحب رضی اللہ عنہ کھلے لفظوں میں بار بار علی الاعلان یہ فرما گئے کہ میرا ہر وہ قول جس کے خلاف کسی وقت بھی کوئی حدیث ملجائے میرا نہ کہا جائے میں اس سے بری ہوں میں اس سے رجوع کرتا ہوں تو پھر ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ہم قسم کھا کر کہدیں کہ ہمارے امام صاحب کا مذہب اور قول وہی ہے جو مطابق حدیث ہو نہ وہ جو مخالف حدیث ہو آپ کی طرف جو بھی وہ قول منسوب کرے جو خلاف حدیث ہو اس نے آپ پر تہمت باندھی اور آپ کے فرمان کا خلاف کیا خصوصاً وہ قول جو اس حدیث کے خلاف ہو جسے خود امام صاحب نے ذکر کی ہو لیکن اس کی سند کے ضعف کی وجہ سے یا اس تک کسی صحیح سند سے نہ پہنچنے کی وجہ سے اس کا قول کوئی اور ہو [illegible] اس حدیث کی کوئی صحیح سند مل گئی ہو جس میں کوئی خامی نہ ہو ائمہ حدیث نے اسے صحیح کہا ہو اور اس حدیث کی شہرت امام صاحب تک نہ ہوئی ہو تو بیشک و شبہ یہی حدیث امام صاحب کا مذہب ہے نہ کہ اس کے سوا [illegible] معراج کے مسئلے کہ آپ نے سفیان بن عیینہ کی حدیث میں [illegible] ترک کر دیتے ہیں لیکن یہی روایت اس صفائی کے ساتھ ثابت ہو گئی ہے جس کی صحت میں کوئی کلام باقی نہیں رہا نہ کسی وجہ سے کوئی شبہ اس کے صحیح ہونے میں نہیں رہا پس ظاہر ہے کہ [illegible] امام شافعی کا مذہب ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ وباللہ التوفیق لبعض ائمہ شافعیہ کی یہ صراحت فی الواقع بہت ہی لطیف ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے اس فرمان کے مطابق حدیث سے ثابت شدہ مسئلے کی موافقت کر کے ہم کہتے ہیں کہ امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔ وقت مغرب

اس کے حلال کرنے کا کوئی نہ کوئی حیلہ گھڑ لیتے ہیں یہ حیلوں والے لوگ بڑے ہی خبیث ہیں اپنی چالاکیوں سے پیغمبر کی حدیثوں کو توڑتے مروڑتے ہیں فرماتے ہیں حیلہ کرنے والا قسم توڑنے والا ہے حیلے سے جو قسم کے خلاف کرے اُس پر قسم کا کفارہ ہے چونکہ ہم اس مسئلہ کو خوب تفصیل و تشریح سے پہلے بیان کر چکے ہیں اس لئے یہاں دوبارہ بیان نہیں کرتے +

مسئلہ بتلانے پر اُجرت و ہدیہ لینا

پینتالیسواں[۴۵] فائدہ :- مفتی کو مسئلہ بتانے پر اجرت لینا یا ہدیہ تحفہ لینا یا اور کچھ بطور تنخواہ حاصل کرنا اُس کی تین صورتیں ہیں جن کے اسباب بھی مختلف ہیں اور حکم بھی۔ اجرت کا لینا تو ناجائز ہے اس لئے کہ فتویٰ بتلانا خدا رسولؐ کی طرف کی تبلیغ کا منصب ہے اس پر معاوضہ جائز نہیں جیسے یہ جائز نہیں کہ کوئی کسی سے کہے کہ میں تجھے اسلام یا وضو یا نماز اجرت بغیر نہیں بتلاؤں گا یا مثلاً کسی حلال حرام کے بارے میں سوال ہوا تو کہدے کہ جب تک کچھ نہ لوں نہ بتلاؤں گا۔ یہ تو قطعاً حرام ہے اس عوض کا رد کر دینا لازم ہے اس کا وہ مالک نہیں بن سکتا بعض متاخرین کہتے ہیں کہ جب سائل تحریری جواب مانگے تو وہ اپنی تحریر کی اجرت لے سکتا ہے جیسے کہ ناسخ اپنی کتابت کی اجرت کا حقدار ہے یہ اجرت جواب مسئلہ کی نہیں ہے بلکہ جواب مسئلہ سے جو چیز زائد ہے یعنی تحریر اُس کی یہ اجرت ہے۔ لیکن صحیح بات اس کے برخلاف ہے اس پر جواب دینا واجب ہے تاکہ اللہ کے ہاں سبکدوش ہو سکے اپنے لفظ سے بھی اور اپنے خط سے بھی ہاں کاغذ قلم روشنائی یہ اس پر لازم نہیں ہدیہ جو ملے اس کے بارے میں تفصیل ہے اگر وہ ہدیہ فتوے کے باعث نہ ہو مثلاً وہ شخص ہدیہ بھیجے جس کی عادت میں یہ بات داخل ہے یا وہ ہدیہ بھیجے جسے اس کا مفتی ہونا معلوم ہی نہ ہو تو اُس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم اولیٰ یہ ہے کہ اُس ہدیے کا بدلہ دیدے لیکن اگر ہدیے کی وجہ فتویٰ ہی ہو تو اگر ہدیے کی وجہ سے یہ اُسے وہ فتویٰ دے جو ہدیہ نہ ہونے کی وجہ سے اوروں کو نہیں دیتا تو تو یہ محض ناجائز ہے اور اگر یہ بات نہ ہو بلکہ ہر ایک کو یکساں فتویٰ دیتا ہو تو بھی ہدیے کے قبول کرنے میں کراہت تو ہے کیونکہ یہ اجرت اور معاوضے کے مشابہ ہے۔ بیت المال سے بطور تنخواہ کچھ لینا اگر یہ بوجہ حاجت کے ہے تو بلاشبہ جائز ہے اور اگر مفتی صاحبِ غنا ہے تو اس میں دو وجہیں ہیں اس کی اصل عامل زکوٰۃ اور عامل یتیم ہے جو لوگ عامل زکوٰۃ سے اُسے ملحق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس میں عام کا نفع ہے اس لئے اُسے دینا جائز ہے اور جو اسے یتیم کے عامل سے ملاتے ہیں وہ ناجائز بتلاتے ہیں۔ قاضی کا بھی اس بارے میں یہی حکم ہے جو مفتی کا ہے بلکہ قاضی کا تو حکم بطور اولیٰ ہے واللہ اعلم +

ایک فتوے کے بعد پھر وہی فتویٰ

چھیالیسواں[۴۶] فائدہ :- ایک مفتی نے ایک واقعہ میں ایک فتویٰ دیا پھر وہی واقعہ سامنے آیا اگر اُسے پہلا واقعہ پہلا فتویٰ اور اس کی دلیل اسی طرح یاد ہے اور اس وقت تک اوس کی تحقیق وہی ہے تو وہ بغیر نظر و اجتہاد کے وہی فتویٰ جاری کر سکتا ہے اگر فتویٰ تو یاد ہے لیکن دلیل ذہن سے نکل گئی ہے تو بھی وہ اسی طرح فتویٰ دیسکتا ہے یا نہیں اس میں احمدؒ و شافعیؒ کے اصحاب کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ دوبارہ نظر ڈالنی ضروری ہے ممکن ہے اب تحقیق بدل جائے یا پہلے جو چیز مخفی رہی تھی اب واضح ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ تجدید نظر ضروری نہیں اس لئے کہ اصل اُسی حالت پر بقا ہے جس پر تھا ہاں اگر پہلے کے خلاف کوئی نئی چیز سامنے ہے تو پہلی تحقیق پر باقی رہنا جائز نہیں اُس پر اس کا خلاف کرنا واجب ہی نہیں اُس کا اپنے نفس کے ساتھ خلاف کرنا اس کے علم میں کوئی نقصان نہ ڈالیگا بلکہ یہ تو کمالِ علم و پرہیزگاری ہے یہی وجہ ہے جو اماموں سے ایک ایک مسئلے میں دو دو بلکہ کئی کئی قول مروی ہیں۔ ہمارے استاد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ نائب سلطان کے ہاں ایک مجلس منعقد ہوئی ایک وقف کے فتوے کے بارے میں جو شہر کے قاضی صاحب نے دیا تھا اُس مجلس میں وہ فتویٰ پڑھا گیا تھا وہ بالکل حق اور محض سچا تھا اسی وقت حاضرین دربار میں سے ایک صاحب نے انہی قاضی صاحب کا ایک پرانا فتویٰ اسی مسئلے میں اس کے برخلاف نکالا اور اسے بھی حاضرین کو

اس لئے میں اُسے بتلا دونگا کہ شافعی مذہب تو یہ ہے لیکن دلیل سے ثابت شدہ مسئلہ اس کے خلاف یوں ہے۔ میں نے جب اپنے استاد مرحوم سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عموماً سائل کے دل میں خاص کسی مذہب کا خیال ہی نہیں ہوتا وہ تو حق مسئلے کی تلاش میں ہوتا ہے پھر یہ تو نہ صرف مخلوق کی بلکہ خالق کی بھی حق تلفی ہے کہ کوئی اُسے وہ مسئلہ بتلائے جسے وہ خود دلائل کے خلاف جانتا ہو۔

دو قول اور ایک مسئلہ جس میں ترجیح ظاہر نہ ہو

اکیانویں فائدہ: جب مفتی کے سامنے دو قول ہوں اور دونوں میں سے کسی ایک کی ترجیح ظاہر نہ ہو تو قاضی ابویعلی تو کہتے ہیں اُسے اختیار ہے جس قول پر چاہے فتوی دے جیسے کہ یہ جائز ہے کہ جس کے قول پر چاہے عمل کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں قول سائل کے سامنے رکھدے کہ تجھے اختیار ہے ان میں سے جس پر چاہے عمل کرلے اسلئے کہ وہ فتوی اپنے پسندیدہ امر پر دیتا ہے اور یہاں امر مقرر نہیں اسلئے دونوں قول میں سائل کو بھی پسندیدگی کا حق دینا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس میں احتیاط دیکھے اُس کا فتوے دے۔ میں کہتا ہوں ایسی حالت میں مفتی کو توقف کرجانا چاہئے اور جب تک کسی دلیل سے کوئی قول راجح نہ معلوم ہوجائے ہرگز فتوی نہ دے اس لئے کہ دونوں میں سے ایک خطا ہوگا ایک درست ہوگا۔ جب تک درست بات کا علم نہ ہوجائے زبان نہ کھولے خطا اور صحیح میں سے کسی ایک کے قبول کرلینے کا اختیار نہ اُسے ہے نہ سائل کو۔ دیکھئے کسی حکیم کے سامنے کسی مریض کے بارے میں دو مختلف تشخیصیں ہوں تو ظاہر ہے کہ جب تک ایک پر اس کا دل جم نہ جائے وہ آگے نہیں بڑھتا نہ یہ کرتا ہے کہ جو چاہے اختیار کرلے۔ دوسری مثال یہ لیجئے کہ کوئی شخص آپ سے مشورہ طلب کرتا ہے جب تک کوئی صاف بات ذہن میں نہ آئے آپ بطور مشورہ اس کے سامنے پیش نہیں کرسکتے۔ اور مثال لیجئے ایک شخص ایک جگہ جانا چاہتا ہے اُس کے دو راستے ہیں ایک خطرناک ہے دوسرا خطروں سے خالی ہے ظاہر ہے کہ جب تک اُس کے سامنے یہ بات بالکل کھل نہ جائے کہ کونسا ٹھیک ہے اور کونسا ٹھیک نہیں اُسے قدم بڑھانا درست نہیں جب ان باتوں میں ٹھیر جانا ضروری ہے تو حلال حرام کے مسائل میں توقف کیوں نہیں کیا جائیگا۔ واللہ تعالی اعلم۔

مقلدین کا اپنے اماموں کے اُن اقوال پر فتوی دینا جن سے وہ رجوع کرچکے ہیں

بانوے فائدہ: تمام مقلدین کے علم میں یہ مدفون ہے کہ ان کے امام اپنے اماموں کے اُن اقوال پر فتوی دیتے ہیں جن سے وہ خود دست بردار ہوچکے ہیں حنفیوں کو دیکھو وہ ان نذروں کو ضروری قرار دیتے ہیں جن کا تعلق قسموں کا ہے جیسے حج روزہ صدقہ وغیرہ حالانکہ خود انہی حنفیوں کی نقل کے مطابق امام صاحب نے اپنے انتقال سے تین دن پہلے اس سے رجوع کرلیا تھا اور کفارہ کے قائل ہوگئے ہیں حنبلیوں میں سے اکثر نشہ کی حالت کی طلاق کو واقع بتاتے ہیں حالانکہ امام احمد نے اس سے رجوع کرکے اس طلاق کے نہ ہونے کا فتوی دیا ہے جیسے کہ پہلے بیان گذر چکا ہے اسی طرح شافعی مذہب والے قدیم قول پر فتوی دیتے ہیں تثویب کے مسئلے میں اور وقت مغرب کی درازگی کے مسئلے میں اور بہت سے پانی میں نجاست کے دور ہونے کے مسئلے میں اور آخری دو رکعتوں میں کسی اور سورت کے پڑھنے کے مستحب نہ ہونے میں اور ایسے ہی بیس مسائل سے بھی زیادہ ہیں یہ بالکل ظاہر ہے کہ جس مسئلے سے انھوں نے رجوع کرلیا اب وہ مسئلہ ان کا نہ رہا اس اندھیر کو تو دیکھئے کہ خود امام نے جس مسئلے کو چھوڑا اُسی پر یہ فتوی دیں اور اس فتوی دہی کو جائز مانیں اور اس سے تقلید نہ ٹوٹے نہ مذہب چھوٹے لیکن دلیل کا رجحان دیکھکر قرآن و حدیث کو سامنے دیکھکر امام کے قول کے خلاف پاکر اگر اس پر فتوی دیدے تو تقلید کی تمام رسی جل جائے اور مذہب کا سارا تانا پود بکھر جائے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر اس پر یہ کہا جائے کہ جس قول سے امام نے رجوع کیا ہے وہ بھی تو کبھی نہ کبھی تو اس کا قول رہا ہے بخلاف اس کے جسے اُس نے کبھی بھی نہیں کہا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس فرق کی کوئی تاثیر نہیں اس لئے کہ جس سے رجوع کرلیا وہ ایسا ہی ہے جیسے کہا ہی نہ ہو مقصود ان سب باتوں سے یہ ہے کہ اہل علم کی شان سے تو یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ کسی کی اندھی اور کوری تقلید کے پیچھے پڑ جائیں اور دنیا جہان کے اقوال سے تحقیق سے توڑ کر قرآن حدیث سے آنکھیں بند کرلیں یہ تقلید اور یہ طریقہ تو نہایت ہی نامعلوم بدترین اور بیحد برا ہے اگلے مسلمان تو اس سے محض ناآشنا تھے یہ بدعت بہت ہی بعد کی ہے اور ایک نہیں کئی ایک برائیوں کا یہ تو مجموعہ ہے اسی سے حق چھوٹ گیا اور ناحق دین اسلام میں خلط ملط ہوگیا واللہ اعلم۔

حنفی مذہب کے ایک فقیہ کا واقعہ

ہمارے استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اُن کے پاس ایک بہت بڑا فقیہ عالم حنفی مذہب کا شخص پیش ہوا اور کہا کہ جناب عالی میں آپ سے ایک مشورہ لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں بات یہ ہے کہ میں حنفی مذہب کے مسائل کو خلاف حدیث صحیح پاتا ہوں اس لئے ارادہ کر رہا ہوں کہ اسے چھوڑ دوں [illegible] آپ سے پہلے اور لوگوں سے بھی مشورہ لیا تو [illegible] مسائل [illegible] دعا اور توفیق [illegible] سوال [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] ہمارے شیخ [illegible] مسائل [illegible] مسائل مطابق قرآن حدیث ہوں اور [illegible] دلیل سے ثابت ہوئے ہوں اُن پر تو بلا شک و شبہ دل کھول کر [illegible] عمل کرتے رہو دوسری قسم کے مسائل وہ ہیں جو بے دلیل ہیں جن کے خلاف دلیلیں [illegible] موجود ہیں خبردار اُن سے بالکل الگ رہو نہ اُن پر عمل کرو نہ انہیں سچا جانو نہ انہیں حق مانو نہ انہیں بتلاؤ نہ انہیں پھیلاؤ نہ اُن کے مطابق فتویٰ دو۔ تیسری قسم کے مسائل اجتہادیہ ہیں جن میں دلیلیں برابر کی ہیں ان میں اختیار ہے مانو یا نہ مانو اگر دوسری شق اختیار کرو اُن پر فتویٰ دو یا انہیں بالکل چھوڑ دو بس ان تین قسموں میں مسائل کی تقسیم کر لو یہ سنکر وہ اچھل پڑے بہت ہی خوش ہو کر کہنے لگے اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ [illegible] ابو عبداللہ کا قول ہے کہ جو شخص اپنے مذہب کے خلاف کوئی حدیث پائے تو اگر اُس کے پاس مجتہد مطلق کے آلات تمام ہیں یا اپنے امام کے مذہب میں اُسے اجتہاد کا درجہ حاصل ہے یا اس خاص قسم میں یا اُس خاص مسئلے میں تو تو حدیث پر عمل اولیٰ ہے اور اگر یہ حاصل نہیں اور حدیث کا عمل چھوڑنے میں اُس کے دل میں ڈر پیدا ہو جاتا ہے اور اُس کے خلاف اس کے ذہن میں کوئی معقول جواب ہی نہیں تو اسے دیکھ لینا چاہیئے کہ اس پر کسی امام نے عمل کیا ہے؟ اگر کیا ہو تو بھی شوق سے اس پر عمل کرنے لگے اسے اپنے مذہب کے ترک کرنے کا یہ ایک معقول سبب ہے واللہ اعلم۔ (دراصل عمل بالحدیث کے لئے یہ قیدیں لگانا اُسوقت بھی معلوم ہوتیں جب حدیث اور قولِ امام ایک پایہ کے ہوتے حالانکہ ان دونوں میں وہی فرق ہے جو نبی اور امتی میں فرق ہے پھر خدا جانے ان مصیبتوں میں اس مرحوم امت کو کیوں پھنسایا جاتا ہے؟ اور یہ قیدیں لگا کر ان پیچدار راستوں کی بھول بھلیاں میں کیوں الجھایا جا رہا ہے؟) ✣

مفتی کا اپنے امام کے مذہب کو چھوڑ کر اُس کے خلاف فتویٰ دینا

چھبیسواں فائدہ: جو مفتی کسی خاص امام کی طرف اپنی نسبت کئے ہوئے ہو جب [illegible] پایا جائے کہ اُس کے امام کا مسئلہ مرجوح ہے راجح اور [illegible] دلیل اس کے خلاف ہے تو کیا وہ اپنے امام کے خلاف فتویٰ دے سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ اپنے امام کے طریقۂ اجتہاد میں اس کا ساتھی ہے متابعتِ دلیل میں اس سے متفق ہے اور درحقیقت تبع امام کا [illegible] کا ہے اور ایسے ہی لوگ تبع بھی ہیں تو بیشک اس کے لئے جائز ہے کہ دوسرے قول پر فتویٰ دے دلیل کو سامنے رکھکر اُسے ترجیح دے اور اگر وہ اپنے امام کے جملہ اقوال کا مقلد ہے تو کہا گیا ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کے خلاف نہ جائے اگر کہیں جائے بھی تو صرف بطور نقل کے دوسرے کا نام لیکر اس کے مسئلے کو بیان کر دے۔ لیکن اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ دلیلِ ارجح سے جو بات اس کے نزدیک درست ہے اُسے اپنے امام کے اصول کے مطابق نکال لے اصول احکام میں ائمہ کا اتفاق ہے قول مرجوح اصول سے ٹوٹ سکتا ہے اور قولِ راجح کا اقتضا اصول ائمہ ہی ہیں ہر صحیح قول قواعدِ ائمہ پر نکل سکتا ہے۔ پس اس صحیح قول کو راجح دلیل کے مطابق قواعد امام سے نکال لے اور حجتِ ماخذ کو سامنے رکھکر اس کے مطابق بلا شک و شبہ ضرور فتویٰ دیدے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق نصیب کرے آمین!۔ امام قفال کہتے ہیں کہ اگر میرے نزدیک حنفی مذہب کا کوئی مسئلہ مطابقِ حدیث نظر آجائے اور شافعی مذہب کا کوئی مسئلہ اس کے خلاف ہو تو میرے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں کھلے اور غیر مشتبہ الفاظ میں صاف کہدوں اور لکھدوں کہ شافعی مذہب تو یہ ہے لیکن صحیح بات یہ ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں۔ اور شافعی مذہب کے اس مسئلے کو بتلانا بھی صرف اسلئے ہوگا کہ سائل کا سوال ہی یہ ہے

سوال[۱۶] ہوتا ہے کہ ایک رکعت وتر پڑھ سکتا ہے؟ جواب دیتا ہے کہ ایک رکعت وتر جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں حکم پیغمبر موجود ہے کہ جب تجھے صبح صادق ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک وتر پڑھ لے۔ سوال[۱۸] ہو کہ سورہ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ میں اور سورہ اِقْرَاْ دونوں میں سجدہ ہے؟ جواب دیا کہ ان میں سجدہ نہیں ہے حالانکہ حضورؐ نے دونوں سورتوں کی قرأت میں سجدہ کیا ہے۔ سوال[۱۹] ہوا کہ ایک شخص دوسرے کا ہاتھ چبا لے گیا اس نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جس سے اس کے سامنے کے دانت ٹوٹ گئے تو کیا وہ دیت کا مستحق ہے؟ جواب دیا کہ ہاں مستحق ہے حالانکہ حضورؐ نے اُسے کوئی دیت نہیں دلائی۔ سوال ہوا کہ [illegible] دوسرے کے گھر میں جھانکا۔ گھر والے نے کنکر پھینکا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو کیا اس پر کوئی گناہ ہوگا؟ جواب دیا [illegible] گناہ ہوگا اور دیت بھی دینی ہوگی حالانکہ حدیث میں ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں۔ سوال ہوا کہ [illegible] یا اونٹنی خریدی [illegible] تھا اور دراصل وہ ہمیشہ اتنا دودھ نہیں دیتی تو کیا خریدار کو حق [illegible] ہے کہ وہ اس جانور کو واپس کر دے [illegible] کھجوریں بھی دے؟ تو جواب دیتا ہے کہ [illegible] شریف میں ہے کہ اگر ناخوش ہو تو جانور کو [illegible] ایک صاع کھجور دیدے۔ یا پوچھا[۲۲] گیا کہ زانی [illegible] اسے حد کے ساتھ جلا وطنی بھی ہے یا نہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں ہے حالانکہ حدیث میں ہے کہ اُسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کی جلا وطنی دی جائیگی۔ اسی[۲۳] طرح سوال ہوا کہ سبز ترکاریوں پر بھی کیا زکوٰۃ ہے؟ اُس نے کہا ہاں ہے حالانکہ حدیث میں ہے سبز ترکاریوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ یا پوچھا[۲۴] گیا کہ پانچ وسق سے کم پر بھی زکوٰۃ ہے جواب دیدیا کہ ہاں ہے حالانکہ فرمان رسولؐ ہے کہ جو پانچ وسق سے کم ہو اُس میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ یا دریافت[۲۵] کیا گیا کہ کسی عورت نے اپنا نکاح آپ ہی کر لیا بغیر ولی کی اجازت کے تو اس مفتی نے کہدیا کہ ہاں نکاح ہو گیا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ اس کا نکاح باطل ہے۔ اسی[۲۶] طرح حلالہ کرنے اور کرانے والوں کی نسبت وہ کہدے کہ یہ مستحق لعنت نہیں حالانکہ شارع ؑ نے انہیں لعنتی کہا ہے۔ پوچھا[۲۷] جاتا ہے کہ جب چاند رات کو مطلع صاف نہ ہو تو کیا شعبان کی گنتی پورے تیس دن کی کرے؟ جواب دیتا ہے کہ یہ جائز نہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر مطلع غبار آلود ہو تو تم شعبان کے دنوں کی گنتی پوری تیس دن کی کامل کر لو۔ اسی طرح جسے طلاق بتہ ہو چکی ہو اس کی نسبت دریافت کیا جائے کہ کیا یہ نان نفقہ کی حقدار ہے؟ وہ جواب جڑ دے گا کہ ہاں حقدار ہے حالانکہ حضورؐ فرما چکے ہیں کہ اس کے لئے نہ نفقہ ہے نہ رہنے کا مکان۔ یا سوال کیا جائے کہ کیا نماز میں دونوں طرف سلام پھیرنا مستحب ہے؟ وہ جواب دے کہ یہ مکروہ ہے یا مستحب نہیں [illegible] صحابیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ [illegible] سلام پھیرا کرتے تھے فرماتے تھے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یا سوال کیا جائے [illegible] وقت اور رکوع سے سر اٹھانے [illegible] رفع یدین کرتے [illegible] اس کی نماز [illegible] تو وہ کہہ [illegible] باطل ہے [illegible] صحابیوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے وقت اور [illegible] وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے [illegible] سب کی صحیح ہیں جن میں کوئی طعن تک نہیں۔ یا سوال[۳۰] کیا جائے کہ کیا چھوٹے [illegible] لڑکے کے پیشاب پر [illegible] چھینٹا دے لینا کافی ہے یا اُسے دھونا ہی پڑے گا؟ [illegible] جواب [illegible] چھینٹا دے لینا کافی نہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایسے بچے کے پیشاب پر صرف پانی کا چھینٹا دے لینا کافی ہے خود حضورؐ نے ایسا کر کے دکھلایا اور دھویا نہیں۔ یا مثلاً[۳۱] تیمم کے بارے میں اگر سوال کیا جائے کہ صرف ایک ہی مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر پہنچوں تک مل لینا کافی ہے یا نہیں؟ یہ جواب دے کہ کافی نہیں جائز نہیں۔ حالانکہ صاحب شرع کا فیصلہ ہے کہ یہ بالکل کافی ہے یہ فرمان اتنا صریح صحیح اور صاف ہے کہ کوئی بھی کسی طرح بھی اسے دفع نہیں کر سکتا۔ یا سوال[۳۲] کیا جائے کہ کیا تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے بیچنا جائز ہے؟ وہ جواب دے کہ ہاں جائز ہے حالانکہ صاحب شرعؐ سے جب یہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یا یہ سوال[۳۳] ہو کہ کسی شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے سب کے سب چھ غلاموں کو

قرآن و حدیث کے لفظوں کے خلاف فتویٰ دینا حرام ہے

ساتویں فائدہ: خواہ اس سے مذہب بنتا ہو یا بگڑتا ہو کبھی یہ نہ چاہیے۔ مثلاً کسی سے پوچھا جائے کہ ایک شخص ایک رکعت نماز صبح کی پڑھ چکا تھا کہ سورج نکل آیا تو کیا وہ نماز پوری کرے؟ تو جواب میں کہے کہ نہیں کرے گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پوری کرے۔ یا پوچھا جائے کہ ایک شخص مر گیا اور اس پر کچھ روزے رہ گئے تو کیا اس کے ولی اس کی طرف سے رکھیں؟ تو یہ جواب دے کہ نہ رکھیں حالانکہ صاحب شرع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مر جائے اور اس کے ذمہ روزے رہ گئے ہوں تو اس کے ولی اس کی طرف سے رکھیں۔ یا مثلاً سوال ہوا کہ ایک شخص دیوالیہ ہو گیا اور اس کے پاس کسی کی دی ہوئی چیز بعینہٖ جوں کی توں موجود ہے تو کیا اس سے زیادہ حقدار صرف وہی مالک ہے؟ تو یہ جواب دے کہ وہ شخص اپنی چیز کا پورا حقدار نہیں حالانکہ شارع علیہ السلام کا فرمان ہے کہ وہی پورا حقدار ہے۔ یا مثلاً پوچھا جائے کہ کوئی شخص روزے کی حالت میں بھول کر کھا پی لے تو کیا وہ اپنا روزہ تمام کرے؟ تو یہ جواب دے کہ نہ کرے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ یا مثلاً دریافت کیا جائے کہ کچلیوں والے درندے حرام ہیں یا نہیں؟ تو یہ جواب دے کہ حرام نہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ہر ایک درندہ کچلیوں والا حرام ہے۔ یا مثلاً سوال کیا گیا کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کی دیوار میں کوئی لکڑی رکھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اسے منع کر سکتا ہے؟ تو جواب دے کہ ہاں روک دے حالانکہ حدیث میں ہے کہ نہیں روک سکتا۔ یا مثلاً سوال کیا جائے کہ جو شخص اپنی پیٹھ رکوع سجدے سے سیدھی نہیں کرتا اس کی نماز ہو جاتی ہے؟ کہے ہاں ہو جاتی ہے حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی جب تک پیٹھ رکوع سجدے کے درمیان بالکل سیدھی نہ کرے۔ یا مثلاً یہ مسئلہ پوچھا جائے کہ اولاد کو کوئی ہبہ دیا جائے تو کسی کو کمی بیشی ناحق ہے اور یہ حرام ہے یا نہیں؟ تو وہ جواب دے کہ کمی بیشی ہو سکتی ہے اور یہ ظلم و جور نہیں۔ حالانکہ

رسول کریم علیہ افضل التسلیم فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں اور فرماتے ہیں میں اس ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ یا مثلاً فتویٰ لیا جائے کہ ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے؟ یہ فتویٰ دے کہ ہاں واپس کر سکتا ہے مگر یہ کہ وہ لڑکا ہو بیٹا ہو یا قرابت دار ہو تو واپس نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ صاحب شرع کا فرمان ہے کہ کسی ہبہ کرنے والے کو اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق نہیں سوائے باپ کے جو وہ اپنی اولاد کو ہبہ کرے۔ یا مثلاً استفتا ہو کہ کسی شخص کے مکان میں یا زمین میں یا باغ میں کوئی اور بھی شریک ہے تو کیا وہ اپنا حصہ بیچ سکتا ہے؟ پہلے اس کے کہ اپنے شریک کو خبر کرے یا اس کے سامنے پیش کرے؟ تو مفتی صاحب جواب دیں کہ ہاں خبر کرنے سے پہلے اسے وہ فروخت کر سکتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس کی زمین میں یا مکان میں یا باغ میں کوئی اور شریک ہو اسے اس کا بیچنا حلال نہیں جب تک کہ اپنے شریک کو اطلاع نہ کر دے۔ یا مثلاً سوال کیا جائے کہ کیا مسلمان کسی کافر کے قتل کے بدلے قتل کیا جا سکتا ہے؟ یہ جواب دے کہ ہاں کیا جا سکتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام کا فرمان ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔ یا مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں کھیتی کی تو کھیتی اس کی ہو گی یا مالک زمین کی؟ یہ جواب دے کہ اسی کی ہو گی حالانکہ حدیث شریف میں صاف ہے کہ جو شخص دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت بغیر کھیتی کرے تو اسے کھیتی کا کوئی حصہ نہ ملے گا ہاں جو خرچ اس کا آیا ہے وہ اسے دیا جائے۔ یا مثلاً یہ پوچھا جائے کہ ولایت کو شرط کے ساتھ معلق کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ جواب دے کہ نہیں اور حدیث میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں تمہارا امیر زید ہے اگر وہ شہید کر دئیے جائیں تو جعفر اگر وہ بھی شہید کر دئیے جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یا مثلاً سوال کیا جائے کہ کیا شاہد اور قسم پر فیصلہ ہو سکتا ہے؟ تو یہ جواب دے کہ نہیں ہو سکتا حالانکہ صاحب شرع نے گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا ہے۔ یا مثلاً پوچھا جائے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کیا عصر کی نماز ہے؟ یہ کہے کہ وہ عصر کی نماز نہیں حالانکہ صاحب شرع شہادت فرماتے ہیں صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔ یا مثلاً سوال ہوا کہ بقر عید کا دن حج اکبر کا دن ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں ہے حالانکہ حدیث شریف میں صاف ہے کہ حج اکبر کا دن بقر عید کا دن ہے +

لمہ ترتیبوار فائدہ اصل کتاب میں سے نہیں ہیں منہ رحم

ایسا امام بتلاؤ جس نے کہا ہو کہ حدیث پر عمل نہ کیا جائے جب تک یہ نہ معلوم کرلیں کہ فلاں امام نے اس پر عمل کیا ہے پھر اگر اپنی کم علمی اور جہالت کی خوبی سے کوئی ایسا شخص نہ نظر آئے تو حدیث کو ناقابل عمل ٹھیرا دینا چاہیئے۔

تفسیرِ قرآن میں ظاہری الفاظِ قرآن و حدیث کی پیروی

پچپنواں فائدہ۔ کتاب اللہ کی اگر کسی آیت کی تفسیر یا کسی حدیث کی تشریح دریافت کی جائے تو بھی مفتی کو جائز نہیں کہ فاسد تاویلوں کے ذریعے ظاہری الفاظ سے ہٹ جائے اور اپنے سمجھے ہوئے مذہب اور اپنے نکالے ہوئے عقیدے کی موافقت کے لئے یہ تکلف کرے ایسا کرنے والے کو فتوے دینے سے قطعًا روک دیا جائے گا اس کا ہاتھ بند کر دیا جائیگا تمام اگلے پچھلے اماموں نے کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصل قرآن ہے اور حدیث ہے۔ ان کے نہ ملنے پر ان پر قیاس ہے متصل السند صحیح حدیث مسلمان کے لئے کافی ہے خبر مفرد سے اجماع اکثر ہے۔ حدیث اپنے ظاہری لفظوں پر ہی رہیگی اور اُسی طرح مانی جائیگی جب کئی ایک معانی کا احتمال ہو تو جو معنی ظاہر سے مشابہت رکھیں گے وہی مانے جائیں گے جس کی سند سب سے اعلیٰ ہو وہی سب سے اولیٰ ہے منقطع حدیث کوئی چیز نہیں بجز ابن المسیب کی منقطع روایتوں کے کوئی اصل دوسری اصل پر قیاس نہ کی جائے کسی اصل کی نسبت کیوں اور کیسے نہ کہا جائے یہ تو فرع کے لئے کہا جاسکتا ہے جب اس کا قیاس اصل پر صحیح ہو تو وہ صحیح سمجھی جاتی ہے اور اُس سے حجت قائم ہوتی ہے۔ امام ابوالمعالیؒ فرماتے ہیں کہ تمام آئمہ سلف کا مذہب یہی ہے کہ تاویل سے رک جانا چاہیئے تمام ظاہر قرآن و حدیث کو اس کے مورد پر ہی جاری کرنا چاہیئے ان کے معانی اللہ تبارک و تعالیٰ کو سونپنے چاہئیں ہم جس بات پر خوش ہیں اور جو ہمارا عقیدہ ہے وہ تو یہی ہے کہ سلف امت کی اتباع کرنی چاہیئے یہی اولیٰ ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم کوئی نئی بات پیدا کریں۔ دلیل سمعی قاطع اس بارے میں یہ ہے کہ اجماعِ امت اس بارے میں حجت متبعہ ہے شریعت معظمہ کا مستند ہے صحابۂ رسول معانی کی گہرائیوں میں اترنے کو بالکل ترک کئے ہوئے تھے یہی اسلام کے پسندیدہ ارکان تھے یہی شرع کے مخصوص علمبردار تھے۔

دینی قواعد کے مقرر کرنے میں اور اصول شرع کے درست کرنے میں اُن کی کوشش پوری تھی جن چیزوں کی لوگوں کو احتیاج تھی یہ ان کے معلّم تھے اگر ظاہری آیتوں حدیثوں کے معانی کو الٹ پلٹ کرنے کی اجازت ہوتی یا یہ ضروری مد ہوتی تو یہ بزرگ اس میں ہم سے پیچھے نہ رہ جاتے ہم سے زیادہ اس میں حصہ لیتے اور پورا اہتمام اس کا کرتے ان کا سارا زمانہ یونہی گذر گیا لیکن انھوں نے قرآن حدیث کی تاویل کی طرف اس کے ظاہری لفظوں کے چھوڑنے کی طرف قدم نہیں اٹھایا پھر تابعین کا زمانہ آیا وہ بھی تاویلی مذہب سے خالی رہا یہ دلیل ہے کہ حق بات تاویل سے خالی ہے سچے دیندار پر لازم ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات کو مخلوق کی صفتوں سے منزہ مانے مشکلات کی تاویلوں میں نہ پڑے ایمان لائے اور معنی سپردِ خدا کرے امام القرأ اور سید القرأ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ پر وقف ضروری قرار دیتے ہیں پھر وَالرّٰسِخُوْنَ سے آگے کا دوسرا جملہ شروع کرتے ہیں۔

استوا علی العرش کا مسئلہ

حضرت امام مالک کے اس فرمان کو دیکھئے آپ سے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کی نسبت سوال ہوا کہ کس طرح مستوی ہوا؟ تو آپ نے فرمایا استوا معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان واجب ہے اور اس کا سوال بدعت ہے۔ یہی قول بہت درست ہے اور آیاتِ صفات سب اسی اصل پر ہیں استوا بھی آنا بھی اپنے ہاتھوں بنانا بھی اسی کے چہرے کا باقی رہ جانا بھی اس کا یہ فرمان بھی کہ کشتی نوح ہماری آنکھوں سے چلے قرآن کی ان آیتوں کے ساتھ ہی وہ حدیثیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اترنے وغیرہ کی خبریں ہیں جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

امام غزالی کا فیصلہ

امام ابو حامد غزالیؒ فرماتے ہیں مخلوق کے راہِ خدا طے کرنیکا زینہ ایمان مرسل اور تصدیق مجمل ہے اور جو فرمان اللہ کا اور اس کے رسول کا ہو اُس میں کوئی بحث تفتیش نہ ہو۔ فرماتے ہیں اتباع حق ہے ظاہر سے ہٹانے سے بچنا ہی ضروری ہے تاویلوں کو نو پید کرنا نہایت بُرا ہے جن کی تصریح صحابہ سے نہیں آئی اس قسم کے سوالوں کا دروازہ کھلنا ہی چاہیئے کلام میں اور بحث میں گھسنا نہایت خوفناک چیز ہے بعض لوگ وہ

آزاد کر دیا تو کیا ان میں سے دو پورے آزاد ہو جائیں گے ؟ یہ اُس کا انکار کرے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ اندازی کر کے ایسے موقعہ پر دو کو بالکل ہی آزاد کر دیا اور چار کو بدستور غلام بنائے رکھا۔ یا سوال کیا جائے قرعہ ڈالنے کا تو وہ اُسے ناجائز اور باطل بلکہ احکام جاہلیت میں سے کہے حالانکہ خود حضور نے قرعہ ڈالنا ثابت اور کئی مواقع میں قرعہ اندازی کرنے کا حکم دیا ہو۔ وہی تہ سوال کیا کہ کوئی شخص صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ اور اُسے نماز دوہرانے کا حکم کیا جائیگا یا نہیں تو وہ یہ جواب دے کہ اس کی نماز ادا ہو جائے گی اور اُسے نماز دوہرانے کا حکم نہ کیا جائے گا حالانکہ خدا کے پیغمبر نے صاف فرما دیا ہے کہ اس کی نماز نہیں اور اُسے نماز دوہرانے کا آپ نے حکم کیا۔ یا پوچھا جائے کہ کسی شخص کو بے عذر نماز کا جماعت سے ترک کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ وہ جواب دے کہ ہاں جائز ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب یہ ہے کہ میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا۔ سوال ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنا مال ادھار دیتا ہے اور اس کے ہاتھ اپنا سودا فروخت کرتا ہے کیا یہ حلال ہے؟ وہ اس کی حلت کا فتوی دے حالانکہ اللہ کے رسول کا فتوی یہ ہے کہ ادھار اور بیع حلال نہیں کہاں تک کوئی بیان کرے اس کی بیشمار نظیریں اور بھی ہیں۔

سلف صالحین کی تقلید سے بیزاری

الغرض سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس شخص پر شدید بگڑتے تھے سخت ناراض ہوتے تھے اور بہت ہی بُرے لفظوں سے یاد کرتے تھے جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی رائے یا کسی کا قیاس یا استحسان یا کسی بڑے سے بڑے کا قول پیش کرے ایسے لوگوں سے بائکاٹ کر دیتے تھے وہ حدیث کے سامنے مثالیں بیان کرنے والوں سے بھی ناراض رہتے اور سوائے اس کے کہ حدیث رسول کو سر آنکھوں پر چڑھا کر قبول کریں سن لیں اور تسلیم کر لیں کبھی کوئی اور بات نہیں کرتے تھے ان کے ذہن میں بھی کبھی یہ خیال نہیں آیا ہوگا نہ ان کے دل میں کبھی یہ وسوسہ پیدا ہوا ہوگا کہ حدیث کے ماننے اور اس پر عمل کرنے میں توقف کیا جا سکتا ہے جب تک کہ کسی امام یا مجتہد یا فلاں فلاں کا قول یا عمل اس کی موافقت میں نہ مل جائے۔ وہ تو خدا کے اس فرمان پر بدل و جان عامل تھے کہ کسی مومن مرد عورت کو لائق نہیں کہ خدا رسول کے فرمان و فیصلے کے بعد اُسے کوئی اختیار رہے اپنے کسی کام کا باقی رہ جائے۔ اور جگہ فرمان ہے تیرے پروردگار کی قسم لوگ مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں وہ تجھے حاکم نہ بنا لیں پھر اپنے دل میں کوئی تنگی باقی نہ رکھیں اور تیرے فیصلے اور فرمان کو کشادہ پیشانی منظور کر لیں۔ فرمان عالی شان ہے لوگو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے جو اترا ہے اس کی تابعداری کرو اُس کے سوا اور ولیوں کی تابعداری میں نہ لگو تم تو بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ الغرض کلام اللہ شریف کی اس قسم کی آیتوں کے احکام کو سامنے رکھکر وہ لوگ فرمان رسول کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اسے بخوشی اور بکشادہ دلی فوراً ہی بغیر کسی روک ٹوک کے قبول کر لیا کرتے تھے اور اس کے عامل و پابند ہو جایا کرتے تھے۔ آہ! کہاں وہ پاک زمانہ کہاں یہ زمانہ کہ جس کے سامنے حدیث بیان کرو وہ یہ کہہ کر کہ کس امام کے مذہب میں ہے یہ کس کا فتوی اس کی موافقت میں ہے کون اسے کہتا ہے غرض اس قسم کی کوئی نہ کوئی بات کہہ کر حدیث کے سینے میں گھونسا مارتا ہے اور اُسے دھکے دیکر پرے پھینک دیتا ہے اور اس پر عمل نہ کرنے کے بیسوں حیلے تلاش کرتا ہے اگر اُسے کوئی ایسا نہ نظر آئے جس نے اس حدیث پر عمل کیا ہو تو وہ اسے ترک عمل حدیث کا خاصا اچھا بہانہ بنا لیتا ہے اگر وہ خود اپنی خیر خواہی بھی مد نظر رکھتا تو اپنے دل سے ہی سمجھ لیتا کہ اس سے بڑھکر کوئی پاپ دنیا کے پردے پر نہیں اس سے بڑھکر کوئی شیطنت نہیں کہ اپنی جہالت کو سنت رسول کے ترک کا ذریعہ بنالے پھر ان میں سے بعض زیادہ ان کا جہالت کے لٹھ کا یہ بک دینا کہ اس حدیث کے خلاف اجماع ہے۔ تو گویا اُس کا تمام مسلمانوں کے خلاف بدظنی کرنا ہے کہ گویا اس کے نزدیک سب مسلمانوں نے ملکر حدیث کا خلاف کرنے پر اتفاق کر لیا۔ پھر یہ سراسر جہالت اور بے علمی ہے اسے چونکہ معلوم نہیں ہوا کہ فلاں شخص نے اس حدیث کے مطابق کیا ہے اس لئے اس نے یہ جھوٹ اختیار کر لیا کہ اس حدیث کے عمل کے ترک پر مسلمانوں کا اجماع ہے پس یا اس سے پہلے بھی اپنی جہالت سے تارک سنت تھا اب بھی تارک سنت ہی رہا اور وہی جہالت اس کی ہلاکت کا بھی باعث بنی۔ اللہ بچائے۔ مسلمانو! خدارا ایک تو

جن کا پھینک دینا ذکر کرنے سے کہیں بہتر ہے جس کہتے ہیں خدا کی قسم یہ خدا کے ذمے افترا ہے جس کا بوجھ قیامت تک بڑھتا جائے گا یہ لوگ اس وعید میں داخل ہیں وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ہم بہتان اٹھانے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ابن عُیَیْنَہ فرماتے ہیں قیامت تک جو بھی مفتری آئیں سب کو یہ آیت شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اس وصف سے اپنے پاک نفس کو بری قرار دیا ہے جو اس کی مخلوق بیان کرے سوائے اُن اوصاف کے جو رسولوں کے بیان کردہ ہوں کیونکہ وہ اللہ کے اوصاف وہی بیان کرتے ہیں جو خود خدا نے انھیں بتلائے ہوں۔ فرمان ہے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ الخ پاک ہے تیرا رب عزتوں والا ہر اس وصف سے جو مخلوق بیان کرے سلامتی ہے رسولوں پر اور آیت میں ہے ان کے بیان کردہ اوصاف سے ذاتِ خدا پاک ہے سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔ ایسی خلافِ شرع بے دلیل تاویلیں کرنے والوں کو بھی ایک وبال کافی ہے کہ وہ اپنی رائے سے خدا پر باتیں بناتے ہیں اپنی رائے کو وحیِ خدا پر مقدم کرتے ہیں اللہ رسول کے کلام کو اپنی خواہش کے مطابق توڑتے مروڑتے رہتے ہیں۔ اگر انھیں یہ معلوم ہو جاتا کہ اپنی اس معاندانہ روش سے امت پر وہ کس برائی کا دروازہ کھول رہے ہیں اور اسلام کی بنا کو کس بری طرح ڈھا رہے ہیں اور اسلام کے مضبوط قلعوں کو کس طرح مسمار کر رہے ہیں تو اُن پر آسمان سے گر پڑنا بہ نسبت ان واہی تاویلوں کے زیادہ آسان نظر آتا۔ یہ تمام اہلِ باطل انہی گھریلو تاویلوں کو سند بنا کر خدا کے کلام کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ جب تمہارے لئے تاویلیں جائز تو پھر ہم پر حرام کیوں؟ منکرینِ قیامت آیات و احادیثِ ثبوتِ قیامت کو تاویلوں سے رد کر دیتے ہیں ان کی تاویلوں کو دیکھو بالکل منکرینِ صفاتِ الٰہیہ کی تاویلوں سے مشابہ پاؤ گے۔ بلکہ اُن سے بھی زیادہ قوی جسے تاویلوں کا جاننے والا بیک نگاہ پہچان سکتا ہے یہ کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ اپنی تاویلوں پر ثواب کے امیدوار ہیں تو ہم عذاب کا خطرہ کیوں کریں؟ نصوصِ صفات بہ نسبت نصوصِ قیامت کے زیادہ اور بہت واضح ہیں جب اُن کے ظاہر کا خلاف تاویلوں کے زور سے کرنا ایک جماعت کو جائز ٹھیرا تو ہمیں اُن سے ہلکے درجے کی تاویل ان سے ہلکے درجے کی چیز میں جائز کیوں نہ ہو؟ ایسی چال رافضی بھی چلے اور

خلفاء راشدین وغیرہ صحابہ کے مناقب و فضائل میں جو حدیثیں آئیں تھیں انھوں نے بھٹ سے ان کی تاویل کر کے سب کو ترک کر دیں۔ معتزلہ نے بھی یہی تاویلیں لیکر خدا کے دیدار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکار کر دیا۔ قدریہ نے بھی تقدیر کے انکار کے لئے تاویلوں کی ہی پناہ پکڑی۔ حروریہ وغیرہ خوارج نے بھی اپنے مذہب کے خلاف جو قرآن حدیث پایا تاویلوں سے اُسے بیکار بلکہ دور از کار کر دیا اور اپنا مذہب بنا لیا۔ قرامطہ اور باطنیہ نے بھی سارے دین کو انہی تاویلوں سے الٹ دیا اور ایک نیا دین بنا لیا۔ الغرض دین و دنیا کی خرابی کی جڑ یہی تاویلیں ہیں جو خدا کی رسول کی مراد میں داخل نہیں نہ کوئی دلیل ان پر ہے جس امت نے اپنے نبی سے جدائی اختیار کی اسی تاویل کی وجہ سے۔ جس امت میں جو چھوٹا بڑا فتنہ پڑا اسی ناپاک چال کی وجہ سے۔ فتنوں کے زمانے میں مسلمانوں کے خون کو انہی تاویلوں نے نہایت سفاکی سے بہایا۔ ایک دینِ اسلام پر ہی موقوف نہیں تمام انبیا کی شریعتوں کو بدل دینے والی پہلی اور بڑی چیز ہر زمانے میں یہی تاویلیں رہیں۔ جہاں ان کا دروازہ کھلا کہ دین میں فساد اور بگاڑ گھسا۔ آپ ایک موٹی سی بات دیکھ لیجئے کونسی آسمانی کتاب ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نہ تھی لیکن اُن لوگوں نے اس کی تاویلیں کر کے اسے اپنی جگہ نہ رہنے دی۔ تحریف تبدیل کتمان یہی بدعادتیں قرآن نے اگلوں کی نقل کی ہیں۔ تحریف کہتے ہیں معانی کو مراد سے ہٹا دینا تبدیل کہتے ہیں کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا کتمان کہتے ہیں انکار کرنے اور چھپا لینے کو یہی تینوں بیماریاں ہیں جس نے دین وملت کو خراب کر دیا دینِ مسیحی کو بھی اسی بدبات نے بدلا وہ تاویلیں کیں کہ سارا دین مسخ کر دیا جملہ احکام کی صورت بدل دی اس طرح کہ اور ملت میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تمام امتوں کے زندیقوں اور بے دینوں نے یہی راہ اختیار کی اسی نیو پر بنیاد رکھی اور اسی نقطے پر خط کھینچا۔ ان تاویلوں کی بہت قسمیں ہیں ہر ایک میں جتنی سمجھ کی کمی تھی اور جو وجہ تھی اسی کے مطابق اُسی جیسی ان کی تاویلیں ہوئیں۔ جتنا مقصد برا تھا جتنی فہم کم تھی اتنی ہی تاویل بد اور اتنی ہی تاویل بھاری ہوئی۔ بعض تو وہ ہیں جو حق کو جان بوجھ کر تاویل کرتے ہیں بعض کسی شبہ کی وجہ سے تاویل کرنے لگتے ہیں

بھی ہیں جو صرف گمان سے تاویل کی طرف جھک جاتے ہیں نہ کہ قطعی بلکہ [illegible] اگر اس دروازے کے کھولنے اور اس کی تصریح کرنے سے عوام کے دلوں میں کوئی شورش پیدا ہوتی ہو تو ایسا شخص بدعتی ہے اور جبکہ سلف سے اس کا کوئی ذکر ہی نہ ہوا ہو بھی ایسے اہم عقائد کے بارے میں کہ جو نہایت ضروری ہیں پھر جو انھیں بغیر ٹھوس دلیل کے ظاہر سے پھیر دے وہ تو بالکل ہی کافر کہا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جو نفی نفسِ تاویل کا احتمال نہیں رکھتیں اور ان کے خلاف کسی دلیل کے قیام کا تصور بھی نہیں ہو سکتا اُس کی مخالفت صرف تکذیب ہے اور جن کی جانب احتمالِ تاویل پہنچ سکتا ہے گو مجاز ہی سے ہی ہو تو اگر اس کی دلیل بالکل ہی صاف ہو تو تو اس کے ساتھ قول واجب ہے اور اگر وہ دلیل قابل [illegible] پیدا کرتی ہو اور اس کا ضرر دین میں نہ ہوتا ہو تو وہ بدعت ہے اور اگر [illegible] ضرر ہو تو وہ [illegible] کفر [illegible] انھیں کی عادت [illegible] دلوں کی [illegible] علم کلام میں مشغول [illegible] والوں [illegible] بہت [illegible] اور [illegible] جانے والوں [illegible]

عوام کا ایمان

فرماتے ہیں جو اہلِ علم کا [illegible] سے حاصل ہوتا ہے وہ [illegible] [illegible] ایمان ان کا ہوتا ہے [illegible] [illegible] کہ [illegible] [illegible] جاتا ہے اور [illegible] ان کے [illegible] جاتے ہیں [illegible] کوئی [illegible] ایمان [illegible] [illegible] کا قول [illegible] [illegible] تمام لوگوں کو اس [illegible] انتہی۔

چاروں اماموں کا علم کلام اور متکلمین کی مذمت پر اتفاق

چاروں اماموں سے بالاتفاق علم کلام کی مذمت اور اس میں مشغول رہنے والوں کی برائی سے یاد کیا ہے۔ امام شافعی اور ان کے مذہب سے حنفی مذمت ان کی [illegible] سب [illegible] ان کا خیال یہ ہے کہ ان لوگوں کو [illegible] اور ان کے قبائل [illegible] انھیں [illegible] جائے اور

شہرت دی جائے کہ کتاب و سنت کے تارکوں کا جو علمِ کلام پر جھک جائیں یہ بدلہ ہے۔ مجھے تو ان اہلِ کلام کا اتنا سخت برا تجربہ ہے کہ میرے نزدیک تو انسان سوائے کفر و شرک کے کسی برائی میں بھی پھنس جائے اُس کا بوجھ اس کے بوجھ سے بہت ہی کم ہے آپ نے حفص الفرد سے فرمایا کہ میں ہر چیز میں تیرا مخالف ہوں یہاں تک کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے میں بھی ہیں تو اس کلمے سے یہ مراد لیتا ہوں کہ اللہ وہ ہے جس کا دیدار آخرت میں ہوگا جس نے حضرت موسیٰ سے گفتگو کی ہے اور تیرے نزدیک خدا وہ ہے جس کا نہ تو دیدار ہوگا نہ وہ بولتا ہے۔ امام بیہقی مناقب شافعی میں ذکر کرتے ہیں کہ امام صاحب نے ابراہیم بن [illegible] کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں ہر چیز میں اس کا مخالف ہوں یہاں تک کہ کلمہ شریف میں بھی میرے کلمے کا وہ مطلب نہیں جو اس کا مطلب ہے [illegible] اللہ وہ ہے جس نے [illegible] حضرت موسیٰ [illegible] کیا اور یہ کہتا ہے اللہ وہ ہے جس نے کلام پیدا کیا ہے [illegible] پردے کے پیچھے سے سنا۔ آپ نے اپنے رسالے کے اول ہی خطبے میں لکھا ہے اللہ کی تعریف ہے جو ویسا ہی ہے جیسے وصف [illegible] بیان فرماتے ہیں وہ اس سے بہت بالاتر ہے جو اوصاف [illegible] مخلوق [illegible] بیان کرتی ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ اللہ کے [illegible] اوصاف وہی بیان کئے جاسکتے ہیں جو اس نے خود اپنے بیان فرمائے ہیں وہ ان اوصاف سے منزہ ہے جو اوصاف متکلمین وغیرہ [illegible] ثابت کرنا چاہتے ہیں اور جو خود اس نے اپنے وہ اوصاف ثابت نہیں کئے۔ ابوالعباس [illegible] سوال ہوتا ہے کہ توحید کیا چیز ہے؟ فرماتے ہیں اہلِ علم اور جماعت مسلمین کی توحید تو [illegible] لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ہے اور اہلِ باطل کی توحید اعراض و اجسام میں خوض کرنا ہے جس کے انکار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ بعض اہلِ علم کا بیان ہے کہ وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو واصیات تاویلوں اور برے مجازوں کی طرف پھیرتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھنے والا ہو جائے کیا وہ بےخوف ہے کہ اس وعید میں داخل نہ ہو وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ تم جو اوصاف بیان کرتے ہو اس کی ویل تم پر ہی ہے۔ یہ تاویلیں تو وہ ہیں

جو دوا طبیب کے اس نسخے میں ڈالی گئی ہے یہ طبیب کی مراد کے خلاف ہے گو نام اس نے اسی دوا کا لکھا ہے لیکن مراد اس سے فلاں دوا ہے بطور مجاز کے اُس نے یہ کہدیا ہے چنانچہ اس نے اُس کے بدلے اس دوا کو ڈال کر نسخے کا ستیاناس کر دیا اب یہ لوگوں کو ناموافق پڑنے لگا اور بیماروں کی تعداد بڑھ گئی دوسرے صاحب تشریف لائے انھوں نے اپنے عقلی گھوڑے دوڑا کر ایک اور ہی دوا کو بدلا اب جو آتا گیا اس کے اجزا بدلتا گیا یہانتک کہ وہ مرکب دوا اپنے اصلی اجزا سے محروم ہو کر بیماریوں کا گھر بن گئی منفعت تو ایک طرف مضرت بڑھ گئی اور لوگ طرح طرح کی نئی نئی بیماریوں میں پھنس گئے۔ بعینہ یہی حالت ان نت نئے فرقوں کی اصلی احکامِ دین کے ساتھ رہی کہ جو آیا اُس نے ایک نئی تاویل گھڑی یہانتک کہ شریعتِ خداوندی پارہ پارہ ہو گئی۔ اور اپنے صحیح موضوع سے ہٹ گئی۔ چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے ہی یہ معلوم تھا کہ آپ کی امت میں افتراق کی یہ بیماری پھیلنے والی ہے اور ان میں پھوٹ پڑنے والی ہے اسلئے آپ نے اصلی دین پر قائم رہنے کی بڑے زوردار الفاظ میں ہدایت کی۔ فرماتے ہیں میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے بجز ایک کے سب جہنمی ہیں اُس ایک سے مراد وہ جماعت ہے جو ظاہری شریعت پر قائم رہیگی ہر قسم کی تاویل پر جھاڑو ماریگی تم اگر پوری طرح غور و فکر کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ مثال بالکل اصل کے مطابق ہے۔ سب سے پہلے اس دوا کی ہیئت بدلنے والے خارجی ہیں پھر معتزلی ہیں پھر اشعریہ ہیں پھر صوفی ہیں پھر ابو حامد نے تو آکر دوا کا آوا بگاڑ دیا۔ اگر اس تاویل کے نقصانات کی ہم تفصیل کرنے بیٹھیں تو دفتر کے دفتر تیار ہو جائیں اللہ کے حوالے کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے آمین!

بغیر دلجمعی کے فتویٰ قبول نہ کرنا چاہیے

چھپنواں فائدہ ۵۶:- جب تک دل مطمئن نہ ہو جب تک سینے میں کھٹک اور کھٹک ہو جب تک تردد باقی ہو ہرگز فتویٰ قبول نہ کرنا چاہیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو اپنے دل سے پوچھ لیا کر گو فتوے دینے والے فتوے دیتے رہیں۔

فتوے سے اور فیصلے سے اصلی حکم بدلتا نہیں

پس ہر انسان پر یہ واجب ہے

جب وہ یہ جان لے کہ یہ فتویٰ اور ہے واقعہ اور ہے تو صرف فتوے کی وجہ سے جرأت کر کے کسی حرام کو حلال نہ کرے فتویٰ اس صورت میں کوئی نفع نہ دیگا جیسے کہ قاضی کا خلافِ واقعہ فیصلہ بے سود ہوتا ہے خدا کے ہاں اُس سے ذمہ بری نہیں ہو سکتا خود جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کے لئے میں اس کے بھائی کے کسی حق کا فیصلہ کر دوں تو اُسے ہرگز اُسے نہ لینا چاہیے میں تو اس صورت میں گویا اس کے لئے جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا الگ کر کے دے رہا ہوں۔ اس میں مفتی اور قاضی دونوں برابر ہیں مستفتی کو ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مجرد مفتی کے فتوے کے اُس کے لئے وہ مباح ہو گیا جو اُس نے پوچھا تھا جب کہ جانتا ہو کہ واقعہ اس کے خلاف ہے برابر ہے کہ اس کے دل میں تردد ہو اسلئے کہ وہ باطنی حال جانتا ہے یا اُس میں اُسے کوئی شک ہو یا جہالت ہو یا مفتی کی جہالت کا اُسے علم ہو یا اُس کے فتوے میں اُسے اپنی محبت کی رعایت کا یقین ہو یا مفتی کو کتاب و سنت کی کوئی قید نہ ہو۔ یا وہ حیلوں اور خارقِ سنت ... کا ... حامی ہو یا اور اسی جیسے اسباب موجود ہوں جو مفتی کی ثقاہت کے خلاف ہوں اور ایک مسلمان کی دلجمعی اس کی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے نہ ہو سکتی ہو۔ پس اگر یہ اطمینانی غیر دلجمعی مفتی کی وجہ سے ہو تو دوبارہ سہ بارہ اُسے فتویٰ پوچھکر اپنا اطمینان کر لینا چاہیے۔ اگر نہ پائے تو خیر اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ انسان پر ضروری یہی ہے کہ اپنی طاقت بھر اللہ سے ڈرتا رہے۔ اگر اس جگہ دو مفتی ہوں ایک کا علم دوسرے کے علم سے زیادہ ہو تو کیا وہ باوجود بڑے عالم کے اُس سے چھوٹے عالم سے مسلہ پوچھ سکتا ہے یا نہیں؟ اسمیں اصحابِ شافعی و احمد کی دو وجہیں ہیں جائز کہنے والے تو کہتے ہیں کہ اگر یہ اکیلا ہوتا تو اس کا فتویٰ قبول کیا جاتا پس اُس سے افضل شخص کا وجود اُس کے قول کی قبولیت سے مانع نہیں۔ جیسے شاہد۔ اور جو اُس سے سوال کرنے مسلہ پوچھنے کو منع کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ مقصود یہ تھا کہ غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ یہ فتویٰ درست ہے اور یہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب اُس سے مسلہ پوچھا جائے جو علم میں زیادہ قوی ہو۔ لیکن میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر کم علم والا دیانت داری میں پرہیزگاری میں حق کی تلاش میں بڑھا ہوا ہے اور اُس فاضل میں یہ بات نہیں تو پھر اس کم درجے والے سے مسلہ

بعض کسی قسم کی ہدایت کے لئے تاویل کرتے ہیں انھیں میں کوئی شبہ نہیں ہوتا بلکہ ان پر بھی حق کھلا ہوا ہوتا ہے۔ بعض کا مقصود بھی برا ہوتا ہے اور علمی شبہ بھی ہوتا ہے بس اگلی امتوں میں پھوٹ ڈالنے والی اس امت کو تہتر فرقوں میں بانٹ دینے والی چیز یہی تاویل ہے۔

تاویل باطل کے نتائج

جمل صفین حرہ فتنۂ ابن زبیر وغیرہ بھی انہی تاویلوں کی بدولت ہوئے فلسفی قرامطہ باطنیہ اسماعیلیہ نصریہ وغیرہ باطل فرقے اسی تاویل سے پیدا ہوئے جس مصیبت میں جب کبھی مسلمان گرفتار ہوئے اگر تم غور سے دیکھوگے تو اس کی خاص وجہ اسی تاویل کو پاؤگے۔ یا تو وہ خود ان تاویلوں سے ہی شروع ہوئی ہوگی یا اُن کی وجہ سے اور ان کی ان تاویلوں کی وجہ سے ترک قرآن وحدیث کے باعث کفار کے تسلط سے وہ مصیبت نازل ہوئی ہوگی۔ بنو جذیمہ کے خون بہانے والی چیز سوا اس بدقسمت تاویل کے اور کیا تھی؟ اسلام تو یہ قبول کر چکے تھے آخرش اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج کو اپنے ہاتھ اونچے کرنے پڑے اور تاویل کرنیوالوں کے اس فعل سے خدا کی جناب جرأت کرنی پڑی کہ ان کا قتل اور ان کے مالوں کا لے لینا بیجا طور پر ہوا حدیبیہ والے دن صحابہ کو حضورؐ کی موافقت سے تھوڑی دیر تک کس نے روکا تھا کیا وہاں کوئی اور چیز سوائے اس تاویل کے تھی؟ یہاں تک کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بگڑ بیٹھے تب صحابہ سنبھلے اور اپنی اس تاویل سے دست بردار ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر اسی تاویل نے ہی تو آمادہ کیا تھا؟ جس کی وجہ سے ان میں فساد پڑا اور جس کا وبال آج تک اُن پر ہے۔ حضرت علیؓ حضرت حسینؓ اور آپ کی اہلبیت کی شہادت کا سبب بھی بجز اس خبیث تاویل کے اور کچھ نہ تھا۔ عمار بن یاسرؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون بھی اسی تاویل نے گرایا تھا حضرت زبیرؓ کے حضرت حجر بن عدی کے حضرت سعید بن جبیرؓ کے اور دوسرے بڑے بڑے سادات علماء کے خون چوسنے والی چیز بھی یہی تاویل تھی۔ ابو مسلم کے فتنے کو بھی اسی چیز نے کھڑا کیا تھا جس سے عرب کے خون پانی کی طرح بہہ گئے۔ امام احمدؒ کو ننگا کرنے والی اور انہیں سزا دینے والوں کے مجمع میں کھڑا کرنے والی اور انہیں اس بے دردی سے کوڑے پٹوانے والی کہ مخلوق کی آہ و بکا آسمان تک پہنچی سوائے اس نامراد تاویل کے اور کیا چیز تھی؟

امام احمد بن نصر خزاعی کو قتل کرانے والی اور بہت سے بزرگ علماء کو عمر قید کرانے والی چیز کیا اس تاویل کے سوا اور بھی تھی؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسی تاویل نے تاتاریوں کو اسلام کے خزانے سونپ دیئے اور مسلمانوں کے شہر مسمار کرادیئے اور اسلام کو یکسر دار کفر کر دیا۔ اہل حلول اور اہل اتحاد کا وجود اسی ناپاک تاویل کا ممنون منت ہے۔ تاویل کا دروازہ تو اسی مقصد سے کھولا گیا ہے کہ حکم خدا اور تعلیم رب کا معارضہ اور مقابلہ اس سے کیا جائے۔ یاد رہے کہ تاویلوں کا منہ سے نکالنا ہی برا ہے انھیں تو جہاں ہوں بے گور و کفن دفن کر دینا ہی مناسب ہے سنئے تاویل کرنے والا بھی حق کو دور پھینکتا ہے اور نہ ماننے والا بھی اُسے دھکے دیتا ہے اس لحاظ سے تو دونوں ایک ہیں ہاں ایک نے مکر و دھوکے سے حق کو دھکے دیئے دوسرے نے کھلے طور سے اسے دور کر دیا۔ ابو الولید بن رشد فرماتے ہیں کہ یہ جو قرآن کریم میں ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں اس سے مراد جدل و کلام والے ہیں شریعت پر سب سے زیادہ آفت انہی کی ڈھائی ہوئی ہے یہ ظاہر کو پلٹ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مقصود یہی ہے اللہ نے حکم بصورت متشابہ دیا ہے تاکہ بندوں کو جانچے اور آزمائے۔ نعوذ باللہ خدا کے ساتھ ان باطل پرستوں کے یہ گمان ہیں۔ ہمارا اپنا عندیہ تو یہ ہے کہ کتاب اللہ شریف وضاحت اور بیان کے لحاظ سے صاف معجزہ ہی ہے اُس نے بہت ہی بری حرکت کی جس نے غیر متشابہ کو متشابہ کہہ کر پھر اس کی تاویل کر کے مقصود کو بالکل تہ نشین کر دیا اور لوگوں میں ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ اصل چیز یہ ہے جو تاویل سے حاصل ہوئی ہے۔ مثلاً استوٰی علی العرش وغیرہ کی آیتوں کے بارے میں ان کا یہ قول کہ اس کا ظاہر متشابہ ہے پھر اس کی تاویل اپنے زعم و گمان سے لیکن اگر تم ایمانداری سے غور کرو تو جو مقصود یہ بتلاتے ہیں تم اُسے اصلی اور صحیح مقصود سے کوسوں دور پاؤگے۔

باطل تاویلوں کی مثال

آؤ میں تمہیں اس کی مثال سناؤں ایک طبیب نے ایک مرکب دوا تیار کی کہ لوگوں کی صحت قائم رہ سکے ایک صاحب جو تشریف لائے تو انھیں اس دوا نے کچھ زیادہ فائدہ نہ دیا آپ نے جھٹ سے اُس مرکب کی مفرد دواؤں کی دیکھ بھال شروع کی اور اپنی ٹانگ اڑا کر فرمایا کہ یہ

بسا اوقات کثیر تعداد میں انھیں جمع کرکے سب کے آگے مسئلہ پیش کر دیتے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی مشورے میں شریک کرتے باوجودیکہ وہ سب سے ہی کم عمر تھے۔ حضرت علی حضرت عثمان حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب آپ کے مشیر تھے اس سے ایک فائدہ صحابہ کی علمی مشغولی علمی بحث اور علمی جوت بھی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ عالم کا کسی مسئلہ کو اپنے ساتھیوں کے سامنے پیش کرنا۔ ظاہر ہے کہ اس میں اولیٰ مسئلہ وہی ہے جو پیش آگیا ہو ہاں اگر اس میں کوئی قباحت ہو تو اور بات ہے مثلاً سائل کے راز کا کھل جانا یا اس کی بیزاری کے لئے کوئی تعریض کرنی یا بعض حاضرین کا کوئی بگاڑ۔ ایسی صورتوں میں اسے پھیلانا اور دس میں ڈالنا تمام اسبری نہیں بلکہ ناجائز ہے یہی حکم خواب کی تعبیر دینے والے کا ہے مفتی تعبیر خواب دینے والے طبیب وغیرہ ایسے ہیں کہ لوگ ان کے سامنے اپنی راز کی باتیں ظاہر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جن رازوں کو وہ اوروں سے مخفی رکھا کرتے ہیں ان پر ضروری ہے کہ اپنے اندر گہرائی اور امانت داری اور رازداری پیدا کریں ظاہر کرنے کے قابل جو باتیں نہ ہوں انہیں اپنے ہی تک رکھیں۔

مفتی کی دعا

انسٹھواں فائدہ۔ فتویٰ دینے والے کو اکثر یہ دعا پڑھنی چاہئے اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ ہمارے استاد اس دعا کو بکثرت پڑھا کرتے تھے اور جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو یہ دعا بھی پڑھتے: يَا مُعَلِّمَ اِبْرَاهِيْمَ عَلِّمْنِيْ اس دعا سے بھی آپ بکثرت استعانت کرتے دراصل یہ دعا حضرت معاذ بن جبل صحابی رضی اللہ عنہ کی سکھائی ہوئی ہے مالک بن یخامر سکسکی آپ کے انتقال کے وقت رونے لگے تو آپ نے وجہ دریافت کی انھوں نے کہا میں اس لئے نہیں روتا کہ آپ سے مجھے کوئی دنیوی فائدہ پہنچتا تھا جو اب بند ہو جائیگا بلکہ میرا رونا اس بات پر ہے کہ علم وایمان کی جو باتیں میں آپ سے سیکھتا تھا افسوس کہ اب وہ علم حاصل نہ ہوسکیگا۔ آپ نے فرمایا سنو علم وایمان اپنی جگہ موجود ہے ان کی تلاش کرنے والا ان کو پا ہی لیتا ہے علم چار شخصوں سے حاصل کرسکتے ہو عویمر ابو الدرداؓ عبداللہ بن مسعود ابو موسیٰ اشعری چوتھے کا بھی ذکر کیا اگر ان چاروں سے کوئی مسئلہ چھوٹ جائے تو سمجھ لو کہ اور لوگ ان سے بھی زیادہ عاجز ہیں اُس وقت تم ایک اللہ کی طرف جھکو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سکھانے والا ہے۔ بعض سلف فتویٰ دیتے وقت یہ کہتے لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ بعض لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھکر پھر فتویٰ دیتے بعض حضرات اس دعا کو پڑھا کرتے رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۔ بعض کی یہ دعا تھی اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاجْمَعْ لِيْ بَيْنَ الصَّوَابِ وَالثَّوَابِ وَاَعِذْنِيْ مِنَ الْخَطَاِ وَالْحِرْمَانِ ۔ بعض سورہ فاتحہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ ہم نے بھی اس کی آزمائش کی ہے ہمارا تجربہ ہے کہ درست بات تک پہنچنے کے لئے یہ ایک نہایت ہی قوی سبب ہے اصل یہ ہے کہ انسان کی نیک نیتی اس کا خلوص قصد سچی توجہ اور خدا کی طرف کی جھک یہ ذریعہ ہیں درست بات تک پہنچنے کا رب سے طلب کرنا بڑی چیز ہے رسولوں اور انبیاؤں کا معلم وہی ہے جو اس کی طرف سچی توجہ کرے اور اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرے نیت درست رکھے بے علمی کے او غلط قول سے بچنے کی خواہش رکھے اس کے دین کی تبلیغ کا ارادہ رکھے اس کے بندوں کی خیرخواہی کرتا رہے بھلائی کی رغبت رکھے اللہ تعالیٰ نہ اسے خالی ہاتھ رکھتا ہے نہ صحیح راہ سے دور ڈالتا ہے نہ اجر و ثواب سے محروم رکھتا ہے اگرچہ وہ کہیں غلطی بھی کر جائے تو اس کا ایک اجر تو کہیں بھی نہیں گیا اللہ تعالیٰ ہی مدد مانگنے کے قابل ہے۔ امام احمدؒ سے سوال ہوا کہ بسا اوقات آپ سے سوال کرنا ہم پر بہت گراں گذرتا ہے تو ہم اور کس سے پوچھیں؟ آپ نے فرمایا عبدالوہاب وراق سے وہ توفیق یافتہ شخص ہیں حضرت الامام کا حضرت ابن خطابؓ کے اس فرمان کا تبع ہونا کیا ہی خوب ہے جو آپ کا فرمان ہے کہ اطاعت گذاروں کے منہ کے قریب رہو اُن کی باتیں سنتے رہو اُن پر سچے امور اور صحیح راستے کھلے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ اُن کے دل خدا رسیدہ ہوتے ہیں جس قدر دل قرب اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتا ہے اُسی قدر برائیوں سے دل دور ہوتا ہے اور حق کے کھلنے کے نور حق کے ظاہر ہونے کے لئے اتنا ہی قوی اور پورا ہوتا ہے اللہ سے جس قدر کسی دل کو دوری ہوئی

پوچھنا بلا شک و شبہ جائز ہے ہاں اگر دونوں اُن باتوں میں بھی برابر ہوں تو علم میں بڑھے ہوئے شخص سے ہی مسئلہ پوچھنا اولیٰ ہے +

مفتی اور مستفتی کے درمیان ترجمان

ستاونواں فائدہ۔ جبکہ مفتی سائل کی زبان نہ جانتا ہو یا سائل مفتی صاحب کی زبان سے ناواقف ہو تو درمیان میں کسی ایک مترجم کو رکھ لیں۔ اس کی خبر دونوں طرف ایسی ہی معتبر مانی جائے گی جیسے دیانات کی خبروں میں جرح و تعدیل میں تحریریں دعوے میں حاکم کے سامنے کے اقرار میں انکار میں تصرف میں سب میں باعتبار ایک روایت کے یہی قاعدہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی ہے ابوبکر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے خبر اور روایت کے قائم مقام کر کے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ان موقعوں پر دو سے کم جائز نہیں کیونکہ یہ قائم مقام گواہ کے ہیں اور اسی راہ چل رہے ہیں کیونکہ حاکم کے سامنے کا اقرار ثبوت ہے اسی طرح گواہوں پر جرح تعدیل بھی پس تعداد کی ضرورت ہے جیسے کہ اقراری کے اقرار پر ایک گواہ کافی نہیں اسی طرح یہاں بھی ایک کافی نہیں فتوے اور سوال کی دوسری صورت ہے وہ محض خبر ہی ہے دونوں میں فرق ظاہر ہے +

سوال کی صفائی اور تعیین بغیر فتویٰ نہ دے

اٹھاونواں فائدہ۔ جبکہ سوال کئی صورتوں کا احتمال رکھتا ہو تو جب تک پوچھنے والے کا مطلب صاف ظاہر نہ ہو جائے جواب نہ دینا چاہئے کوئی صورت جب مقرر ہو جائے تب جواب دے تاہم اُسے مقید کر دے تاکہ اُسی صورت کے ساتھ مخصوص ہو جائے مثلاً یوں کہدے کہ اگر امر یوں اور یوں ہے تو یہ فتویٰ ہے سائل کا مطلب اگر یہ ہے تو جواب یہ ہے غرض ہر صورت کا جواب اُس صورت کے بیان کے ساتھ ہونا چاہئے بعض اس سے منع کرتے ہیں دو وجہ سے ایک تو یہ ذریعہ ہے حیلے سکھانے کا اور دروازہ ہے مستفتی کی رخصتوں کا کہ جس دروازے سے چاہے آئے جس سے چاہے جائے دوسرا سبب یہ ہے کہ اس سے عامی آدمی کا دماغ پریشان ہو جائے گا مقصود فوت ہو جائیگا۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے جہاں تفصیل سودمند ہو وہاں مستحب ہے جوں زیادہ وضاحت ہو جوں بیان پورا ہو جوں جوں صفائی ہو اور کسی قسم کے التباس کا خوف باقی نہ رہتا ہو وہاں وہاں تفصیل اچھی چیز ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر جوابوں میں تفصیل فرمادیا کرتے تھے چنانچہ جو شخص اپنی بیوی کی لونڈی سے واقع ہوا تھا اُس کی نسبت آپ نے فرمایا کہ اگر اس پر اس نے زبردستی کی ہے تو وہ آزاد کر دی جائیگی اور اس کی مالکہ کو اسی جیسی لونڈی خرید کر اسے دینی پڑے گی اور اگر زبردستی نہیں کی تو یہ لونڈی اُس شخص کو دے دی جائیگی اور یہ اور لونڈی اس کے مثل خرید کر اس کی مالکہ کو دیگا۔ حضور کے بہت سے فتاوے مفصل موجود ہیں

سوال کی تحریر میں خالی جگہ چھوٹی ہوئی ہو تو جواب تحریر نہ کرنا چاہئے

انسٹھواں فائدہ۔ اگر مفتی کسی سوال میں دیکھے کہ وہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ بعد میں اسمیں کوئی زیادتی ہو سکتی ہے تو اُسے جواب سے پرہیز کرنا چاہئے ممکن ہے بعد میں اس میں کوئی ایسی عبارت بڑھالی جائے جو جواب کے خلاف ہو ایسی صورت میں یا تو سائل سے کہے کہ اور کاغذ پر لکھ لا دیا چھوٹی ہوئی جگہ پر لکیریں کھینچ دے کہ پھر اس میں اضافہ نہ ہو سکے یا اور کسی طرح اُس جگہ کو پُر کر دے اسی طرح وثیقہ نویسی وغیرہ میں بھی یہی احتیاط رہے۔ ہوشیار چوکنا اور بیدار مغز رہے ہر ایک کے ساتھ حسن ظنی ہی نہ رکھے اسی لئے بعض مفتیوں نے یہ قاعدہ رکھا تھا کہ سوال کی نقل اپنے پاس رکھ لیا کرتے تھے۔ بعض سوال کی نقل دوسرے کاغذ پر خود اتار کر پھر جواب لکھتے تھے۔ ان میں سے کوئی خاص بات گو واجب تو نہیں لیکن قرائنِ احوال اور معرفتِ عادات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے +

مفتی کو اور چند علمائے سے بھی مشورہ کر لینا چاہئے

ساٹھواں فائدہ۔ اگر مفتی کے پاس ایسے علما بھی ہوں جو ثقہ ہوں جن کے علم و دین پر اعتماد ہو تو اُن سے اُسے مشورہ کر لینا چاہئے اپنے نفس کو اونچا رکھ کے مشورے کو اپنے لئے حقیر چیز نہ سمجھے اہل علم سے فائدہ اٹھاتا رہے ورنہ جہالت کی ایک شاخ اس میں باقی رہ جائیگی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ اُن کا کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اُن سے امر میں مشورہ لے لیا کرو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ آتا تو آپ صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر لیا کرتے

کہ یہ لفظ باطل ہیں محفوظ لفظ پہلے ہی ہیں +

ہجرت کا فتویٰ

(۵۷) مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آپ کی طرف کی ہجرت کی خبر دیجئے کہ کیا یہ وہ چیز ہے جس میں خود آپ ہی تھے ؟ یا منصوص ہے کسی قوم کے ساتھ ؟ یا خاص ہے کسی خاص زمین کی طرف ؟ یا آپ کے فوت ہونے کے بعد یہ ہجرت بھی منقطع ہو جائے گی ؟ تین بار اس نے اپنے سوال کو دوہرایا کچھ بیٹھ رہا آپ خاموش ہی رہے پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ سائل کہاں ہے اس نے کہا حضورؐ یہ ہے حاضر ہے آپ نے فرمایا ہجرت اس کا نام ہے کہ تو ظاہری اور باطنی برائیوں کو چھوڑ دے نماز کی پابندی کرے زکوٰۃ ادا کرتا رہے پھر تو مہاجر ہے گو اپنے دیس میں ہی مرے +

جنت کی نعمتیں

(۵۸) ایک اور شخص کھڑا ہوتا ہے اور پوچھتا ہے کہ حضورؐ یہ تو بتلایئے کہ جنتیوں کے کپڑے پیدا کئے جائیں گے یا بنے جائیں گے ؟ اس کے اس سوال پر صحابہ ہنس پڑے تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر ہنس رہے ہو کہ ایک جاہل ایک عالم سے سوال کرتا ہے ؟ پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد آپ نے فرمایا جنتیوں کے کپڑے کے بارے میں سوال کرنے والے کہاں ہیں ؟ اس نے کہا یا رسول اللہ وہ یہ حاضر ہے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ان سے اہل جنت کے پھل شق ہوں گے تین بار یہی فرمایا۔ (۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا جنت میں ہم اپنی عورتوں سے ملیں گے بھی ؟ آپ جواب دیتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جنتی صبح ہی صبح ایک سو کنواریوں سے مل لیگا حافظ ابو عبداللہ مقدسیؒ فرماتے ہیں اس کی سند کے راوی میرے نزدیک تو صحیح کی شرط کے ہیں۔ (۶۰) یہی سوال اور دفعہ ہوا تو فرمایا بار بار تم اپنی جنتی بیویوں کے پاس جاؤ گے اور جب فارغ ہو گے اسی وقت وہ پھر سے ایک دم باکرہ ہو جائیں گی اس کی سند کے راوی بھی صحیح ابن حبان کی شرط پہ ہیں (۶۱) معجم طبرانی میں اسی سوال کے جواب میں آپ کا فرمان ہے کہ شوق سے اور خوشی سے اور کامل شہوت سے بار بار جنتی مجامعت کریں گے لیکن پھر بھی نہ عضو میں سستی آئے گی نہ شہوت منقطع ہو گی اس روایت میں لفظ وصم ہے اور وصم کے لفظی معنی سختی سے دھکا دینے کے ہیں۔ (۶۲) اور روایت میں اسی معجم میں اسی سوال کے جواب میں یہ بھی ہے کہ دونوں جانب سے گھناؤنا خاص پانی نہ ہوگا (۶۳) سوال ہوا کہ کیا اہل جنت سوئیں گے بھی ؟ فرمایا نیند موت کی بہن ہے اہل جنت سوئیں گے نہیں۔ (۶۴) پوچھا جاتا ہے کہ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے ؟ جواب دیتے ہیں کہ اگر تو چاہیگا تو گھوڑا ملیگا جس کے دو پر ہوں گے جو بالکل یاقوت کا ہوگا تو اس پر سوار ہوگا اور جہاں چاہیگا وہ تجھے اڑا کر لے جائیگا۔ (۶۵) حضورؐ کیا جنت میں اونٹ ہوں گے ؟ فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں پہنچا دیا تو وہاں جس چیز کو تیرا جی چاہے گا اور جس چیز سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی سب کچھ ملے گا اسے آپ نے وہ نہیں فرمایا جو گھوڑے کے سائل سے فرمایا تھا۔ (۶۶) معجم طبرانی میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ حُوْرٌ عِیْنٌ ۝ کی تفسیر کیا ہے ؟ فرمایا وہ گوری ہوں گی بڑی بڑی آنکھوں والی سیاہ پلکوں اور سیاہ بالوں والی۔ (۶۷) پوچھا کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ ۝ کی تفسیر کیا ہے ؟ جواب دیا کہ صفائی میں موتیوں جیسی ہیں جو لڑی میں پروئے ہوئے ہوں لیکن کسی انسانی ہاتھ نے چھوا نہیں (۶۸) دریافت کیا فِیْھِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ ۝ کا کیا مطلب ہے ؟ فرمایا بہترین عادات واخلاق والی خوبصورت نورانی چہروں والی (۶۹) دریافت کیا کہ کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ ۝ کے کیا معنی ہیں ؟ فرمایا ان کی نزاکت ایسی ہو گی جیسے انڈے کے چھلکے کے اندر کی جھلی (۷۰) پوچھا عُرُبًا اَتْرَابًا کی کیا تفسیر ہے ؟ ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان دنیا میں عورتیں بڑھاپے کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئی تھیں انہیں اللہ تعالیٰ نئے سرے سے پیدا کرے گا اور انہیں باکرہ بنا دیگا یہ اپنے خاوندوں سے بے حد عشق و محبت رکھنے والی ہوں گی اور نو عمر کمسن ہی رہیں گی۔ (۷۱) پھر ام سلمہؓ پوچھتی ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی عورتیں جو جنت میں جائیں گی افضل ہوں گی یا حوریں ؟ فرمایا بلکہ دنیا کی جنتی عورتیں حوروں سے بہت ہی افضل و بہتر ہوں گی جیسے کہ اوپر کا کپڑا نیچے کے کپڑے سے افضل بہتر ہوتا ہے (۷۲) حضورؐ اس کی وجہ ؟ فرمایا ان کا نماز روزہ اور عبادت خدا۔ ان کے چہرے نور میں ڈوبے ہوئے ہوں گے ان کے لباس خالص ریشمی ہوں گے ان کے رنگ سفید نورانی ہوں گے ان کے کپڑے سبز ہوں گے ان کے زیور زرد ہوں گے ان کی انگیٹھیاں بھی موتیوں کی ہوں گی ان کی کنگھیاں بھی سونے کی ہوں گی یہ مل جل کر یہ ترانہ گائیں گی کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مرنے

اتنے ہی معارضے اس پر وارد ہوتے ہیں اتنا ہی اس کا نورِ کشف کم ہوتا ہے علم ایک نورانیت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالتا ہے جس سے بندہ درست نادرست میں فرق و تمیز کر لیتا ہے حضرت امام مالکؒ نے حضرت امام شافعیؒ سے پہلی ہی ملاقات میں فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے دل میں نور پیدا کر دیا ہے دیکھو خبردار اُسے معصیت کی اندھیریوں سے بجھا نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمہارے لئے فرقان بنا دیگا فرقان میں نور بھی داخل ہے جس سے بندہ حق و باطل میں تمیز کر لیتا ہے جس قدر خدا سے دل قریب ہوتا ہے اسی قدر فرقان کا مرتبہ بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ خیر عنایت فرمائے آمین!

سائل کی غرض کیخلاف اگر فتویٰ ہو تو اُس سے رکنا نہ چاہئے

باسٹھواں [٦٢] فائدہ :- اکثر مفتیوں میں یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ جب وہ جان لیتے ہیں کہ مستفتی کی غرض کے خلاف فتویٰ ہے تو فتویٰ دینے سے باز آجاتے ہیں رُک جاتے ہیں خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ ان میں کے اکثر تو پوچھ بھی لیتے ہیں کہ تمہاری غرض کیا ہے جب معلوم ہوا کہ یہ چاہتا ہے کسی طرح یہ چیز اس کے لئے جائز ہو جائے اور ہے حقیقتاً ناجائز تو اب جو حق ہے اُسے اُسکی غرض کے خلاف پا کر منہ سے نہیں نکالتے بلکہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ اُسے بتلا دیا کہ آپ فلاں مفتی کے پاس جائیے وہاں آپ کی غرض حاصل ہوگی یا فلاں مذہب میں آپ کی غرض حاصل ہو سکتی ہے دراصل یہ سب حیلے بازیاں ناجائز ہیں۔ اس میں تفصیل کر دینی چاہئے۔ اگر سوال مسائلِ علمیہ سے سنت سے ہے یس جن عملیات کے بارے میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو مفتی کو ہرگز لائق نہیں کہ سائل کی غرض کے مطابق نہ ہونے سے اُسے چھوڑ دے بلکہ اسے فتویٰ دینے میں اظہارِ حق میں توقف بھی نہ کرنا چاہئے ایسا کرنا جرمِ عظیم ہے خدا کی طرف سے ہرگز یہ رخصت نہیں کہ وہ سائل کی غرض کو خدا رسول کے فرمان پر مقدم کر دے۔ اور اگر وہ سوال کسی اجتہادی مسئلہ کی نسبت ہو اور وہ مسئلہ بھی ایسا ہو کہ اسمیں کسی قول کی ترجیح ثابت نہ ہو سکتی ہو تو بھی اُسے سائل کی غرض کو مدِ نظر رکھکر ترجیح دیکر بیان کر دینا جائز نہیں ہاں اگر اسے ترجیح معلوم ہو اور اس کے نزدیک اس کا حق پر ہونا ظاہر ہو چکا ہو تو اور بات ہے۔ سائل کے سوال کی غرض اُس حکم کی تلاش ہوتی ہے جو اس پر لازم ہو اور خدا کے ہاں اس پر پھر جواب وہی نہ ہو تو مفتی کو چاہئے کہ ایسا ہی جواب دے خواہ وہ سائل کی طبیعت کے مطابق ہو خواہ مخالف ہو۔ اسی طرح مفتی جب دیکھ لے کہ سائل کئی مفتیوں کے پاس جا آرہا ہے چاہتا ہے کہ کسی طرح کسی سے بھی اپنے مطلب کے موافق فتویٰ حاصل کر لے تو اسے نہ چاہئے کہ اس کے سوال کو اس صورت میں بنا دے کہ کوئی مفتی ایسا فتویٰ دیدے جو وہ چاہتا ہے نہ اسے یہ لائق ہے کہ اُسے بتائے کہ فلاں کے پاس جاؤ اس کا مذہب یہی ہے ایسے لوگ کچھ دیانت داری کے ساتھ مسئلے کی تلاش میں نہیں نکلتے بلکہ وہ شرارت کی آڑ میں اپنی منشا کے مطابق کرنا چاہتے ہیں جس طرح اور جس طریقے سے ان کی مطلب برآری ہو اُس سے وہ خوش رہتے ہیں جہاں اپنی غرض پائیں جس مذہب میں اپنا مطلب نکلتا دیکھیں اسی میں سر چھپا لیتے ہیں پس مفتی کو ان کی مدد ہرگز نہ کرنی چاہئے ان کا ارادہ حق کی پیروی کا نہیں بلکہ مطلب برآری کا ہے ان کی مثال انہی جھگڑالو لوگوں کی ہے جو حاکموں کے پاس جا کر ناجائز طریق سے اپنی بات ثابت کرنا اور حاکم کو دھوکہ دیکر ڈگری حاصل کر لینا چاہتے ہیں ان کا مقصود کسی خاص حاکم سے نہیں ہوتا بلکہ جہاں مطلب برآری دیکھتے ہیں وہیں کے ہو رہتے ہیں ہمارے استاد مرحوم خدا و غفیں بخشے فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو فتویٰ دینے نہ دینے میں مجھے تو اختیار ہے اسلئے کہ ان کی غرض دینی علم حاصل کرنے کی نہیں ہوتی بلکہ اصلی غرض ان کی اپنا مطلب پورا کرنے کی ہوتی ہے۔ اگر یہ دیکھتے کہ اور جگہ ان کا مطلب نکل سکتا ہے تو وہ ہرگز ہمارے پاس نہ آتے۔ دیکھئے جو لوگ اسی غرض سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اُن کے بارے میں حضورؐ کو خدا کی طرف سے اختیار دیا گیا کہ فَاِنْ جَآؤُكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ الخ یہ لوگ اگر تیرے پاس آئیں تو تو اگر چاہے ان میں فیصلہ کر اور اگر چاہے ان سے منہ موڑ لے اگر تو اُن سے چشم پوشی بھی کرے تو تجھ پر کوئی ضرر نہیں۔ الغرض چونکہ ان کی نیت نیک نہیں اس لئے انہیں فتویٰ بتلانا بھی ضروری نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتوے کی خوبصورتی اور روحانیت دلیل کے بیان کر دینے میں ہے

تریسٹھواں [٦٣] فائدہ :- بعض لوگوں نے فتوے کے ساتھ دلیل اور

چلو پانی کا لیکر جہاں کپڑا سنا ہو وہاں بہادو۔ اسے امام ترمذیؒ صحیح تبلاتے ہیں۔ (۹۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا ہے کہ غسل کو کونسی چیز واجب کرتی ہے؟ اور پانی کے بعد کے پانی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اُسے مذی کہتے ہیں ہر نر مذی ڈالتا ہے تو اس سے اپنی فرج کو اور انثیین کو دھو ڈال اور نماز کی طرح وضو کرلے۔ (۹۲) حضرت فاطمہ بنتِ ابی حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے عرض کرتی ہیں کہ مجھے استحاضہ کی بیماری ہے میرا خون آتا ہی رہتا ہے تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو ایک رگ ہے یہ خونِ حیض نہیں ہے جب تیرے حیض کا زمانہ آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب چلا جائے تو اپنے جسم سے خون دھو ڈال اور نماز شروع کردے (۹۳) ایسی عورت کے بارے کے سوال پر آپ نے فرمایا کہ جن مقررہ دنوں میں وہ حیض سے ہوجایا کرتی تھی اُن دنوں میں نماز چھوڑ دے پھر غسل کرلے اور نماز روزے کو بجالایا کرے ہاں ہر نماز کے لئے وضو کرلیا کرے +

وضو اور نماز کے مسائل

(۹۴) سوال۔ یا رسول اللہ بکری کا گوشت کھانے سے وضو ہے؟

جواب۔ اگر چاہو کرلو چاہو نہ کرو۔ (۹۵) اونٹ کے گوشت سے وضو ہے؟ فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت سے وضو کرلیا کرو۔ (۹۶) کیا بکریوں کے بندھنے کی جگہ میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں وہاں نماز پڑھ لیا کرو۔ (۹۷) پوچھا گیا اونٹوں کے بندھنے کی جگہ میں؟ فرمایا نہیں (۹۸) ایک شخص آپ سے آن کر دریافت کرتا ہے کہ ایک شخص نے غیر عورت سے وہ سب کچھ کیا جو میاں بیوی سے کرتا ہے صرف مجامعت نہیں کی اس پر آیت وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ الخ نازل ہوئی یعنی دن کے دونوں حصوں میں اور رات کی گھڑیوں میں نماز کو قائم کرتے رہو یقیناً نیکیاں برائیوں کو دفع کردیتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وضو کرکے نماز پڑھ حضرت معاذؓ نے پوچھا کیا یہ حکم خاص اسی کے لئے ہے؟ یا عام مسلمانوں کے لئے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے یہ حکم عام ہے +

عورتوں کے مسائل

(۹۹) حضرت ام سلیمؓ دریافت کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا کیا عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل واجب ہے؟ فرمایا ہاں جب وہ خاص پانی کو دیکھ لے (۱۰۰) تو ام سلمہؓ نے پوچھا کہ کیا عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ پھر بچے کی مشابہت اس سے کیسے ہوجاتی ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے پوچھا کہ اگر عورت اپنے خواب میں وہی دیکھے جو مرد دیکھتا ہے تو آپ نے فرمایا جب وہ یہ دیکھے تو غسل کرلے۔ (۱۰۱) مسند میں ہے کہ حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اس عورت کے بارے میں جو خواب میں وہ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے تو آپ نے فرمایا جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل نہیں جیسے کہ انزال بغیر مرد پر غسل نہیں۔ (۱۰۲) امیر المومنین حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہٗ فی الجنۃ حضورؐ سے مذی کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ مذی سے وضو ہے اور منی سے غسل ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب تو مذی دیکھے تو وضو کر اپنا عضو دھو ڈال اور جب منی دیکھے تو غسل کرلیا کر (مسند احمد) (۱۰۳) حضورؐ ایک شخص تری تو دیکھتا ہے لیکن احتلام یاد نہیں؟ فرمایا وہ غسل کرلے۔ (۱۰۴) پوچھا اور جو شخص سمجھتا ہو کہ اُسے احتلام ہوگیا لیکن تری نہیں پاتا وہ کیا کرے؟ فرمایا اُس کے ذمے نہانا نہیں ہے (مسند احمد) (۱۰۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے اور تھک کر الگ ہوجاتا ہے؟ اس وقت حضرت عائشہؓ جو بیٹھی ہوئی تھیں ان کی طرف اشارہ کرکے آپ فرماتے ہیں میں اور یہ ایسی حالت میں غسل کرتے ہیں (مسلم) (۱۰۶) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دریافت کرتی ہیں کہ میں اپنے بالوں کی مینڈیاں بہت مضبوطی سے گوندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے لئے انھیں کھولنا ضروری ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں تمہیں صرف یہ کافی ہے کہ تین لپیں بھر کر پانی بہالو پھر سارا بدن دھو ڈالو۔ (مسلم) ابوداؤد میں یہ ہے کہ ہر لپ کے ساتھ بالوں کو اچھی طرح مَل دَل لیا کرو۔ (۱۰۷) ایک عورت آپ سے کہتی ہے کہ جس راہ چل کر ہم مسجد میں آتے ہیں وہ راستہ بڑا گندا ہے بارش جب برستی ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا کیا اس کے بعد کوئی اس سے زیادہ صاف راستہ نہیں؟ اُس نے کہا ہاں ہے فرمایا بس تو اس کا بدلہ یہ ہوگیا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس کے بعد اُس سے طیب راستہ نہیں؟ سائلہ کہتی ہیں میں نے جواب دیا کہ ہاں ہے فرمایا پھر وہ اسے دے جائیگا (مسند احمد) (۱۰۸) آپ سے سوال کیا گیا کہ ہم مسجد کے ارادے سے چلتے ہیں نجس راستوں پر سے چلنا پڑتا ہے؟ آپ نے فرمایا

والی نہیں۔ ہم آسودہ حال ہیں کبھی تنگ حال ہونے کی نہیں۔ ہم ہیں رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض ہوں نہ ناراض کریں خوش نصیب ہیں وہ جو ہمیں پالیں اور ہم بھی خوش نصیب ہیں کہ ایسے خاوند ہمیں مل گئے۔ (۷۲) پھر پوچھتی ہیں کہ یا رسول اللہ بعض عورتوں کے دو دو تین تین چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اگر وہ بھی جنت میں گئی اور اس کے یہ تمام خاوند بھی جنت میں گئے تو وہاں یہ کسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا ام سلمہ اُسے اختیار ہوگا ان میں سے جسے چاہے پسند کرلے پھر یہ اُسے پسند کرے گی جو دنیا میں سب سے زیادہ خوش خلقی کے ساتھ اس سے پیش آیا ہو کہدیگی کہ خدایا میں تو اس کے پاکیزہ اخلاق سے آرام میں رہی تھی اسی کو سب پر ترجیح دیتی ہوں اسی کے نکاح میں مجھے دیدیا جائے۔ سنو ام سلمہ خوش اخلاقی سے ہی دنیا آخرت کی بھلائی ملتی ہے +

حل طلب مسئلہ

(۷۳) سوال۔ قرآن میں ہے تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور کل آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے؟ تو اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ جواب۔ پلصراط پر +

نیکی بدی

(۷۴) سوال۔ ایمان کیا چیز ہے؟ جواب۔ جب تجھے نیکی سے خوشی اور مسرت حاصل ہو گناہ سے رنج اور تکلیف ہو تو تو مومن ہے (۷۵) سوال گناہ کیا ہے؟ جواب جب کوئی کام تیرے دل میں دُھکڑ پکڑ کرے اُسے چھوڑ دے۔ (۷۶) سوال۔ نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے؟ جواب۔ نیکی وہ جس سے دل مطمئن ہو نفس اس سے سکون حاصل کرے گناہ وہ جو دل میں کھٹکے اور سینے میں تردد کرے +

جنتی دوزخی

(۷۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ ہم جو عمل کرتے ہیں وہ کسی بالکل نئی چیز میں ہے یا اس میں جس سے فراغت حاصل کرلی گئی ہے؟ فرمایا بلکہ اس میں جس سے فراغت حاصل کرلی گئی ہے۔ (۷۸) پھر یا رسول اللہ عمل کس حیثیت میں ہے؟ فرمایا اے عمرؓ وہ حاصل نہیں ہو سکتی مگر عمل سے ہی اب حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ پھر تو ہم پوری کوشش کرتے رہیں گے یا رسول اللہ (۷۹) یہی اگلا سوال عمرؓ ایک بار آپ سے حضرت سراقہ بن جعشمؓ نے کیا آپ نے یہی جواب دیا۔ (۸۰) انھوں نے پوچھا پھر ایسی صورت میں عمل کی کیا ضرورت؟

آپ نے فرمایا عمل کئے چلے جاؤ ہر ایک کو آسانی دی گئی ہے۔ سراقہؓ کہتے ہیں کہ میں تو اُس وقت سے برابر عمل میں بڑھ ہی رہا ہوں +

فصل۔ پانی کے مسائل

(۸۱) سوال کیا سمندر کے پانی سے ہم وضو کرلیں؟ جواب اس کا پانی پاک ہے اور اُس کا مردہ حلال ہے۔ (۸۲) بیر بضاعہ جس میں حیض کے لتے اور گندگی اور کتوں کے گوشت ڈلے جاتے ہیں کیا اُس سے وضو ہو سکتا ہے؟ فرمایا پانی پاک ہے اُسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ (۸۳) جو پانی جنگل بیابان میں ہو جہاں چوپائے اور درندے بھی آتے جاتے رہتے ہوں اس کا کیا حکم ہے؟ جواب۔ جب پانی دو قلے ہو جائے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی +

اہلِ کتاب کے برتن

(۸۴) حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اہل کتاب کی بستی میں رہتے ہیں یہ لوگ خنزیر کھاتے ہیں شرابیں پیتے ہیں۔ آیا ہم ان کے برتنوں کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں کہ اگر اور برتن نہ ملیں تو انھیں دھو کر ان میں کھا پکا سکتے ہو۔ (۸۵) صحیحین میں ہے ہم اہلِ کتاب کی زمین میں ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھانا کھالیں؟ فرمایا نہ کھاؤ مگر اور برتن نہ ملیں تو پھر انھیں دھولو اور ان میں کھاؤ۔ (۸۶) مسند اور سنن میں صحابہ کا سوال ہے کہ کیا ہم مجوسیوں کے برتن میں کھا سکتے ہیں جبکہ ہم ان کی طرف بے بس کر دئے جائیں فرمایا ایسی مجبوری کی صورت میں انھیں دھولو اور ان میں کھالو۔ (۸۷) ترمذی میں ہے کہ مجوسیوں کی ہنڈیا کی بابت آپ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا انھیں دھو کر خوب صاف کرلو پھر ان میں پکا سکتے ہو +

وسوسے

(۸۸) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جس کے دل میں وسوسہ گذرتا ہے کہ شاید ہوا نکل گئی؟ آپ نے فرمایا وہ نماز سے نہ پھرے جب تک کہ آواز نہ سُن لے یا بُو نہ آئے +

پانی کے مسائل

(۸۹) آپ سے مذی کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ اس میں وضو کافی ہے۔ (۹۰) سائل کہتا ہے میرے کپڑے پر جو لگ جائے اس کا کیا کروں؟ فرمایا ایک

میری اہلیہ بھی ہوتی ہے اور مجھے نہانا ضروری ہو جاتا ہے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا پاک مٹی پاک کرنے والی ہے گو دس سال تک تجھے پانی نہ ملے جب مل جائے تو غسل کر لیا کر ورنہ تیمم کافی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (۱۲۵) حضرت علیؓ نے آپ سے پوچھا کہ میں نے اپنے پہنچے کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی ہے فرمایا اسی پر مسح کر لیا کرو (ابن ماجہ)۔ (۱۲۶) صحابہؓ نے حضورؐ سے غسلِ جنابت کا سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا مرد اپنا سر کھول کر اُسے دھوئے یہانتک کہ بالوں کی جڑیں تر کر لے عورت کا اپنے سر کا کھولنا ضروری نہیں۔ اُسے یہی کافی ہے کہ تین لپیں پانی کی اپنے سر پر بہا لے (ابوداؤد)۔ (۱۲۷) کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں نے جنابت کا غسل کیا پھر صبح کی نماز بھی ادا کر لی پھر دن نکلے معلوم ہوا کہ بقدر ایک ناخن کے جسم میں ایسی جگہ رہ گئی ہے جہاں پانی نہیں پہنچا آپ نے فرمایا اگر تو اس پر ہاتھ پھیر لیتا تو کافی تھا (ابن ماجہ) ✤

عورتوں کے مسائل

(۱۲۸) ایک عورت کے حیض کے بارے کے سوال پر آپ نے جواب میں فرمایا کہ ایسی عورت پانی اور بیری کے پتے لیکر بیٹھے خوب صفائی کرے اپنے سر کے بالوں کو خوب مل دل کر دھوئے یہانتک کہ جڑیں بھی دھل جائیں پھر اپنے اوپر پانی بہا لے پھر ایک مُشک آلود پھایا لیکر صفائی کرے۔ (۱۲۹) آپ سے ایک عورت نے جنابت کے غسل کی نسبت سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا پانی لیکر خوب پاکیزگی حاصل کرو پھر اپنے سر پر بہا کر خوب ملو یہانتک کہ جڑیں بھی بھیگ جائیں پھر اپنے پنڈے پر پانی بہا لو۔ (۱۳۰) ایک صاحب آپؐ سے سوال کرتے ہیں کہ عورت کی حیض کی حالت میں میرے لئے کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تہمد باندھ لے پھر اوپر کے جسم سے تو فائدہ اٹھا سکتا ہے (مالک)۔ (۱۳۱) ترمذی میں ہے کہ اس سوال پر کہ کیا حائضہ عورت کے ساتھ کھا سکتے ہیں؟ آپؐ نے کھانے کی اجازت دی (۱۳۲) دارقطنی میں ہے کہ اس سوال پر کہ نفاس والی عورت کب تک بیٹھی رہے؟ آپ نے فرمایا چالیس دن تک مگر یہ کہ اس سے پہلے پاکیزگی دیکھ لے ✤

مسائلِ نماز

(۱۳۳) مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ تمام عملوں میں سے سب سے زیادہ پیارا عمل اللہ کے نزدیک کون سا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے لئے بکثرت سجدے کرتا رہ ہر ہر سجدے پر اللہ تعالیٰ تیرے درجے بڑھائیگا اور تیرے گناہ معاف فرمائے گا (۱۳۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نماز گھر میں بہتر ہے یا مسجد میں افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ میرا گھر سب سے زیادہ مسجد کے قریب ہے مجھے گھر میں نماز پڑھنا مسجد کی نماز سے زیادہ محبوب ہے سوائے فرض نماز کے (ابن ماجہ)۔ (۱۳۵) آپ سے گھروں میں نماز پڑھنے کا سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں اپنے گھروں کو نورانی بنا لیا کرو (ابن ماجہ)۔ (۱۳۶) سوال۔ یا رسول اللہ بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم کب کریں؟ جواب۔ جب وہ دائیں بائیں میں تمیز کرنے لگیں۔ (۱۳۷) یا رسولؐ اللہ ہم اس مخنث کو قتل کر دیں جو مرد ہو کر عورتوں سے مشابہت کرتا ہے؟ فرمایا نمازیوں کے قتل سے مجھے ممانعت ہے (ابوداؤد)۔ (۱۳۸) نماز کے وقتوں کا سوال ہوتا ہے تو آپ سائل سے فرماتے ہیں دو دن ہمارے ساتھ نمازیں پڑھو سورج ڈھلتے ہی حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا حکم ہوتا ہے پھر تکبیر کہنے کا۔ پھر جبکہ سورج بہت اونچا ہے بالکل چمکدار ہے پوری تیزی پر ہے عصر کی اقامت کا حکم ہوتا ہے سورج کے غروب ہوتے ہی مغرب کی اقامت کا حکم ہوتا ہے شفق کے غائب ہوتے ہی عشا کی اقامت ہوتی ہے صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی نمازِ فجر کا حکم ہوتا ہے۔ دوسرے دن ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھتے ہیں عصر کی نماز کچھ دیر کر کے پڑھتے ہیں لیکن سورج اُس وقت بھی اونچا ہی ہے مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں عشا کی نماز تہائی رات گذر جانے کے بعد ادا کرتے ہیں صبح کی نماز ذرا سویرا کر کے پڑھتے ہیں پھر فرماتے ہیں نماز کے وقتوں کا پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا حضورؐ میں حاضر ہوں فرمایا نماز کا وقت وہ ہے جو تم نے دیکھ لیا (صحیح مسلم شریف) ✤

تہجّد

(۱۳۹) پوچھا گیا کہ کیا کسی وقت اللہ کی نزدیکی بہ نسبت دوسرے وقت کے زیادہ بھی ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ آدھی رات کے وقت اپنے بندوں سے بہت ہی قریب ہوتا ہے پس اگر تم اس وقت ذکر اللہ کر سکتے ہو تو ضرور کر لو۔ (۱۴۰) یا رسولؐ اللہ صلوٰۃِ وسطیٰ کونسی نماز ہے؟ جواب۔ عصر کی نماز ہے۔ (۱۴۱) کیا رات دن میں ایسا وقت بھی ہے کہ اُس وقت نماز کا پڑھنا مکروہ ہو فرمایا ہاں صبح کی نماز کے بعد نماز سے رُک جاؤ جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے

زمین کا ایک حصہ دوسرے حصے کو پاک کر دیتا ہے (ابن ماجہ) (۱۰۹) ایک عورت آپ سے سوال کرتی ہیں کہ ہمارے کپڑے پر خونِ حیض لگ جائے تو ہم کیا کریں؟ آپ جواب دیتے ہیں کہ اُسے کھرچ ڈالو پھر پانی ڈالکر خوب دھولو پھر اس میں نماز پڑھ سکتی ہو۔ (متفق علیہ) +

پاکیزگی

(۱۱۰) آپ سے سوال کیا جاتا ہے کہ اگر چوہا گھی میں گر پڑے تو؟ فرماتے ہیں اُسے اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینکدو اور باقی اپنا گھی اپنے کھانے کے استعمال میں لاؤ (بخاری) اس میں گھی کے پگھلا ہوا ہونے اور جما ہوا ہونے کی کوئی تفصیل ثابت نہیں ہوئی۔ (۱۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بکری مرجاتی ہے وہ اسے اس کی کھال سمیت پھکوا دیتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم نے اس کا چمڑا اتار کیوں نہ لیا؟ تو آپ دریافت فرماتی ہیں کہ کیا مردہ بکری کی کھال ہم اتار لیتے؟ آپ فرماتے ہیں سنو جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ الخ یعنی جو وحی مجھ پر اتاری جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے پر جس کا کھانا حرام پاتا ہوں وہ صرف یہ ہے کہ از خود مرا ہوا جانور ہو یا بوقتِ ذبح بہا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو۔ تم اُسے کھاتے تو نہیں ہو اُسے دباغت دیکر اس سے نفع اٹھا سکتے ہو یہ سنکر حضرت میمونہؓ نے آدمی بھیجکر اس کی کھال اتروالی اور اُسے رنگ کر اس کی ایک مشک بنوالی جو پرانی ہونے تک ان کے کام آتی رہی (مسند احمد)۔ (۱۱۲) آپ سے مردار کی کھال کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کی پاکی دباغت دے لینا ہے (نسائی) (۱۱۳) ڈھیلوں کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ کیا تم تین پتھر نہیں پاتے؟ دو دونوں طرف کے لئے اور ایک جگہ کے لئے یہ حدیث حسن ہے اور مالک کے نزدیک مرسلاً مروی ہے کہ کیا تم میں سے ایک تین پتھر نہیں پاتا؟ اس میں اور زیادتی نہیں۔ (۱۱۴) حضرت سراقہؓ نے آپ سے پاخانے کے مسئلے کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ قبلے کی جانب سے ہٹ جائیں نہ قبلے کی طرف منہ کریں نہ پیٹھ اور ہوا کے رخ بھی نہ بیٹھیں (شاید اس لئے کہ ایسا نہ ہو ہوا سے پیشاب کی چھینٹیں کپڑوں پر یا بدن پر اڑیں) اور تین پتھروں سے استنجا کریں ان میں لید گوبر نہ ہو یا تین لکڑی کے ٹکڑوں سے یا تین مٹی کے جاؤسے (دارقطنی) (۱۱۵) وضو کے بارے میں آپ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وضو پورا کامل کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو ناک میں پانی دینے میں مبالغہ کرو ہاں روزے سے ہو تو نہیں (ابوداؤد) (۱۱۶) حضرت عمرو بن عبسہؓ آپ سے وضو کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں تو جب وضو کرنے کو بیٹھے گا اپنے دونوں ہاتھ خوب صاف کرے گا تو ہاتھوں کے گناہ پوروں اور ناخنوں تک سے نکل جائیں گے اور جب تو پھر کلی کرے گا ناک جھاڑے گا منہ دھوئیگا ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئیگا اور اپنے سر کا مسح کریگا اور اپنے پاؤں دھوئیگا تو تیری تمام خطائیں سب جھڑ جائیں گی جیسے کہ تو اب پیدا ہوا (نسائی)۔ (۱۱۷) ایک اعرابی نے آپ سے وضو کی بابت سوال کیا تو آپ نے اسے تین تین بار اعضاءِ وضو کو دھوکر دکھایا پھر فرمایا وضو اس طرح ہے جس نے اس پر زیادتی کی اس نے برا کیا حد سے گذر گیا اور ظلم کیا (مسند احمد) (۱۱۸) ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی نماز میں ہوتا ہے اور اور دوسرے رستے سے کچھ ہوا نکل جاتی ہے پانی کی کمی ہوتی ہے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی ہوا نماز کی حالت میں نکل جائے تو وہ وضو کرلے عورتوں کے پاخانے کی جگہ وطی نہ کرو اللہ تعالیٰ حق سے شرماتا نہیں (ترمذی) +

جرابوں پر مسح

(۱۱۹) جرابوں پر مسح کرنے کی بابت آپ سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن رات (۱۲۰) حضرت ابن ابی عمارہؓ نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا میں جراب پر مسح کرلوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (۱۲۱) پوچھا گیا ایک دن؟ فرمایا دو دن بھی (۱۲۲) پوچھا اور تین دن بھی؟ فرمایا ہاں اور بھی جسقدر تو چاہے (ابوداؤد) اہل علم کی ایک جماعت تو کہتی ہے کہ بغیر کسی مدت کے تقرر کے مسح جرابوں پر جائز ہے وہ اس حدیث کے ظاہر پر عامل ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ یہ مطلق ہے اور حدیث مقید ہے اور مقید مطلق پر قاضی ہوتی ہے۔ پس مسافر زیادہ سے زیادہ تین دن تک جرابوں پر مسح کرسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں +

تیمم

(۱۲۳) ایک اعرابی نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم ریتلے میدانوں میں چار چار پانچ پانچ ماہ گذارتے ہیں ہم میں نفاس والی اور حیض والی عورتیں بھی ہوتی ہیں جنبی مرد و عورت بھی ہوتے ہیں فرمائیے ہم کیا کریں؟ آپ نے جواب دیا کہ مٹی کو لازم پکڑے رہو (مسند احمد) (۱۲۴) حضرت ابوذرؓ نے آپ سے ذکر کیا کہ میں پانی سے دور رہتا ہوں میرے ساتھ

کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھو ہاں اگر غرق ہونے کا خوف ہو تو اور بات ہے۔ (۱۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ نماز میں سجدے کی جگہ سے کنکریوں کو ٹھیک کرنا درست ہے یا نہیں؟ فرمایا خیر ایک مرتبہ کرلے یا بالکل ہی نہ کرے (۱۶۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ایک بار لیکن ایک بار بھی نہ کرنا ہی تیرے لئے بہتر ہے بلکہ یہ اس سے بھی اچھا ہے کہ تجھے سو اونٹنیاں ملیں جن میں سے ہر ایک بہت اچھی اور سیاہ رنگ کی ہوں۔ یاد رہے کہ مسجد نبوی کے فرش پر کنکریاں بچھی ہوئی تھیں تو صحابہؓ سجدے کے وقت انھیں درست کرلیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ تو ایسا کرنے کی رخصت دی تاہم اس کے بھی چھوڑنے کی فضیلت بیان فرمادی۔ یہ حدیث مسند میں ہے۔ (۱۶۱) آپ سے نماز کے اندر التفات کرنے کے مسئلے کو دریافت کیا جاتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو اچک لینا ہے اس سے شیطان بندے کی نماز کا حصہ چھین لیتا ہے (۱۶۲) آپ سے ایک صاحب دریافت کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اپنی منزل میں نماز پڑھ لے پھر مسجد میں آئے اور یہاں نماز کھڑی ہو تو کیا اُن کے ساتھ بھی نماز پڑھے؟ فرمایا پھر تو تیرے لئے اکٹھا ملا ہوا حصہ ہے۔ (ابوداؤد) (۱۶۳) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے سیاہ رنگ کے کتے کے گذر جانے سے نماز کے ٹوٹ جانے کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ نہ سرخ رنگ کتا ہو نہ زرد رنگ تو آپ فرماتے ہیں سیاہ رنگ کتا شیطان ہے۔ (۱۶۴) ایک شخص آپ سے ذکر کرتا ہے کہ میں نماز میں کھڑا ہوا لیکن ایسا خیال چوکا کہ نہیں معلوم طاق رکعتیں ہوئیں یا جفت؟ فرمایا اس سے بہت بچنا چاہیے کہ شیطان تم سے تمہاری نماز میں کھیل کرے جو نماز پڑھے اور اسے یہ بھی پختگی نہ ہو کہ اس نے طاق رکعتیں ادا کیں یا جفت تو اسے دو سجدے سہو کے کرلینے چاہئیں یہ دونوں اس کی نماز کو پوری کردیں گے (مسند احمد)

جمعہ کی فضیلت

(۱۶۵) آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ جمعہ کے دن کو فضیلت کیوں دی گئی؟ جواب دیتے ہیں کہ اسی دن تمہارے باوا آدم علیہ السلام کی طینت مطبوع ہوئی اسی میں قیامت کی بیہوشی ہوگی اسی میں موت کے بعد کی زندگی ہوگی اسی میں پکڑ دکڑ ہے اس کی آخری تین ساعتوں میں ایک ساعت ہے کہ اس میں جو شخص خدائے تعالیٰ سے جو مانگے اللہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے

(۱۶۶) آپ سے جمعہ کی اس ساعت کی بابت دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا نمازِ جمعہ کے کھڑی ہونے سے ختم ہونے تک کے عرصے میں یہ ساعت ہے۔ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ پہلی اور اس دوسری حدیث میں اختلاف ہے نہیں بات یہ ہے کہ آخری ساعت ساعتِ اجابت ہے لیکن جبکہ وہ ساعت اجابت ہے تو نماز کھڑی ہونے کی ساعت بھی اجابت کے لئے بہترین ساعت ہے۔ جیسے کہ وہ مسجد جس کی نیو تقوے پر ہے وہ تو مسجدِ قبا لیکن مسجد نبوی اس بارے میں اس سے اولیٰ ہے۔ بعض نے یہ تطبیق دی ہے کہ یہ ساعت بدلتی رہتی ہے کبھی دن کی آخری ساعت کبھی نماز کے وقت کی ساعت لیکن اس تطبیق سے بھی اچھی تطبیق وہ ہے جو ہم نے پہلے بیان کی۔ (۱۶۷) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جمعہ کے دن کی بھلائیاں بتلائیے آپ نے فرمایا اس میں پانچ فضیلتیں ہیں۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ اسی دن وہ زمین کی طرف اتارے گئے۔ اسی دن فوت ہوئے اسی میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو دعا کی جائے اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرماتا ہے جب تک کہ گناہ کی اور قطع رحمی کی دعا نہ ہو۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی کوئی مقرب فرشتہ کوئی آسمان کوئی زمین کوئی پہاڑ کوئی پتھر ایسا نہیں جو جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو۔ (احمد والشافعی)

ایک وتر

(۱۶۸) رات کی تہجد کی نماز کی بابت آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ دو دو رکعت ہے جب صبح ہوجانے کا ڈر ہو تو ایک وتر پڑھ لو (بخاری مسلم) (۱۶۹) حضرت ابوامامہ پوچھتے ہیں کہ میں وتر کی نماز کے رکعت پڑھوں؟ آپ جواب دیتے ہیں ایک رکعت۔ (۱۷۰) کہتے ہیں مجھے اس سے زیادہ کی بھی طاقت ہے فرماتے ہیں پھر تین رکعت پھر فرماتے ہیں پانچ رکعت پھر فرماتے ہیں سات رکعت (۱۷۱) ترمذی میں ہے کہ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کی بابت آپ سے سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد جفت اور طاق رکعت کی نماز ہے (۱۷۲) سنن دارقطنی میں ہے کہ ایک صاحب نے آپ سے وتر کی بابت پوچھا تو آپ نے تین وتر کی نسبت فرمایا کہ دو پڑھ کر سلام پھیر کر پھر ایک پڑھو (۱۷۳) یا رسول اللہ افضل نماز کونسی ہے؟ فرمایا جس کا قیام لمبا ہو۔ (مسند احمد)۔ (۱۷۴) پوچھا گیا کہ رات کے کس وقت تہجد پڑھنا

درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر نماز پڑھ سکتے ہو نماز حاضر ہے اور قبولیت کے قابل ہے جب تک کہ آفتاب بیچ میں نہ آجائے جب وہ تیرے سر پر آکر ایسا کھڑا ہو جائے جیسے کوئی نیزہ ہو تو اس وقت بھی نماز چھوڑ دے اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے اس کے دروازے کھل جاتے ہیں جب سورج تیرے دائیں کنارے اونچا چڑھ جائے اور ڈھل جائے تو پھر نماز حاضر اور قبول شدہ ہے عصر کی نماز تک جب عصر کی نماز پڑھ لے تو پھر سورج چھپ جانے تک نماز نہ پڑھ (ابن ماجہ) اس میں نماز کی ممانعت کا تعلق صبح کی نماز کے پڑھنے سے ہے نہ کہ اس کا وقت ہو جانے سے (۱۴۲) ایک شخص آپ سے کہتا ہے کہ میں قرآن میں سے کچھ بھی یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا آپ مجھے وہ سکھا دیجئے جو مجھے کافی ہو آپ نے فرمایا کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اُسنے کہا یا رسول اللہ یہ تو سب اللہ کے لئے ہوئے میرے لئے کیا بتلاتے ہیں؟ فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کیا جیسے کوئی کسی چیز کو لے رہا ہو یہ دیکھکر حضورؐ نے فرمایا اس نے تو اپنے دونوں ہاتھ خیر سے پُر کر لئے (ابوداؤد)۔ (۱۴۳) حضرت عمران بن حصینؓ کو بواسیر کی بیماری تھی حضورؐ سے نماز کا سوال کیا آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر پڑھو نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر پڑھو اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹے لیٹے کروٹ کے بل پر (بخاری) (۱۴۴) ایک شخص نے حضرتؐ سے پوچھا کہ کیا میں امام کے پیچھے پڑھوں؟ یا چپ رہوں؟ فرمایا بلکہ چپ رہ یہی تجھے کافی ہے (دار قطنی) مراد الحمد کے سوا کی قرأت کے وقت چپ رہنا ہے کیونکہ الحمد کا تو خاص آپ کا حکم ہے اور اس بغیر نماز کے نہ ہونے کو آپ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے (۱۴۵) لکڑہاروں نے آپ سے عرض کیا کہ حضورؐ ہم تو برابر سفر میں ہی رہا کرتے ہیں ہم نماز کے بارے میں کیا کریں؟ فرمایا رکوع میں تین تسبیحیں پڑھ لو اور سجدے میں بھی صرف تین تسبیحیں پڑھ لیا کرو۔ (شافعی مرسلاً) (۱۴۶) حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے تو شیطان نے بڑا تنگ کیا نماز بھی مجھ پر مشکل ہو پڑی ہے خلط ملط کر دیتا ہے آپ نے فرمایا اس شیطان کا نام خنزب ہے جب تجھے اس کا احساس ہو تو اللہ سے پناہ مانگ اور اپنے بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے۔ کہتے ہیں میں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے شیطانی حرکت مجھ سے دور کر دی (مسلم شریف)۔ (۱۴۷) ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ جن کپڑوں کو پہنے ہوئے میں اپنی بیوی سے مجامعت کروں؟ انہی میں نماز ادا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں بشرطیکہ اس میں کوئی ناپاکی نہ ہو۔ ہو تو دھو ڈال۔ (۱۴۸) حضرت معاویہ بن حیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ ہم اپنی شرمگاہوں کے بارے میں کہاں تک مقید ہیں اور کہاں تک آزاد ہیں؟ آپ نے فرمایا اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر بجز اپنی بیوی کے اور اپنی ملکیت کی لونڈی کے۔ (۱۴۹) پوچھا گیا کہ اگر مرد مرد کے ساتھ ہی ہو؟ فرمایا جہاں تک ہو سکے خیال رکھ کہ کوئی بھی شرمگاہ دیکھنا نہ پائے (۱۵۰) دریافت کیا کہ اگر تنہائی ہو؟ فرمایا پھر بھی اللہ تعالیٰ سے شرم و لحاظ رکھنا چاہئے (مسند احمد)۔ (۱۵۱) سوال ہوا کہ کیا ایک کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے؟ جواب دیا کہ کیا تم میں سے ہر شخص دو کپڑے پاتا ہے؟ (متفق علیہ) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شکار میں ہوتا ہوں اور صرف ایک کرتا ہی پہنے ہوئے ہوتا ہوں تو کیا میں اسی میں نماز ادا کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا گھنڈی لگا لیا کرو اور کچھ نہ ملے تو کانٹے سے ہی سہی (مسند احمد) نسائی میں یہ بھی ہے کہ گرمی کا زمانہ ہوتا ہے اور میں صرف کرتا ہی پہنے ہوئے ہوتا ہوں۔ (۱۵۲) ایک صاحب سوال کرتے ہیں کہ کیا پوستین پہنے ہوئے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا پھر دباغت کہاں ہے؟ (۱۵۳) کمان اور ترکش لئے ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ ترکش کو تو علیحدہ کر دو۔ ہاں کمان رہتے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہو۔ (دار قطنی)۔ (۱۵۴) حضرت ام سلمہؓ دریافت کرتی ہیں کہ کیا عورت چادر اور دوپٹے سے نماز ادا کر سکتی ہے جبکہ تہمد باندھے ہوئے نہ ہو؟ فرمایا ہاں اس وقت پڑھ سکتی ہے جب چادر اتنی لمبی چوڑی ہو کہ قدم ڈھانپ لے۔ (ابوداؤد) (۱۵۵) حضرت ابوذرؓ دریافت کرتے ہیں کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپؐ فرماتے ہیں مسجد حرام۔ (۱۵۶) پوچھا پھر کونسی؟ فرمایا مسجدِ اقصیٰ۔ (۱۵۷) دریافت کیا ان دونوں کے بننے کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ فرمایا چالیس سال کا پھر تیرے لئے ساری زمین مسجد ہے جہاں وقتِ نماز آجائے وہیں نماز ادا کر لے (متفق علیہ) (۱۵۸) مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آپ سے کشتی میں نماز پڑھنے کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ

داخل نہیں (مالک) (۱۹۸) یارسول اللہ کیا مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی اور حق ہے؟
جواب ہاں ہے سنو قرآن فرماتا ہے وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ الخ (دارقطنی) (۱۹۹) ف
ایک عورت آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ یارسول اللہ میرے پاس کچھ زیورات
میرا خاوند بھی مسکین آدمی ہے اور میرا بھتیجا بھی تو کیا میں اپنے ان زیوروں کی
زکوٰۃ انھیں دیدوں تو کافی ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ہاں۔ (۲۰۰) ابن ماجہ
میں ہے کہ حضرت ابو سیارہؓ نے حضورؐ سے کہا کہ شہد کی مکھیوں کے چھتے میرے
ہاں ہیں آپ نے فرمایا اس میں سے دسواں حصہ ادا کرتے رہو انھوں نے کہا
پھر انھیں میرے حق میں محفوظ کر دیئے جائیں آپ نے ایسا ہی کیا۔ (۲۰۱) حضرت
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا سال گذرنے سے
پہلے میں زکوٰۃ دیدوں؟ آپ نے انھیں اس کی اجازت مرحمت فرمائی (مسند احمد)
(۲۰۲) یارسول اللہ زکوٰۃ فطر کا کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان پر چھوٹے
بڑے پر آزاد پر غلام پر ایک صاع ہے کھجور کا یا جَو کا یا پنیر کا۔ (۲۰۳) مالدار
لوگ پوچھتے ہیں کہ زکوٰۃ کے تحصیل دار ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو اُن کی زیادتی
کے اندازے سے ہم اپنا مال اُن سے چھپالیں؟ فرمایا نہیں (ابوداؤد) (۲۰۴) ف
ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا ہے کہ میں مال دار ہوں
ساتھ ہی عیال دار بال بچوں والا ہوں مجھے بتلایئے کہ کیسے خرچ کروں اور
کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نکال وہ پاکیزگی ہے جو تجھے پاک
صاف کر دیگی۔ صلہ رحمی کر اور اپنے رشتہ داروں کی خبرگیری کر سائل کا پڑوسی
کا مسکین کا حق پہچان اس نے کہا حضورؐ میرے لئے تو ان لفظوں میں کچھ کمی
کیجئے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ الخ قرابت داروں
کو ان کا حق پہنچا اور مسکین کو اور مسافر کو اور اسراف و فضول خرچی نہ کر اس نے
کہا بس یہ کافی ہے (۲۰۵) پھر پوچھتا ہے کہ یارسول اللہ جب میں اپنی زکوٰۃ
آپ کے قاصد کو دیدوں تو میں اللہ رسول کے نزدیک بری ہوگیا؟ آپ نے فرمایا
ہاں جب تو میرے قاصد کو دیدے تو تو اس سے بری ہو گیا تیرا اجر ثابت ہو گیا یہ
اُسے جو بدل ڈالے اس پر گناہ رہیگا (مسند احمد)۔ (۲۰۶) آپ سے سوال ہوتا ہے
کہ آپ کے مولیٰ حضرت ابورافعؓ کو ہم صدقہ دے سکتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں
ہم آلِ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں قوم کا مولیٰ بھی
انہی میں سے ہے ف (۲۰۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارادہ کرتے ہیں کہ اپنی خیبر والی
زمین سے قربِ خدا حاصل کریں حضورؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ میں کس طرح
کروں؟ آپ فرماتے ہیں اگر چاہو تو اصل روک کر صدقہ کردو یعنی وقف کردو۔
چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا (۲۰۸) حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اپنا باغ راہِ للہ
دیدیا ان کے والدین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا
کہ حضورؐ ہماری روزی کا ظاہر ذریعہ تو صرف یہی تھا اس کے سوا ہمارے پاس تو
کوئی مال نہیں آپ نے اسی وقت حضرت عبداللہؓ کو بلوایا اور فرمایا اللہ کے
ہاں تیرا صدقہ تو قبول ہو گیا اور وہ تیرے ماں باپ پر واپس ہے چنانچہ اس کے
بعد وہ ان کے ماں باپ کے پاس ہی رہا (نسائی شریف) (۲۰۹) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کون سی خیرات افضل ہے؟ جواب
دیتے ہیں کہ تحفہ دینا اس طرح کہ تم میں سے کوئی درہم یا سواری کے جانور یا دودھ
کے لئے بکری یا گائے تحفۃً دیدے (مسند احمد)۔ (۲۱۰) اسی سوال کے جواب میں
ارشاد ہے کہ باوجود کمی مال کے صدقہ کرنا سب سے پہلے اپنی عیال سے شروع کرو
(ابوداؤد) (۲۱۱) یہی بات اور مرتبہ پوچھی جاتی ہے تو جواب دیتے ہیں کہ صحت اور
مال کی چاہت مسکینی کے خوف اور امیری کی تمنا کے وقت کی خیرات سب سے
افضل ہے (۲۱۲) اسی سوال کے جواب میں ایک بار فرمایا پانی پلانے کا صدقہ سب سے
افضل ہے۔ اور ایک بار اسی سوال کے جواب میں فرمایا (۲۱۴) حضرت سراقہ بن مالکؓ
پوچھتے ہیں کہ میرے حوض پر کسی کے اونٹ آکر پانی پی جائیں تو مجھے ثواب ملیگا؟
فرماتے ہیں ہاں ہر ایک گرم کلیجے میں اجر ہے (۲۱۵) ف دو عورتوں نے پوچھا کہ کیا
وہ اپنا صدقہ اپنے خاوندوں کو دے سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں انھیں دوہرا
دوہرا اجر ملیگا قرابت داری کا اجر اور صدقے کا اجر (متفق علیہ) (۲۱۶) ابن ماجہ
میں ہے کہ کیا میں اپنے خاوند کو اور اپنے ہاں پلنے والے یتیموں کو دیدوں تو کافی
ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے لئے دو اجر ہیں صدقے کا اور قرابت کا۔ (۲۱۷) حضرت
اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوچھتی ہیں کہ میرے پاس سوائے اس کے جو حضرت زبیرؓ
مجھے دیں اور مال تو ہے نہیں تو کیا میں صدقہ کروں؟ آپ فرماتے ہیں ہاں صدقہ
کرو روک نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے روک لیگا (متفق علیہ) (۲۱۸) ایک غلام
آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا میں اپنے مالک کے مال سے خیرات کر سکتا ہوں؟ فرمایا
ہاں ثواب تم دونوں میں آدھوں آدھ ہے (مسلم) (۲۱۹) حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑا
للہ دیا پھر حضورؐ سے پوچھا کہ وہ بکتا ہے میں خرید لوں؟ آپ نے فرمایا نہ خریدو
اپنے صدقے کو واپس نہ لو گو وہ تمہیں ایک درہم کا ہی دیدے اپنے صدقے کو واپس
لینے والا ایسا ہے جیسے کوئی قے کرکے چاٹ لے۔ (متفق علیہ) (۲۲۰) آپ سے

افضل ہے۔ فرمایا آدھی رات اور اس کے عامل بہت کم ہیں۔ (۱۷۵) نسائی شریف میں ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی ساعت بہ نسبت دوسری ساعت کے خدا سے زیادہ قریب کرنے والی ہے؟ فرمایا ہاں درمیان آدھی رات کا وقت

اچانک موت

(۱۷۶) آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ اچانک موت کی بابت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا وہ مومن کے لئے تو راحت ہے اور فاسق شخص کے لئے افسوسناک پکڑ ہے مسند احمد۔ اسی لئے دو روایتوں میں سے ایک روایت حضرت امام احمدؒ سے بھی مروی ہے کہ آپ نے اچانک موت کو مکروہ نہیں سمجھا ہاں دوسری روایت میں آپ سے کراہت بھی مروی ہے (۱۷۷) مسند کی اور حدیث میں ہے کہ آپ ایک مرتبہ جا رہے تھے ایک دیوار جھک رہی تھی تو آپ تیزی سے اس کے نیچے سے گذر گئے اس کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں تو ایسی ناگہانی موت کو پسند نہیں کرتا۔ یاد رہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی منافاۃ نہیں (اچانک موت کا راحت ہونا اور بات ہے اور ایسے مواقع سے بچنے کی امکانی کوشش اور بات ہے)

فرشتوں کا ادب

(۱۸۸) آپ سے سوال کیا گیا کہ کسی کافر کا جنازہ گذرے تو بھی ہم کھڑے ہو جائیں؟ فرمایا ہاں تم جنازے کے لئے تو کھڑے نہیں ہوتے تمہارا کھڑا ہونا تو اُن کی بزرگی کے لئے ہے جو جان قبض کرتے ہیں (مسند احمد) (۱۸۹) ایک یہودی کے جنازے کے لئے جب آپ کھڑے ہو گئے تو آپ سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ موت گھبراہٹ کی چیز ہے جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

ایمان کی باتیں

(۱۹۰) ایک عورت نے وصیت کی تھی کہ اس کی طرف سے ایک ایماندار لونڈی آزاد کی جائے آپ نے اُس لونڈی کو بلوایا اس سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ پوچھا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا بے شک یہ مومنہ ہے اسے آزاد کر دو۔ (ابوداؤد) (۱۹۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا سوال و جواب قبر کے وقت ہماری عقلیں ہماری جانب لوٹائی جائیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک اسی طرح جس طرح آج ہیں۔ (مسند احمد) (۱۹۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عذاب قبر ہوگا؟ فرمایا ہاں عذابِ قبر برحق ہے۔

فصل زکوٰۃ وخیرات کے مسائل

(۱۹۳) اونٹ کی زکوٰۃ کی بابت سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ جو اونٹ والا اونٹ کے حقوق ادا نہ کریگا اور ان کے حقوق میں یہ بھی داخل ہے کہ جس دن وہ پانی کے گھاٹ پر جائیں مسکینوں کی خبرگیری ان کے دودھ سے بھی کی جائے غرض ان کے حقوق ادا نہ کرنے والوں کو قیامت کے دن ایک چٹیل میدان میں لٹایا جائیگا اور اس کے وہ تمام اونٹ جن میں چھوٹے بچے بھی ہوں گے لت اپنے قدموں سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے لین ڈوری جہاں ختم ہوئی کہ پھر سے روندنا اور کاٹنا شروع ہو پچاس ہزار سال کے برابر والے قیامت کے دن اُسے یہی عذاب ہوتا رہیگا یہانتک کہ بندوں کے فیصلوں سے فراغت ہو جائے پھر وہ اپنا رستہ دیکھ لے گا یا تو جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ (۱۹۴) گایوں کی زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کی نسبت بھی یہی فرمایا۔ (۱۹۵) گھوڑوں کی نسبت سوال ہوا تو فرمایا گھوڑے پالنے والے تین طرح کے ہیں ایک کے اوپر تو بوجھ ہیں دوسرے کے لئے پردہ ہیں تیسرے کے لئے اجر ہیں اجر اُن کے لئے ہے جو راہِ خدا کے لئے پالے یہ جس چراگاہ میں چرے چگے اس کے پالنے والے کو ثواب ملتا ہے یہ اگر رسی تڑوا کر کسی ایک یا دو اونچائیوں پر چڑھ جائے یہ بھی اس کے ثواب کا سبب ہے اس کے نشانِ قدم اس کی لید بھی اس کے پالنے والے کی نیکیوں میں داخل ہے اگر یہ کسی نہر پر سے گذرے اور اپنے پالنے والے کے ارادے بغیر ہی اس میں سے پانی پی لے یہ بھی اس کی نیکیوں میں شامل ہے الغرض یہ گھوڑا تو اپنے مالک کے لئے سراسر نیکی ہی نیکی ہے۔ اور جو شخص اس لئے پالے کہ اس سے اپنی حاجت روائی کرے دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑے پھر اس کی گردن میں اس کی سواری میں جو خدا کا حق ہے اسے بھی نہ بھولے یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے پردہ ہے اور جو شخص فخر و غرور کے لئے اہلِ اسلام کے خلاف کے لئے پالے اس پر یہ گھوڑا بوجھ اور گناہ ہے۔ (۱۹۶) گدھوں کی بابت سوال ہوتا ہے تو ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں مجھ پر سوائے اس جامع اور شامل آیت کے اور کوئی فرمان نازل نہیں ہوا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (صحیح مسلم) (۱۹۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پوچھتی ہیں کہ میرے پاس سونے کے کنگھن ہیں تو کیا یہ اس خزانے میں داخل ہیں جس پر جہنم کی وعید ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ جو چیز زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جائے پھر اس کی زکوٰۃ نکال دی جائے وہ اس خزانے میں

اب تم روزہ توڑ دو پھر کسی دن قضا کر لینا (دار قطنی)۔ (۲۳۷) حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ کے پاس کہیں سے ہدیے میں گوشت آتا ہے دونوں روزے سے ہوتی ہیں روزہ توڑ کر اسے کھا لیتی ہیں حضورؐ کے آنے پر آپ سے مسئلہ دریافت کرتی ہیں آپ فرماتے ہیں اور دن اس کی قضا کر لینا (احمد)۔ (۲۳۸) یا رسول اللہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں ہوں میں روزے سے تو کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں لگا سکتے ہو (ترمذی) (۲۳۹) یا رسول اللہ کیا قے آنے سے وضو کرنا فرض ہے؟ فرمایا اگر فرض ہوتا تو قرآن میں پاتا (دار قطنی) ان دونوں حدیثوں کی سند میں کلام ہے۔ (۲۴۰) حضرت عمر بن سلمہؓ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا روزے دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ان ام سلمہؓ سے پوچھ لو انھوں نے فرمایا کہ ہاں حضورؐ ایسا کرتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں آپ نے فرمایا سنو میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور اس کا تقویٰ رکھنے والا ہوں۔ (مسلم) (۲۴۱) مسند احمد میں ہے کہ کسی نے رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا پھر تو بہت گھبرایا آخر اپنی بیوی کو اس مسئلے کی تحقیق کے لئے بھیجا اُن سے حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ ایسا کر لیا کرتے ہیں اُس نے جا کر اپنے خاوند سے کہا اُس کی بے چینی اور بڑھ گئی اور وہ کہنے لگا کہ ہم رسول اللہ کے مثل نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے تم پھر جا کر مسئلہ دریافت کرو یہ دوبارہ آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں موجود تھے۔ آپ نے پوچھا کون ہیں کیسے آئی ہیں؟ ام سلمہؓ نے بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے انھیں خبر نہ کر دی کہ میں خود ایسا کرتا ہوں عرض کیا کہ یہ تو کہہ دیا لیکن ان کے خاوند تو اس سے برائی میں اور بڑھ گئے اور یوں یوں کہا اب تو حضورؐ کو بڑا ہی غصہ آگیا اور فرمانے لگے واللہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ خدا کی حدوں کو جاننے والا ہوں (مالک احمد شافعی) (۲۴۲) ایک نوجوان آپ سے پوچھتا ہے کہ کیا روزے کی حالت میں میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا نہیں (۲۴۳) ایک بوڑھے عمر کے شخص بھی آپ سے یہی پوچھتے ہیں آپ انھیں اجازت دیتے ہیں پھر فرماتے ہیں بوڑھے لوگ اپنے نفس کے روکنے پر زیادہ قادر ہوتے ہیں۔ (۲۴۴) ایک شخص آپ سے ذکر کرتا ہے کہ میں تھا تو روزے سے لیکن میں نے بھولے سے کھا پی لیا آپ نے فرمایا اللہ نے تجھے کھلایا پلایا (ابو داؤد) دار قطنی میں ہے کہ اپنا روزہ پورا کر اللہ نے تجھے کھلایا پلایا تجھ پر قضا نہیں یہ واقعہ رمضان المبارک کے پہلے ہی روزے کا ہے (۲۴۵) ایک عورت آپ کے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئیں پھر یکایک ہاتھ روک لیا آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا میں روزے سے تھی لیکن بھولے سے کھانے کو بیٹھ گئی حضرت ذوالیدین کہنے لگے واہ واہ پیٹ بھر لیا پھر روزہ یاد آیا حضورؐ نے فرمایا تم اپنا روزہ پورا کرو یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تمہیں روزی پہنچا دی (مسند احمد) (۲۴۶) یا رسول اللہ یہ سفید دھاگے اور سیاہ دھاگے کا قرآن میں ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی (نسائی) (۲۴۷) حضورؐ آپ ہمیں تو روزے پر روزہ رکھنے سے ممانعت فرماتے ہیں پھر خود کیوں رکھتے ہیں؟ فرمایا میں تو تمہاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلا پلا دیتا ہے (متفق علیہ) (۲۴۸) یا رسول اللہ صبح کی نماز کا وقت آجاتا ہے اور غسل جنابت مجھ پر چڑھا ہوا ہوتا ہے تو کیا میں روزہ رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا یہی میری حالت ہوتی ہے اور میں روزہ رکھتا ہوں اس نے کہا ہم میں آپ میں برابری ہی کیا؟ آپ کے تو سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں آپ نے فرمایا واللہ مجھے تو جناب باری سبحانہ سے امید ہے کہ تم سب سے زیادہ خوف خدا میرے دل میں ہے تم سب سے زیادہ علم مجھے ہے کہ کس چیز سے بچنا چاہیئے (مسلم) (۲۴۹) یا رسول اللہ سفر میں روزہ رکھیں؟ فرمایا اختیار ہے خواہ رکھو خواہ نہ رکھو (مسلم) (۲۵۰) حمزہ بن عمروؓ آپ سے پوچھتے ہیں کہ میں سفر میں روزہ رکھنے پر قادر ہوں تو کیا مجھے اجازت ہے فرمایا یہ تو اللہ کی طرف سے رخصت ہے جو لے اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا چاہے اس پر کوئی گناہ نہیں (مسلم) (۲۵۱) دار قطنی میں حسن سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان شریف کی قضا کے روزوں کو پے در پے نہ رکھنے کی بابت سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ اس کا تمہیں اختیار ہے دیکھو اگر تم پر قرض ہوتا اور تم اس میں سے ایک دو درہم ادا کرتے تو کیا اتنا ادا نہ ہوتا؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ معافی دینے والا اور درگذر کرنے والا ہے (۲۵۲) بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے آپ سے کہا کہ میری والدہ فوت ہو چکی ہیں ان پر نذر کے روزے تھے تو کیا میں ان کی طرف سے وہ روزے پورے کر سکتی ہوں؟ فرمایا اگر تیری ماں کے ذمے کسی کا قرض ہوتا اور تو ادا کرتی تو کیا ادا ہو جاتا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا اسی طرح یہ بھی جا تو اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھو۔ (۲۵۳) ابو داؤد میں ہے ایک عورت سمندر میں کسی کشتی پر تھی وہاں اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ سلامتی سے پہنچا دیگا تو ایک

معروف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کسی نیکی کو ہلکی نہ گنو گو تو ایک رسی کا ٹکڑا دے یا تو جوتی کا تسمہ دیا جائے یا اپنے ڈول میں سے کسی پیاسے کو پانی ہی پلا دے یا راستے سے کسی ایذا دینے والی چیز کو دور ہٹا دے یا کسی مسلمان سے بخندہ پیشانی ملاقات کرے یا کسی مسلمان سے سلام کرے یا کسی انجان کی وحشت کو دور کرے (احمد)

" ناظرین کرام تمہیں تمہارے رب کی قسم سچ کہو یہ پاک فتوے کیسے پیارے کتنے میٹھے کسقدر نفع دینے والے اور کیسے جامع ہیں !!! واللہ اگر لوگ اپنی توجہ اسی طرف کریں تو پھر نہ انھیں دوسروں کے فتووں میں یہ نورانیت نظر آئے نہ یہ لذت پائیں نہ یہ حلاوت ملے نہ اس کی ضرورت رہے کہ فلاں نے یہ فتویٰ دیا اور فلاں نے یہ۔ اللہ ہماری مدد فرمائے اور اپنے نبیؐ کے کلام کی جستجو کی توفیق دے اور پھر اس پر عمل کرنے کی بھی آمین !" ۔

(۲۲۱) ایک صحابیؓ آپ سے کہتے ہیں کہ میں نے خیرات کا ایک غلام اپنی والدہ کو دیا تھا اب اُن کا انتقال ہوگیا ہے آپؐ نے فرمایا تیرے صدقے کا ثواب تجھے مل گیا اور اب بطور ورثے کے وہ تیری چیز ہے (شافعی) (۲۲۲) ایک عورت آپ سے کہتی ہیں کہ میں نے اپنی ماں کو ایک لونڈی دی تھی اب وہ فوت ہوگئیں۔ آپ نے فرمایا تیرا اجر واجب ہوگیا اور میراث نے اُس لونڈی کو اب پھر تیری لونڈی کر دی (۲۲۳) یارسولؐ اللہ میری والدہ فوت ہوگئیں میرا خیال ہے کہ اگر وہ بولتیں تو ضرور صدقہ کرنے کو کہتیں تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کا ثواب انھیں ملیگا؟ آپ نے فرمایا ہاں (بخاری مسلم) (۲۲۴) یارسولؐ اللہ میرے والد انتقال کر گئے کوئی وصیت انھوں نے کی نہیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو انھیں ثواب پہنچیگا؟ فرمایا ہاں (مسلم) (۲۲۵) حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ یارسولؐ اللہ زمانۂ جاہلیت میں میں جو نیکی کیا کرتا تھا نماز غلاموں کی آزادگی صدقہ وغیرہ تو کیا مجھے جبکہ میں اب مسلمان ہوگیا ہوں اُن کا بدلہ بھی ملے گا؟ آپ نے فرمایا جو نیکیاں تونے کی ہیں وہ سب اسلام لانے کے بعد تجھے ملینگی (متفق علیہ)

(۲۲۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ ابن جدعان جاہلیت کے زمانے میں صلہ رحمی کرتا تھا مسکینوں کو کھانا دیتا تھا تو کیا اُسے کچھ نفع ملیگا؟ آپ نے فرمایا کوئی نفع نہ ہوگا اس لئے کہ اُس نے پوری عمر میں کسی دن نہیں کہا کہ خدایا قیامت کے دن میرے گناہ معاف فرما دینا (مسلم)

(۲۲۷) یارسولؐ اللہ وہ تونگری کیا ہے؟ جس کے بعد سوال کرنا حرام ہو جاتا ہے؟ فرمایا پچاس درہم یا اس کی قیمت کا سونا (مسند احمد) (۲۲۸) اور روایت میں ایسے ہی سوال کا جواب ہے کہ صبح شام کا کھانا۔ ان دونوں جوابوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ ایک دن کی تونگری ہے اور وہ عام حالات پر نظر ڈال کر سال بھر کی تونگری ہے یہ جواب باختلافِ حالِ سائل جداگانہ ہوتے تھے واللہ اعلم ۔

(۲۲۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے پاس ایک عطیہ بھیجا آپ دوڑے بھاگے حاضر حضور ہوکر عرض کرنے لگے کہ آپ نے تو فرمایا تھا اس میں کوئی بھلائی نہیں کہ تم میں سے کوئی کسی سے کچھ لے۔ آپ نے فرمایا یہ اس وقت جب سوال کیا ہو اور بے سوال کئے جو مل جائے وہ تو خدا کا دیا ہوا رزق ہے تب آپ نے فرمایا واللہ نہ میں کسی سے کچھ مانگوں گا اور نہ بے مانگے آئی ہوئی چیز کو واپس لوٹاؤں گا۔ (مالک) ۔

فصل روزوں کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۲۳۰) سوال۔ یارسولؐ اللہ کون سے روزے افضل ہیں؟ جواب تعظیم رمضان کے لئے شعبان کے روزے (۲۳۱) سوال کونسا صدقہ افضل ہے؟ جواب رمضان المبارک کے مہینے میں جو دیا جائے (ترمذی) (۲۳۲) صحیح حدیث میں ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے افضل ہیں؟ فرمایا محرم کے مہینے کے۔ (۲۳۳) فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ فرمایا آدھی رات کی نماز ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ہو سکتا ہے کہ محرم کے روزے ہی مراد ہوں اور ہو سکتا ہے کہ حرمت والے سب مہینوں کے روزے مراد ہوں۔

(۲۳۴) حضرت عائشہؓ آپ سے کہتی ہیں کہ حضورؐ آپ میرے پاس آئے تب روزے سے تھے پھر یا یہ دیکھیے کھا لیا؟ فرمایا ہاں رمضان کے سوا اور دنوں میں یا قضاءً رمضان کے روزے رکھنے والے قائم مقام اس شخص کے ہیں جو اپنے مال میں سے کوئی رقم خیرات کی نیت سے نکالے پھر اس میں سے جتنا دل بڑھے دے دے اور جتنا دل بخیلی کرے روک لے (نسائی) (۲۳۵) حضرت ام ہانی کے ہاں آپ جاتے ہیں وہاں کچھ پی کر پھر حضرتِ ام ہانی کو عنایت کرتے ہیں آپ پی لیتی ہیں پھر کہتی ہیں حضورؐ میں روزے سے تھی آپ نے فرمایا نفلی روزے رکھنے والا اپنے نفس کا امیر ہے اگر چاہے پورا کرے اگر چاہے توڑ دے (مسند احمد) (۲۳۶) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانا تیار کیا اور حضورؐ کو اور آپ کے چند ساتھیوں کو بلوایا اُن میں سے ایک بزرگ فرمانے لگے کہ میں تو روزے سے ہوں آپ نے فرمایا اُس تمہارے بھائی نے تو کھانا تیار کرایا ہے اُس نے تکلیف اٹھائی ہے

نے آپ سے پوچھا کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہی ہے یا اور مہینوں میں؟ فرمایا رمضان شریف میں (۲۶۸) تو کیا نبیوں کی زندگی تک ہی وہ باقی رہتی ہے اور ان کی وفات پر اٹھ جاتی ہے؟ یا قیامت تک باقی ہے؟ فرمایا وہ قیامت تک باقی ہے (۲۶۹) اچھا تو رمضان کے کس حصے میں ہے؟ فرمایا پہلے دس دنوں میں اس کی تلاش کرو یا آخری دس دنوں میں (۲۷۰) یا رسول اللہ ان دونوں عشروں میں سے کس عشرے میں ڈھونڈھیں؟ فرمایا آخری عشرے میں تلاش کرو اب اس کے بعد مجھ سے اس بارے میں اور کوئی سوال نہ کرنا (۲۷۱) حضرت ابوذرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ جو حق میرے آپ پر ہیں انھیں پیش کر کے میں دریافت کرتا ہوں کہ اس آخری عشرے کی کونسی رات لیلۃ القدر ہے؟ آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا آخری ہفتے میں اُسے تلاش کرو۔ اب خبردار اس کی نسبت کوئی سوال نہ کرنا (۲۷۲) ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے سوال کے جواب میں فرمایا اُسے پورے رمضان میں تلاش کرو (۲۷۳) اسی ابوداؤد میں ہے کہ اسی سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا آج کونسی رات ہے؟ سائل نے کہا بائیسویں فرمایا لیلۃ القدر یہی ہے پھر لوٹے اور فرمایا آئندہ رات یعنی تیئیسویں (۲۷۴) حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے آپ سے پوچھا کہ ہم اس مبارک رات کو کب تلاش کریں؟ فرمایا اسی رات یہ تیئیسویں رات کی شام تھی (۲۷۵) ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر میں اس رات کو پالوں تو کیا دعا مانگوں؟ آپؐ نے فرمایا یہ دعا مانگو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ ۔ یعنی اے اللہ تو تو معافی دینے والا ہے معافی کو ہی پسند فرماتا ہے پس مجھے بھی معافی عطا فرما۔

فصل مسائل حج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۲۷۶) صحیح بخاری شریف میں ہے کہ مائی عائشہؓ نے آپ سے کہا یا رسول اللہ ہم تو جہاد کو سب سے افضل عمل جانتے ہیں تو کیا ہم عورتیں جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے افضل بہتر جہاد پاک حج ہے مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ حج تمہارے لئے جہاد ہے۔ (۲۷۷) حضرت ام معقلؓ کہتی ہیں یا رسول اللہ مجھ پر حج فرض ہو چکا ہے اور ابو معقلؓ کا ایک اونٹ ہے انھوں نے کہا ہاں بیشک ہے لیکن میں نے اُسے راہ للہ کر چکا ہوں آپ نے فرمایا انھیں دو کہ یہ اس پر حج کر آئیں حج بھی فی سبیل اللہ ہے چنانچہ حضرت ابو معقلؓ نے انھیں اونٹ دے دیا۔

(۲۷۸) اب وہ کہنے لگیں کہ حضورؐ میں بڑھیا ہو گئی ہوں اور بہت بیمار رہا کرتی ہوں کیا کوئی عمل حج کے برابر بھی ہے؟ آپ نے فرمایا رمضان شریف میں عمرہ کرنا حج سے کفایت کرتا ہے یہ حدیث ابوداؤد میں ہے (۲۷۹) ایک صاحب نے کہا حضورؐ میں کرایہ پر سواریاں دیتا ہوں جن پر لوگ حج کو جاتے ہیں میں انھیں لیجاتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں تیرا اپنا حج اس صورت میں ادا نہیں ہوتا آپ خاموش ہو رہے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت اتری لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یعنی تم پر فضل خدا کی تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں آپ نے اسی وقت انھیں بلوایا اور یہ آیت پڑھ سنائی اور فرمایا بیشک اس صورت میں تیرا حج ادا ہو جاتا ہے (۲۸۰) یا رسول اللہ سب سے افضل حج کونسا ہے؟ فرمایا جس میں خدا کی آواز بکثرت ہو اور جس میں قربانیاں خوب ہوں (۲۸۱) حضورؐ یہ تو فرمائیے کہ حاجی کون ہے؟ جواب دیا کہ پراگندہ بالوں والا میلے کچیلے کپڑوں والا (۲۸۲) اچھا یا رسول اللہ قرآن میں ہے کہ جو راستے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج ہے اس رستے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا توشہ اور سواری (شافعی) (۲۸۳) کیا عمرہ واجب ہے؟ جواب نہیں لیکن تم عمرہ کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے (مسند احمد) (۲۸۴) حضورؐ میرے والد مسلمان ہو گئے ہیں۔ ہیں بڑی عمر کے بہت بوڑھے جو سواری پر سوار ہونے کے بھی قابل نہیں اور حج ہم پر فرض ہو چکا ہے کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کیا تم ان کے بڑے صاحبزادے ہو؟ انھوں نے کہا جی ہاں حضورؐ آپ نے فرمایا دیکھو اگر تمہارے والد کے ذمے کوئی قرض ہوتا اور تم ادا کر دیتے تو ان کی طرف سے ادائیگی ہو جاتی؟ انھوں نے کہا یقیناً فرمایا بس تم اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔ (مسند احمد) (۲۸۵) دارقطنی میں صحیح سند سے ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے گذارش کی کہ میرے ابا بہت ہی ضعیف العمر شخص ہیں اُن میں نہ حج کی طاقت ہے نہ عمرے کی وہ تو سواری پر سوار بھی نہیں ہو سکتے آپ نے فرمایا تم آپ اپنے ابا کی طرف سے حج و عمرہ کر لو (۲۸۶) ایک صاحب سوال کرتے ہیں کہ میرے والد حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کر لوں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا پھر اللہ کا قرض ادائیگی کا بہت زیادہ مستحق ہے اس حدیث کو امام احمد لائے ہیں (۲۸۷) ایک عورت آپ سے کہتی ہے کہ میری والدہ حج کئے بغیر ہی دنیا سے چلدی ہیں تو

مہینے کے روزے رکھوں گی سلامتی سے پہنچ تو گئیں لیکن روزے رکھنے سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ اس کی لڑکی یا بہن نے حضرت سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے انہیں ان کی طرف سے روزہ رکھنے کا حکم عطا فرمایا۔ (۲۵۴) حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ مومنوں کی ماؤں نے حضورؐ سے کہا کہ ہم آج روزے سے تھیں کچھ کھانا صدقہ آیا ہم نے وہ کھا پی لیا فرمایا اس کی جگہ اور ایک روزہ رکھ لینا (احمد) یاد رہے کہ دوسری روایت میں جو ہے کہ نفلی روزے دار اپنے نفس کا امیر ہے یہ اس کے خلاف نہیں اسلئے کہ قضا کرنا افضل ہے (۲۵۵) بخاری مسلم میں ہے کہ ایک صحابی خادمہ حضورؐ ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا میں تو ہلاک ہو گیا میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی پر واقع ہو گیا آپ نے فرمایا تجھ میں قدرت ہے کہ ایک غلام آزاد کرے؟ کہا نہیں فرمایا تجھ میں طاقت ہے کہ پے در پے دو ماہ کے روزے رکھے؟ کہا نہیں فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ کہا نہیں فرمایا اچھا بیٹھ جا اتفاقاً اسی وقت آپ کے پاس کھجوروں کا بورا آیا دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں موجود ہوں فرمایا جاؤ لیجاؤ اور اسے صدقہ کر دو وہ کہنے لگا کیا مجھ سے بھی زیادہ مسکین پر؟ واللہ یا رسول اللہ مدینے کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی گھر میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دئیے یہانتک کہ کچلیاں کھل گئیں پھر فرمایا کہ اچھا بھائی جاؤ تم ہی کھا لینا اور اپنے بال بچوں کو کھلا دینا۔ (۲۵۶) مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ رمضان کے بعد اور کس مہینے کے روزوں کا آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر تو رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتا ہے تو محرم کے روزے رکھو اسی مہینے میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی ہے اور دوسری قوموں کی توبہ قبول فرمائے گا (۲۵۷) مسند احمد میں ہے یا رسول اللہ کسی مہینے میں ہم آپ کو شعبان جتنے بکثرت روزے رکھتے نہیں دیکھتے فرمایا ہاں عموماً لوگ اس مہینے سے غافل ہیں یہ مہینہ رجب و رمضان کے درمیان ہے اسی میں اعمال رب العالمین کی طرف چڑھتے ہیں میری چاہت ہے کہ میرے عمل میرے روزے کی حالت میں چڑھیں (۲۵۸) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ پیر کے دن کے روزے کی وجہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا اسی دن میں پیدا کیا گیا ہوں اور اسی دن میں مجھ پر قرآن اتارا گیا ہے۔ (۲۵۹) مسند احمد میں ہے کہ حضرت اسامہؓ نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ نفلی روزے رکھتے ہی چلے جاتے ہیں اس طرح کہ گویا اب چھوڑیں گے ہی نہیں اور اسی طرح چھوڑتے ہیں اور چھوڑتے ہی چلے جاتے ہیں گویا اب رکھیں گے ہی نہیں بجز دو دن کے کہ اگر وہ روزوں میں آ گئے تو تو آ ہی گئے ورنہ اُن کا روزہ پھر بھی رکھتے ہیں آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ کون سے دو دن؟ کہا پیر کا اور جمعرات کا فرمایا ہاں ان دنوں میں رب العالمین کے سامنے اعمال پیش کئے جاتے ہیں پس میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں میں روزے سے ہوں (۲۶۰) ابن ماجہ میں ہے کہ یا رسول اللہ پیر اور جمعرات کے آپ کے روزے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا ان دونوں دن اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مغفرت کر دیتا ہے بجز ان کے جو ایک دوسرے کو چھوڑے ہوئے ہوں فرماتا ہے انہیں نہیں جب تک کہ یہ آپس میں صلح کر کے مل نہ جائیں (۲۶۱) صحیح مسلم شریف میں ہے یا رسول اللہ جو ہمیشہ ہر دن روزے سے ہی رہے وہ کیسا ہے؟ فرمایا نہ اُسے روزہ رکھنے کا ثواب نہ افطار کرنے کا یا فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا نہ افطار کیا (۲۶۲) اچھا جو دو دن روزے سے اور ایک دن بے روزے رہنا لازم کر لے؟ فرمایا اس کی طاقت کس میں ہے؟ (۲۶۳) اچھا جو ایک دن روزے سے رہے اور ایک دن بے روزہ رہے؟ فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں کا طریقہ یہی تھا (۲۶۴) یہ بھی بتلا دیجئے کہ جو دو دن افطار کرے اور ایک دن روزہ رکھتا رہے؟ فرمایا کاش کہ مجھ میں اتنی قوت ہوتی۔ پھر آپ نے فرمایا ہر مہینے میں تین روزے اور ہر سال کے رمضان کا روزہ ان کا ثواب اتنا ہے کہ گویا ساری عمر روزوں میں گذاری عرفے کا دن کا روزہ ایک سال گذشتہ کے ایک سال آئندہ کے گناہ معاف کرا دیتا ہے عاشورے کے دن کا روزہ اگلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے (۲۶۵) مسند احمد میں ہے کسی نے حضورؐ سے پوچھا کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں؟ اور اس دن بولنا چالنا بند رکھوں؟ آپ نے فرمایا خاص جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھ ہاں جن روزوں کی عادت ہے اُنہی میں جمعہ آ جائے تو اور بات ہے بات نہ کرنے کے روزے کی نسبت سنو تو قرآن حدیث کی بھلی بات کا کسی کو حکم دے یا خلافِ شرع بری بات سے کسی کو روکے یہ چپ رہنے سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ (۲۶۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں نے جاہلیت کے زمانے میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف کرونگا اب فرمائیے جناب کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جاؤ اور اپنا ایک دن کا اعتکاف پورا کرو۔ (۲۶۷) مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ

کہ اب کنکریاں پھینک لو کوئی حرج نہیں (۳۰۵) ایک روایت میں ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے سر منڈوانے سے پہلے قربانی کرلی تھی یا قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا تھا آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ آتے تھے پس بعض تو کہتے تھے کہ (۳۰۶) میں نے طواف سے پہلے صفا مروہ کی سعی کرلی اور فلاں چیز بعد میں کی اور فلاں کام پہلے کرلیا آپ جواب میں یہی فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں۔ حرج اور ہلاکت تو اس شخص پر ہے جس نے ظلم کرکے کسی مسلمان کی بے عزتی کی (ابوداؤد) (۳۰۷) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو جوؤں نے بہت ستا رکھا تھا تو آپ نے حکم دیا کہ وہ احرام کی حالت میں ہی اپنا سر منڈوا دیں اور ایک بکری ذبح کردیں یا چھ مسکین کھلا دیں یا تین روزے رکھ لیں (۳۰۸) جس نے قربانی کا اونٹ ساتھ لیا تھا اُسے آپ نے فتویٰ دیا کہ اس پر سوار ہو جائے (متفق علیہ) (۳۰۹) حضرت ناجیہ خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ سے قربانی کے اُن جانوروں کی نسبت سوال کرتے ہیں جو راستے میں گر جائیں چلنے کے قابل نہ رہیں آپ فرماتے ہیں وہیں انہیں ذبح کر ڈالو اور ان کی جوتیاں ان کے خون میں ڈبو کر ان کی گردن پر نشان کردو اس جانور کو نہ خود کھاؤ نہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو کھلاؤ بلکہ عام لوگوں کو اذن عام دیدو کہ وہ اس کا گوشت لے جائیں اور کھالیں۔

قربانی اور بقرہ عید کے فتوے

(۳۱۰) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ میں نے قربانی حج کے لئے ایک نہایت ہی اعلیٰ اونٹنی تین سو اشرفیوں کی خریدی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اُسے فروخت کرکے اُس قیمت سے بہت سے جانور خرید لوں اور انہیں سب کو قربانی دیدوں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں اسی کو قربانی دو (۳۱۱) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی سنت ہیں (۳۱۲) پھر یا رسول اللہ ہمارے لئے اس میں کیا ہے؟ فرمایا ہر ہر بال کے بدلے ایک نیکی (۳۱۳) اچھا تو یا رسول اللہ اون کے روؤں کی نسبت کیا ہے؟ فرمایا ہر ہر روئیں کے بدلے میں ایک نیکی (مسند احمد) (۳۱۴) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پوچھتے ہیں کہ حج اکبر کا کون سا دن ہے؟ آپ فرماتے ہیں بقرہ عید کا (ترمذی) ابوداؤد میں صحیح سند سے ہے کہ بقرہ عید والے دن جمروں کے درمیان کھڑے ہو کر حجۃ الوداع میں آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے؟ سب نے کہا قربانی کا فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے قرآن فرماتا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے لوگوں میں حج اکبر کے دن اعلان عام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے بری ہیں۔ اس آیت کا اعلان یہی قربانی کی عید کے دن ہی ہوا تھا۔ صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے بھی یہی فرمایا ہے (۳۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حج فسخ کرکے عمرہ کر لینے کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا پھر اس کے مستحب ہونے کا پھر اسے ضروری طور پر کر لینے کا۔ اس کے بعد اسے منسوخ کرنے والا کوئی حکم صادر نہیں ہوا۔ ہم شریعت کا مسئلہ یہی جانتے ہیں اس کے وجوب کا قول ہی اس کے منع کے قول سے زیادہ قوی اور زیادہ صحیح ہے۔ بیشک وشبہ صحیح سندوں سے حضورؐ کا ارشاد مبارک ثابت ہے کہ جو شخص قربانی اپنے ہمراہ نہ لایا ہو وہ عمرے کا احرام باندھ لے اور جو قربانی لایا ہو وہ عمرے کے ساتھ ہی حج کا بھی احرام باندھ لے۔ ہاں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا اور عمرے کا ملا ہوا احرام باندھا تھا۔ یہ روایت بیس سے زیادہ زیادہ سندوں سے ثابت ہے آپ کے سولہ صحابی اسے آپ سے نقل کرتے ہیں یہی حکم آپ نے انہیں بھی دیا تھا جو اپنے ساتھ قربانی لائے تھے۔ اور جن کے ساتھ اُن کی قربانیاں نہ تھیں انہیں اسے توڑ کر تمتع کا حکم دیا۔ آپ کا یہ فرمان اور آپ کا یہ فعل ہمارے نزدیک تو اس وضاحت سے ثابت ہے کہ گویا آنکھوں دیکھی بات ہے وباللہ التوفیق۔ (۳۱۶) کسی نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اگر میں سوائے اس مادہ کے جو تحفے میں ملی ہو اور جانور نہ پاؤں تو کیا اسی کی قربانی کردوں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اپنے بال لو ناخن لو مونچھیں تراشو زیر ناف کے بال لے لو۔ تیری پوری قربانی خدا کے نزدیک یہی ہو جائے گی (ابوداؤد) اس حدیث میں لفظ منیحہ ہے اس سے مراد وہ بکری ہے جو اُسے دوسرے نے بطور تحفے کے اس لئے دی ہو کہ اس کے دودھ سے نفع اٹھائے اس کی قربانی سے اسے اس لئے روک دیا گیا کہ یہ اس کی ملکیت نہیں دوسرے نے اسے ایک مقرر وقت تک کے لئے دی ہے۔ جس کے بعد اُسے پہنچانا لازمی امر ہے اس لئے بھی اس کی قربانی نہیں کرسکتا۔ (۳۱۷) آپ نے اپنے سات صحابہ کو جو آپ کے ساتھ تھے حکم دیا ہر ایک نے ایک ایک درہم نکالا اُن سے ایک قربانی کا جانور خریدا اور کہنے لگے حضورؐ بہت گراں پڑا آپ نے فرمایا افضل قربانی وہ ہے جو بہت قیمتی ہو اور بہت عمدہ

کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ہاں تم ان کی طرف سے حج کرلو یہ حدیث بالکل صحیح ہے (۲۸۸) ایک مرد کے اسی سوال کے جواب میں کہ میرے والد بے حج انتقال کرگئے ہیں آپ نے فرمایا اگر ان پر کوئی قرض ہوتا اور تم ان کی طرف سے ادا کرتے تو کیا وہ قبول ہوجاتا؟ اس نے جواب دیا بیشک فرمایا پھر جاؤ تم اُن کی طرف سے حج کرلو۔ (دارقطنی) اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ سوال جواب کا تعلق قبولیت اور صحت کے متعلق تھا نہ کہ وجوب و فرض کے متعلق واللہ اعلم۔ (۲۸۹) ایک شخص کو لَبَّیْکَ عَنْ شِبْرِمَۃَ کہتا ہوا سنکر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تو اپنا حج کرچکا ہے اس نے کہا نہیں فرمایا اپنا حج ادا کر پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا (شافعی واحمد) یہ شبرمہ ان کے کوئی قریبی تھے (۲۹۰) ایک عورت اپنا بچہ اٹھاکر حضورؐ کو دکھاکر پوچھتی ہے کہ کیا اس کا حج ہوجائیگا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تجھے اجر ملیگا (مسلم) (۲۹۱) بخاری مسلم میں ہے کہ کسی نے آپ سے کہا میری ہمشیرہ نے حج کی نذر مانی تھی لیکن حج کرنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا آپ نے فرمایا اگر اُس پر قرض ہوتا تو تُو ادا کرتا؟ اس نے کہا ہاں فرمایا پس اللہ کو بھی ادا کرو وہ ادائیگی کا سب سے زیادہ استحقاق رکھتا ہے (۲۹۲) متفق علیہ حدیث میں ہے کہ یارسولؐ اللہ احرام والا کیا پہنے؟ فرمایا کرتا عمامہ برنس پاجامہ ورس یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا اور جرابیں نہ پہنے ہاں جوتیاں نہ ہونے کی حالت میں جرابیں پہن سکتا ہے لیکن انھیں کاٹ کر ٹخنوں سے نیچی کرلے (۲۹۳) ایک صاحب جو جبہ پہنے ہوئے تھے اور خوشبو میں معطر ہو رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ میں جس حالت میں ہوں وہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں اور میں نے عمرے کا احرام باندھ لیا ہے اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا جبہ اتار ڈالو اور زردی والی خوشبو چھڑالو (متفق علیہ) بعض طرق میں ہے کہا اپنے عمرے میں بھی وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے (۲۹۴) بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ نے شکار کھیلا وہ اس وقت احرام باندھے ہوئے نہ تھے اس شکار کا گوشت اُن کے ہمراہیوں نے بھی کھایا اور وہ سب اس وقت احرام سے تھے۔ جب حضور سے ملاقات ہوئی تو یہ مسئلہ آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کیا اس شکار کا کچھ گوشت ابھی تمہارے پاس ہے؟ حضرت ابوقتادہؓ نے آپ کو اس کے شانے کا گوشت دیا جسے آپ نے تناول فرمایا اس وقت آپ خود احرام کی حالت میں تھے (۲۹۵) یارسول اللہ احرام کی حالت میں کون کون سا جانوروں کو قتل کرسکتے ہیں؟ فرمایا سانپ کو بچھو کو چوہے کو کاٹنے والے کتے کو اور حملہ کرنے والے

درندے کو مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ کوے کو کنکر مار دے اُسے قتل نہ کرے۔ (۲۹۶) حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا آپ سے پوچھتی ہیں کہ میرا ارادہ حج کا ہے اور ہوں میں بیمار؟ آپ نے جواب دیا کہ حج کو جاؤ اور یہ شرط کرلو کہ جہاں مجھے میری بیماری روک دے وہیں میں احرام کھول دوں گی۔ (مسلم شریف) (۲۹۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بحالت حج آپ سے سوال کرتی ہیں کہ میں بیمار ہوں؟ آپ نے فرمایا سواری پر سوار ہوکر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو۔ (۲۹۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ کیا میں بیت اللہ شریف کی داخلی نہ کروں؟ آپ نے فرمایا حطیم میں چلی جاؤ یہ بھی بیت اللہ میں سے ہے (۲۹۹) حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ میں طے کی پہاڑیوں سے آرہا ہوں اپنی سواری کو تھکادی اپنی جان کو تکلیف میں ڈالدی واللہ ہر ہر پہاڑ پر ٹھیرتا ہوا آیا تو کیا میرا حج ہوگیا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس نے اِس نماز فجر کو ہمارے ساتھ پالیا اور اس سے پہلے رات کو یا دن کو وہ عرفات میں بھی پہنچا اس نے اپنا حج پورا کرلیا اور اپنے میل کچیل سے پاک صاف ہوگیا۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ (۳۰۰) چند نجدیوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کی کیفیت کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ حج عرفات کا نام ہے پس جو شخص نماز فجر سے پہلے آگیا اس کا حج پورا ہوگیا اور جس نے تاخیر کی اس پر کوئی گناہ نہیں۔ پھر آپ نے اپنے پیچھے ایک ایک صحابی کو سوار کرلیا جو ان کلمات کی منادی کرتا رہا۔ (مسند احمد) (۳۰۱) یا رسول اللہ میں نے بے خبری میں قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوالیا آپ نے فرمایا قربانی کرلو کوئی حرج نہیں (۳۰۲) یارسول اللہ میں نے بے خبری میں شیطان کو کنکر مارنے سے پہلے ہی قربانی کرلی آپ نے جواب دیا کہ کنکر اب پھینک لو کوئی حرج نہیں۔ پس جن چیزوں کی تقدیم تاخیر کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا آپ یہی فرماتے رہے کہ کرلو کوئی حرج نہیں (متفق علیہ) مسند احمد میں یہ لفظ ہیں کہ اُس دن جس امر کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا جو بھولے سے ہوگیا ہو یا نادانستہ ہوگیا ہو کوئی کام آگے پیچھے ہوگیا ہو یا اسی طرح کی کوئی اور بات ہو سب کے جواب میں یہی ارشاد مبارک ہوتا رہا کہ کرلو کوئی حرج نہیں (۳۰۳) ایک سنت یہ بھی مروی ہے کہ یارسول اللہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے ہی سر منڈوالیا؟ آپ نے فرمایا اب قربانی کرلو کوئی حرج نہیں (۳۰۴) ایک صحابی پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی کرلی؟ آپ نے ارشاد فرمایا

بعض لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ قرآن کریم کو ختم کرتے ہی پھر شروع کر دے یعنی سورہ فاتحہ اور پھر تین آتیں سورہ بقرہ کے شروع کی تلاوت کرے تو ختم کرنا گویا ٹھہرنا ہوا اور شروع کرنا گویا کوچ کرنا ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی صحابی یا تابعی سے ایسا کرنا ثابت نہیں ائمہ میں سے کسی نے اسے مستحب نہیں کہا اصل مراد حدیث سے یہ ہے کہ ایک غزوے سے فارغ ہوا اور دوسرے جہاد کی تیاری میں مشغول ہو گیا ایک نیکی ختم کی دوسری شروع کی کہ اسے بھی جلدی سے پوری کریں لیکن یہ جو قاریوں میں دستور پڑا ہوا ہے یہ مراد اس حدیث کی قطعاً نہیں واللہ التوفیق تفسیر حدیث حدیث کے ساتھ ہی متصلاً ہی آئی ہے کہ اول سے آخر قرآن تک اس طرح پڑھے کہ ادھر ختم ہوا ادھر پھر دوبارہ شروع بھی ہو گیا ادھر اترا ادھر چڑھا اس جملے کے بھی دو معنی ہیں ایک یہ کہ کوئی سورت یا کوئی جز ختم کیا اور دوسرا شروع کیا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ادھر قرآن ختم کیا ادھر شروع کر دیا (۲۳۴) یا رسول اللہ یہ تو فرمایئے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ جو قرآن والے ہیں وہ خدا والے ہیں اور اس کے خاص لوگ ہیں (مسند احمد) (۲۳۵) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن کتنے دنوں میں ختم کروں آپ نے فرمایا ایک ماہ میں (۲۳۶) کہا مجھے تو اس سے زیادہ طاقت ہے فرمایا بیس دن میں (۲۳۷) کہا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں فرمایا پھر پندرہ دن میں (۲۳۸) کہا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں فرمایا پھر دس دن میں (۲۳۹) کہا مجھے اس سے بھی زیادہ طاقت ہے فرمایا اچھا پانچ دن میں (۲۴۰) کہا میں تو اس سے بھی کم دنوں میں ختم کر سکتا ہوں فرمایا تین دن سے کم میں جس نے قرآن ختم کیا اس نے قرآن سمجھا ہی نہیں (مسند احمد) (۲۴۱) دو شخص کسی آیت کے بارے میں اختلاف کرنے لگے جن میں سے ہر ایک نے حضورؐ سے ہی پڑھا تھا دونوں نے حضورؐ سے پوچھا تو آپ نے دونوں سے فرمایا کہ اسی طرح اتاری گئی ہے پھر فرمایا کہ قرآن سات قراتوں پر اترا ہے (متفق علیہ) +

ذکرِ خدا کے فضائل کے سوال جواب

(۲۴۲) سوال۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین میں سے سب سے افضل اجر و ثواب والا کون ہے؟ جواب سب سے زیادہ ذکر اللہ کرنے والا (۲۴۳) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے داروں میں سب سے بڑے ثواب والا کون ہے؟ جواب سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا (۲۴۴) پھر اسی طرح نماز کا سوال و جواب ہے (۲۴۵) یہی جواب سوال زکوٰۃ کا ہے (۲۴۶) اور حج کے سوال پر بھی یہی جواب عنایت فرمایا ہے (۲۴۷) صدقے کے سوال پر بھی یہی فرمایا کہ سب سے زیادہ ذکر اللہ کرنے والا افضل اجر والا ہے تب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ پھر تو ذکر اللہ کرنے والے ہی ساری بھلائیاں سمیٹ لے گئے حضورؐ نے فرمایا ہاں یہ بالکل درست ہے۔ (ملاحظہ ہو مسند احمد) (۲۴۸) مفردین کے بارے میں آپ سے سوال ہوا جو صفت والے ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے۔ اور روایت میں ہے کہ جو ذکر اللہ کے ساتھ مشہور ہیں ان کے سارے بوجھ ذکر اللہ نے گرا دیئے ہیں قیامت کے روز بوجھ سے خالی ہوں گے (ترمذی شریف) (۲۴۹) یا رسول اللہ جنت کے باغیچے کیا ہیں؟ فرمایا ذکر اللہ کی مجلسیں (۲۵۰) یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ تو بتلایئے کہ اہل کرم کون ہیں؟ جنہیں قیامت کے دن کہا جائے گا کہ آج میدان محشر کے سب لوگ جان لیں گے کہ اہل کرم کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مسجدوں میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ذکر زیادہ کیا کرتے تھے (مسند احمد) (۲۵۱) استفتا۔ یا رسول اللہ ذکر خدا کی مجلسوں کا انعام کیا ہے؟ **فتویٰ** مجالس ذکر کا انعام جنت ہے (مسند احمد) (۲۵۲) ایک جماعت نے غزوہ کیا اور بہت جلد غنیمت حاصل کر کے واپس آئے تو لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ان سے زیادہ جلد لوٹنے والے اور ان سے زیادہ غنیمت کا مال حاصل کرنے والے اور تو ہماری نظر سے نہیں گزرے آپ نے فرمایا میں تمہیں ان سے بھی جلد لوٹنے والے اور ان سے بھی زیادہ انعامی رقم پانے والے بتلاؤں، وہ لوگ جو صبح کی نماز میں آئیں پھر بیٹھے بیٹھے ذکر اللہ کرتے رہیں یہاں تک کہ سورج نکل آئے یہ سب سے زیادہ جلد لوٹنے والے اور سب سے زیادہ غنیمت حاصل کرنے والے ہیں (ترمذی) (۲۵۲) اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو فرمایئے کہ سب سے بہتر لوگ کون ہیں؟ فرمایا وہ کہ ان کے چہروں پر نظر پڑتے ہی خدا یاد آجائے (مسند احمد) (۲۵۳) یا رسول اللہ سب سے بہتر سب سے پاک سب سے بڑے درجے کا عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل کا ذکر (مسند احمد)

دعاؤں کی نسبت حضورؐ سے سوالات اور آپ کے جوابات

(۲۵۴) اے اللہ کے نبی

اور جکہ فربہ ہو پھر حضورؐ کے حکم سے ایک نے ایک پاؤں پکڑا دوسرے نے دوسرا تیسرے نے ہاتھ چوتھے نے دوسرا ہاتھ پانچویں نے ایک سینگ چھٹے نے دوسرا سینگ اور ساتویں نے اسے ذبح کردیا اس پر تکبیر سب نے مل کر پڑھی (مسند احمد) یہ یاد رہے کہ ان لوگوں کو ایک گھر والوں کے قائم مقام کردیا ایک بکری ایک گھر والوں کی طرف سے کافی ہوتی ہے اور یہ اسلئے کہ یہ ایک ہی قافلے کے ایک ساتھ کے ہم سفر تھے (۳۱۸) ایک صحابی آپ سے سوال کرتے ہیں کہ میرے ذمے ایک اونٹ کا قربان کرنا ہے مجھے اس کی طاقت بھی ہے لیکن ملتا نہیں کہ میں اُسے خرید لوں آپ نے انھیں فتوٰی دیا کہ سات بکریاں خرید کر انھیں ذبح کرڈالو (مسند احمد) (۳۱۹) حضرت زید بن خالدؓ آپ سے چھ مہینے کے بکری کے بچے کی قربانی کا سوال کرتے ہیں تو آپ جواب دیتے ہیں کہ تو اسے قربانی کرلے (مسند احمد) (۳۲۰) حضرت ابو بردہ بنؓ نیار آپسے اس بکری کی نسبت سوال کرتے ہیں جسے عید والے دن ذبح کی تھی آپ پوچھتے ہیں کہ کیا نمازِ عید سے پہلے ذبح کرلی وہ کہتے ہیں ہاں فرمایا پھر تو وہ گوشت کھانے کی بکری ہوئی انھوں نے کہا اچھا میرے پاس چھ ماہ کا بچہ ہے جو مجھے تو دو دانت والی سے بھی زیادہ پسند ہے فرمایا خیر تمہیں تو وہی کافی ہے لیکن تیرے سوا اور کسی کو جائز نہیں (مسند احمد) یہ صحیح اور صریح ہے اس بات میں کہ نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں خواہ وقت ہوگیا ہو خواہ نہ ہوا ہو یہی ہمارا مذہب و مسلک ہے اس کے سوا کا قول قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت جندب بن سفیان بجلیؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کرلی ہو اُسے چاہیے کہ اس کے بدلے اور قربانی کرے اور جس نے ہماری نماز پڑھ لینے تک قربانی نہ کی ہو وہ اللہ کا نام لیکر قربانی کرلے۔

بخاری مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرچکا ہو وہ دوبارہ کرے اب اس فرمان کے خلاف جس کا فتوٰی ہو وہ شمار میں لانے کے لائق بھی نہیں ہے کیونکہ حضورؐ کے فرمان کے ساتھ اور کسی کا قول کوئی چیز نہیں (۳۲۱) حضرت ابو سعیدؓ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ میں نے بھیڑا قربانی کیلئے خریدا اس پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کی دم کے پاس کے گوشت کا لوتھڑا لے گیا آپنے فرمایا تو اس کی قربانی کرلے (مسند احمد)۔

حرمت والی تین مسجدوں کی فضیلت

(۳۲۲) ایک صاحب نے بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کیلئے جانے کی آپ سے اجازت طلب کی تو آپ نے انھیں مکہ شریف میں ہی نماز پڑھ لینے کا فتوٰی دیا (۳۲۳) ایک اور شخص نے فتح مکہ والے دن آپ سے پوچھا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ پر مکہ فتح کردے تو میں بیت المقدس میں نماز پڑھونگا آپ نے فرمایا یہیں پڑھ لو اس نے پھر سوال دوہرایا آپ نے فرمایا اب تمہیں اختیار ہے (ابوداؤد) (۳۲۴) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے دریافت کیا کہ زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد حرام (۳۲۵) پوچھا اس کے بعد کون سی؟ فرمایا مسجد اقصیٰ (۳۲۶) پوچھا ان دونوں کے بننے کے درمیان کا فاصلہ کے سال کا ہے؟ فرمایا چالیس برس کا (متفق علیہ) (۳۲۷) یا رسولؐ اللہ ان دونوں مسجدوں میں سے کس مسجد کی بنیاد تقوے پر رکھے جانے کا ذکر قرآن میں ہے؟ جواب تمہاری اس مسجد کا یعنی مسجد مدینہ کا (مسلم، مسند امام احمد) میں اس کے بعد حضورؐ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اُس میں بھی بہت بھلائی ہے یعنی مسجد قبا میں۔

فصل فضائل قرآن اور سورتوں کے خواص

(۳۲۸) یا رسول اللہؐ قرآن میں سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ فرمایا اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم (یعنی آیت الکرسی) ابوداؤد (۳۲۹) یارسولؐ اللہ میں نے ایک قبر پر بے خبری میں خیمہ گاڑ دیا مجھے کیا خبر تھی کہ یہاں کسی آدمی کی قبر ہے کوئی آدمی سورہ ملک پڑھ رہا ہے یہانتک کہ اُسے ختم کی آپ نے فرمایا یہ عذابوں کو روکنے والی سورت ہے یہ نجات دلوانے والی ہے اُسے عذاب قبر سے نجات دیگی (ترمذی) امام ابن عبدالبر کہتے ہیں یہ صحیح ہے (۳۳۰) ایک صحابیؓ درخواست کرتے ہیں کہ مجھے کوئی جامع سورت پڑھائیے آپ نے اسے سورہ اِذَا زُلزِلَتِ الْاَرضُ الخ پڑھائی جب ختم کرچکے تو وہ کہنے لگا اُس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں تو ہرگز اس پر زیادتی نہ کرونگا جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا اس شخص نے فلاح پالی دو بار یہی فرمایا ملاحظہ ہو ابوداؤد (۳۳۱) ایک صاحب کہتے ہیں حضورؐ میرے دل میں سورہ قل ھو اللہ احد کی بڑی ہی محبت ہے آپ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنتی بنا دیا (۳۳۲) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں میں تو سورہ ھود اور سورہ یوسف پڑھا کرتا ہوں آپ نے فرمایا تو کسی سورت کو نہ پڑھیگا جو اللہ کے نزدیک زیادہ مبالغہ والی ہو بہ نسبت سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے (نسائی) (۳۳۳) یا رسولؐ اللہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ فرمایا ٹھہرتے ہی کوچ کردینے والا، اس سے

کی عبادت کر اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر نماز قائم رکھ زکوٰۃ دیتا رہ رمضان کے روزے رکھ ۔ بیت اللہ کا حج کر۔ آ میں تجھے بھلائی کے دروازے بھی بتلادوں۔ روزہ ڈھال ہے صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور انسان کی آدھی رات کی تہجد گذاری ۔ اب میں تمہیں اس تمام امر کا سر اور اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی بھی بتلا دوں۔ تمام امر کا سر تو اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ اب میں تمہیں اس تمام کام کا خلاصہ بتلاؤں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ضرور بتلائیے فرمایا اسے روک لے یہ فرما کر آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا یا رسول اللہ کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں ان پر بھی ہماری پکڑ ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا معاذ تمہاری عقلمندی پر افسوس ہے انسان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے والی چیز اُس کی زبان کا کنارہ ہی تو ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۳۷۲) ایک اعرابی نے آپ سے دریافت کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جسے کرنے سے میں جنتی بن جاؤں؟ آپ نے فرمایا فرض نماز برابر پڑھتے رہو فرض زکوٰۃ برابر دیتے رہو رمضان کے روزے پابندی سے رکھو وہ کہنے لگا اسکی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے میں نہ اسپر زیادتی کرونگا نہ اسمیں کمی کرونگا جب وہ جانے لگا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اُسے دیکھ لے (متفق علیہ)۔ (۳۷۳) ایک اور شخص نے آپ سے عرض کی کہ مجھے کسی ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور آگ سے دور کردے۔ آپ نے فرمایا گو تم نے بات تو مختصر کہی ہے لیکن اہمیت اسمیں بہت زیادہ ہے نسمہ آزاد کر اور گردن چھڑا۔ (۳۷۴) اُسنے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی بات نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادی تو یہ ہے کہ اکیلا تو ہی ایک غلام آزاد کرے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو کسی غلام کی آزادی میں کوئی حصہ لے اور بہتر چیز کا تحفہ دینا اور ظلم کرنیوالے رشتہ داروں سے سلوک کرنا۔ اگر تجھے اسکی طاقت نہو تو بھوکے کو کھلا پیاسے کو پلا لوگوں کو نیک باتیں بتلا بُری باتوں سے روک اگر یہ بھی ممکن نہو تو تو سوائے خیر اور بھلائی کے اپنی زبان نہ کھول (مسند احمد)۔ (۳۷۵) ایک صاحب حضورؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ اسلام کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تیرا دل اللہ کا فرمانبردار بنجائے اور مسلمان تیری زبان اور تیرے ہاتھوں سے بیخوف رہیں۔ (۳۷۶) اچھا حضورؐ کونسا اسلام افضل ہے؟ فرمایا ایمان (۳۷۷) ایمان کیا ہے؟ فرمایا اللہ کو اُسکے فرشتوں کو اسکی کتابوں کو اُسکے رسولوں کو ماننا موت کے بعد کی زندگی کو ماننا۔ (۳۷۸) کونسا ایمان افضل ہے؟ فرمایا ہجرت (۳۷۹) ہجرت کیا ہے؟ فرمایا بُرائیوں کو چھوڑ دینا۔ (۳۸۰) کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا جہاد۔ (۳۸۱) جہاد کیا ہے؟ فرمایا کفار سے بموقعہ جنگ لڑنا (۳۸۲) کونسا جہاد زیادہ فضیلت والا ہے؟ فرمایا جس کی سواری بھی کاٹ دی جائے اور جس کا خون بھی بہا دیا جائے۔ پھر دو عمل اور ہیں جو سب اعمال سے افضل ہیں سوائے اُنکے جو ان جیسے عمل کرے پاک حج یا عمرہ۔ مسند احمد۔ (۳۸۳) کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ اکیلے پر ایمان لانا پھر جہاد پھر پاک حج۔ اسکی فضیلت اور اعمال پر ایسی ہی ہے جیسے سورج کے طلوع ہونے اور اُسکے غروب ہونیکی جگہ میں فاصلہ ہے۔ (مسند احمد)۔ (۳۸۴) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ کے لئے محبت رکھنا اللہ کے لئے دشمنی رکھنا اپنی زبان کو ذکر اللہ میں جاری رکھنا۔ (۳۸۵) سائل نے کہا یا رسول اللہ اور کیا ہے؟ فرمایا لوگوں کے لئے وہ چاہنا جو خود اپنے لئے چاہتا ہے اور بھلی بات زبان سے نکالنا یا چپ رہنا۔ (۳۸۶) چند صحابہ رضؓ آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کسی نے کہا کہ سب سے بہتر عمل حاجیوں کو پانی پلانا ہے۔ کسی نے کہا کہ مسجد حرام کی خدمت و آبادی کرنا ہے۔ کسی نے کہا حج ہے۔ کسی نے کہا راہ خدا کا جہاد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اللہ عز وجل نے یہ آیت اتاری اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ الخ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد رکھنا اسکے برابر کردیا؟ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک یہ برابر کے لوگ نہیں اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کی رہبری نہیں فرماتا فَآئِزُوْنَ تک قرآن اس بارے میں اُترا۔ (۳۸۷) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ اللہ کے سوا معبود نہ ہونیکی اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہوں اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہوں ماہ رمضان شریف کے روزے رکھتا ہوں آپنے فرمایا جو اس پر مرگیا وہ نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ قیامت کیدن ہوگا بالکل اس طرح یہ فرماکر آپنے اپنی انگلیاں کھڑی کرکے دکھائیں اور فرمایا جب تک کہ وہ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے۔ (۳۸۸) ایک اور صحابیؓ پوچھتے ہیں کہ یہ تو بتلائیے اگر میں فرض نماز پڑھوں رمضان کے روزے رکھوں حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اسپر کوئی زیادتی نہ کروں تو کیا میں جنت میں جاؤنگا؟ آپنے فرمایا ہاں اُسنے کہا واللہ میں ان کاموں پر

رسولؐ سب سے زیادہ کون سی دعا سنی جاتی ہے؟ فرمایا پچھلی آدھی رات کی اور فرض نمازوں کے بعد کی (مسند احمد) فرماتے ہیں اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا رد نہیں کی جاتی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ (۳۵۵) کہ پھر ہم کیا دعا کریں، فرمایا دنیا آخرت کی عافیت اللہ تعالیٰ سے طلب کرو (یعنی یوں کہو اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (ترمذی شریف) (۳۵۶) یارسول اللہؐ ہم دعا کے خاتمے پر کیا کہیں؟ فرمایا آمین پر دعا کو ختم کرو (ابوداؤد) (۳۵۷) اے اللہ کے سچے رسولؐ پوری نعمت کیا ہے؟ فرمایا جنت کا مل جانا اور جہنم سے چھوٹ جانا (ترمذی) خدایا ہم تجھ سے تیری پوری نعمت طلب کرتے ہیں کہ ہمیں جنت الفردوس مل جائے اور عذاب دوزخ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ الٰہی تو قبول فرما آمین! (۳۵۸) حضورؐ وہ جلدی کیا ہے؟ جس سے دعا قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا یہ کہ تو کہے میں نے تو دعا کی پھر کی لیکن قبول ہی نہیں ہوتی یہ کہہ کر گویا تھک کر بیٹھ جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے (مسلم) ایک روایت میں ہے میں نے اللہ سے مانگا پھر مانگا لیکن مجھے تو کچھ نہ ملا (۳۵۹) حضورؐ اے خدا کے پیارے رسولؐ باقیات صالحات کیا ہیں؟ فرمایا اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ کا پڑھنا۔ (مسند احمد) (۳۶۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ درخواست کرتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے جو میں نماز میں پڑھتا رہوں فرمایا یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (متفق علیہ) (۳۶۱) ایک اعرابی کو آپ نے یہ کلمات سکھائے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ○ تو اُس نے کہا یارسول اللہؐ یہ تو سب میرے پروردگار کیلئے ہیں مجھے میرے اپنے لئے بھی کچھ سکھائیے فرمایا یہ دعا مانگو۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ یعنی خدایا مجھے بخش مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے روزی دے مجھے عافیت عطا فرما۔ سن یہ دعا تیرے لئے دنیا آخرت کی بھلائیاں جمع کر دیگی۔ (صحیح مسلم شریف) (۳۶۲) جنت کی کیاریوں کی بابت آپ سے سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ وہ مسجدیں ہیں۔ (۳۶۳) پھر حضورؐ ان کیاریوں کا چگنا کیا ہے؟ فرمایا سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا۔ (ترمذی شریف) (۳۶۴) حضورؐ مجھے قرآن میں سے کچھ بھی یاد نہیں ہو سکتا تو مجھے وہ سکھائیے جو مجھے کفایت کرے۔ آپ نے فرمایا یہ کہو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (۳۶۵) اُس نے کہا حضورؐ یہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا پس میرے لئے کیا ہے؟ آپنے فرمایا یہ دعا مانگو اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کیا گویا کوئی شخص کوئی چیز لے رہا ہو۔ آپ نے فرمایا اس نے اپنے ہاتھ بھلائی سے پُر کر لئے (ابوداؤد)۔ (۳۶۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو درخت بوتے دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا میں تمہیں اس سے بھی بہتر درخت بونا بتلاؤں؟ سنو سُبحان اللہ والحمد للہ ولا اِلٰہ الا اللہ واللہ اکبر ایک مرتبہ کہنے سے تیرے لئے جنت میں ایک درخت بویا جائے گا (ابن ماجہ)۔ (۳۶۷) یارسول اللہؐ کوئی ایسی صورت بھی ہے جس سے ہم میں سے کوئی شخص ہر دن میں ایک ہزار نیکی حاصل کر سکے؟ فرمایا ہاں سو مرتبہ سبحان اللہ کہنے والے کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا اُس کی ایک ہزار خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں (صحیح مسلم شریف) (۳۶۸) ایک شخص کو بچھو نے کاٹ کھایا اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اگر شام کو یہ کلمات کہتا تو اُسے یہ ضرر نہ پہنچتا اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (صحیح مسلم)۔ (۳۶۹) اے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو کوئی تعویذ سکھا دیجئے۔ فرمایا یہ کہو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَشَرِّ بَصَرِیْ وَشَرِّ لِسَانِیْ وَشَرِّ قَلْبِیْ وَشَرِّ مَنِیِّیْ (نسائی) یعنے یا اللہ میں تجھ سے اپنے کانوں کی اپنی آنکھوں کی اپنی زبان کی اپنے دل کی اپنی شرم گاہ کی بُرائی سے پناہ چاہتا ہوں۔ (۳۷۰) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کن الفاظ میں پڑھیں؟ فرمایا یوں کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ (متفق علیہ)

ایمان و اسلام

(۳۷۱) حضرت معاذؓ آپ سے پوچھتے ہیں کہ مجھے کسی ایسے عمل کی خبر دیجئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے دور کر دے۔ آپنے فرمایا تمہارا سوال بہت بڑے امر کا ہے ہاں وہ اُس پر آسان ہے جس پر خدا آسان کر دے اللہ

تو اُسے دے جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگذر کر (مسند احمد) (۴۰۸) یا رسول اللہ مجھے کیسے علم ہو کہ میں برا ہوں یا بھلا ہوں؟ فرمایا جب تیرے پڑوسی تجھے بھلا کہنے لگیں تو تُو بھلا ہے اور وہ تجھے بُرا کہنے لگیں تو تو بُرا ہے (ابن ماجہ) (۴۰۹) مسند احمد میں ہے جب تو اُن کے مُنہ سے سن کہ وہ کہہ رہے ہیں تو نے اچھا کیا تو سمجھ لے کہ تو نے واقعی اچھا کیا اور جب اُن کی زبانی سنے کہ تو نے بُرا کیا تو یقین کرے کہ تو نے بُرا کیا۔

فصل تجارت اور محنت مزدوری وغیرہ کا بیان

(۴۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی کمائی افضل ہے؟ آپ نے فرمایا انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر ایک مطابق شرع تجارت (مسند احمد) (۴۱۱) ابوداؤد میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی ہے میرا باپ میرا مال فنا کر دینا چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے تم جو کچھ کھاتے ہو اُس میں سب سے زیادہ پاک چیز تمہاری کمائی ہے تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہی ہے پس تم اسے شوق سے سہتا پچتا کھاؤ پیو (مسند احمد) (۴۱۲) ایک صحابیہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتی ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادوں پر اپنے لڑکوں پر اپنے خاوندوں پر بوجھ ہیں تو یہ تو فرمائیے کہ ہمارے لئے ان کے مالوں میں سے کیا کیا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا تر چیز جو تم کھالو یا ہدیے میں دے دو (ابوداؤد) حدیث میں لفظ رطب ہے اس کے معنی حضرت عقبہؓ نے یہ بیان کئے ہیں کہ مراد اس سے وہ چیز ہے جو رہ نہ سکے (۴۱۳) حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم کتاب اللہ پر اجرت لے سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ مستحق اجرت چیز تو کتاب اللہ ہی ہے اس روایت کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دم کرنے کے قصے میں ذکر کیا ہے (۴۱۴) سلطانی مال کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ بغیر سوال کے اور بغیر لالچ کے جو کچھ اللہ تعالیٰ تجھے دے وہ لے لے کھالے اور اُسے اپنی دولت بنالے (مسند احمد) (۴۱۳) حضورؐ سے سوال ہوتا ہے کہ پچھنے لگانے والے کی اجرت کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اُسے اپنے اونٹ کے چارے میں اور اپنے غلاموں کی خوراک میں خرچ کردو (موطا امام مالک) (۴۱۴) ایک صاحب آپ سے پوچھتے ہیں کہ نر کے کُدانے کی اجرت کی بابت کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے اس سے منع فرمایا۔ (۴۱۵) اُس نے کہا کہ ہمیں اس میں بطور اکرام لوگ کچھ دیدیا کرتے ہیں آپ نے اس کی رخصت دی یہ حدیث حسن ہے امام ترمذی نے سنت روایت کی ہے (۴۱۶) آپ نے قُسامے سے منع فرمایا تو دریافت کیا گیا کہ قُسامہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی شخص جو لوگوں کے قبیلوں پر ہو پھر اس کے حصے میں سے اپنا حصہ لے اور اُس کے حصے میں سے اپنا حصہ لے۔

فضیلت والے اعمال کا بیان

(۴۱۷) یا رسول اللہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی کا پلانا

(۴۱۸) ایک صحابیہ آپ سے کہتی ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے ساتھ نماز ادا کرتی رہوں آپ نے فرمایا ہاں مجھے معلوم ہوگیا کہ تمہاری چاہت میرے ساتھ نماز ادا کرنے کی ہے سنو تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا حجرے میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اپنے حجرے میں نماز پڑھنا اپنے دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور دالان میں نماز پڑھنا محلے کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے چنانچہ اس نیک بیوی نے اپنے گھر کے اندرونی انتہائی کونے میں جو سب سے کم روشنی والی جگہ تھی وہاں اپنی مسجد بنانے کا حکم دیا اور وہیں انتقال کے وقت تک نماز پڑھتی رہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۴۱۹) آپ سے دریافت کیا گیا کہ تمام جگہوں میں بہتر جگہ کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں جب تک کہ میں حضرت جبرئیلؑ سے نہ پوچھ لوں پھر آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا انھوں نے کہا مجھے بھی معلوم نہیں میں حضرت میکائیلؑ سے دریافت کروں پھر حضرت جبرئیلؑ آئے اور فرمایا کہ بہترین جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ بازار ہیں (۴۲۰) فرماتے ہیں کہ انسان میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس پر ضروری ہے کہ ہر جوڑ پر صدقہ دے سب لوگوں نے کہا اسقدر صدقہ کرنے کی طاقت کسے ہے؟ فرمایا رینٹ یا تھوک مسجد میں دیکھ کر اسے دفن کر دینا راستے میں سے کسی ایذا دینے والی چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اگر تو یہ بھی نہ پائے تو ضحیٰ کے وقت کی دو رکعت تجھے کافی ہے۔ (۴۲۱) یا رسول اللہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا جو کھڑا ہو کر پڑھے وہ افضل ہے جو بیٹھ کر پڑھے اسے آدھا اجر ہے اور جو لیٹ کر پڑھے اُسے اس سے بھی آدھا اجر ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ حکم نفل نماز کا ہے یہ مطلب تو اُن کے نزدیک ہے جو لیٹ کر نوافل کا پڑھنا جائز جانتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ معذور لوگوں کے لئے ہے اُسے اپنے فعل

اور کسی زائد کام کو نہ کرونگا (مسلم شریف) (۳۸۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کہ کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو کھانا کھلائے اور سلام کرتا رہے خواہ کسی کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو (متفق علیہ) (۳۹۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ جب میں آپ کے نورانی مکھڑے کو دیکھتا ہوں تو میرا جی خوش ہوجاتا ہے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں پس آپ مجھے سب چیزیں بتلا دیجئے آپ نے فرمایا تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں (۳۹۱) میں نے کہا مجھے کوئی ایسا کام بھی بتلا دیجئے کہ جب میں اُسے لے لوں تو جنتی بن جاؤں؟ آپ نے فرمایا سلام پھیلا، کھانا کھلا رشتے جوڑ رات کو جب لوگ نیند میں ہوں تو تہجد پڑھ پھر تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جائیگا (مسند احمد) (۳۹۲) ایک صحابیؓ نے آپ سے اپنی سنگ دلی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اگر تو اپنا دل نرم کرنا چاہتا ہے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر (۳۹۳) حضور سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا لمبے قیام کی نماز (۳۹۴) کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا کم مال والے کی خیرات (۳۹۵) کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا خدا کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دینا (۳۹۶) کونسا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جو شخص مشرکوں سے اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرے (۳۹۷) کونسی شہادت افضل ہے؟ فرمایا جس کا خون بہے اور جس کی سواری بھی کٹ جائے (ابوداؤد) (۳۹۸) یارسولؐ اللہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا وہ ایمان جس میں کوئی شک شبہ نہ ہو وہ جہاد جس میں کوئی خیانت نہ ہو وہ حج جو نیکی والا پاک صاف ہو (۳۹۹) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ میرے پاس تو مال ہی نہیں ہیں صدقہ کہاں سے کروں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ بھی صدقہ ہے استغفار کرنا بھی صدقہ ہے اچھی بات بتلانا بھی صدقہ ہے بُری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے لوگوں کے راستے سے کانٹے کا پتھر کا ہڈی کا ہٹادینا بھی صدقہ ہے اندھے کو راہ دکھا دینا بہرے کو بات سنا دینا گونگے کو سمجھا دینا بھی صدقہ ہے۔ کوئی شخص اپنی حاجت کی تلاش میں ہو اور تمہیں اس کا علم ہو اُسے بتلا دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی حاجتمند فریادی کی فریادرسی کرنا اور دوڑ بھاگ کر اس کا دکھ ٹال دینا بھی صدقہ ہے۔ کمزور ضعیف لوگوں کی اپنی قوتِ بازو سے مدد کرنا بھی صدقہ ہے۔ سن تو جو اپنی بیوی سے جماع کرے اس پر بھی تجھے اجر ہے (۴۰۰) حضرت ابوذرؓ نے کہا مجھے اپنی شہوت رانی میں اجر کیسے ملیگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بتلا اگر تیری اولاد ہوتی اور تو اُسکا اجر چاہتا پھر وہ مرجاتی اور تو صبر کرتا تو کیا تجھے اُس کا اجر ملتا؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا تو نے اُسے پیدا کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو نے اسے ہدایت کی تھی؟ میں نے کہا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا اُسے تو روزی دیتا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں اسکا رزاق اللہ تعالیٰ تھا فرمایا پس اسی طرح اس کا حلال میں رکھنا اور حرام کاری سے بچنا ہے اب اگر خدائے تعالیٰ چاہے اسے زندہ رکھے چاہے مارڈالے تجھے اجر ہے (مسند احمد) (۴۰۱) اللہ کے رسول رسولوں کے سردار آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سوال کرتے ہیں کہ تم میں سے آج روزے سے کون ہے؟ حضرت صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں کہ میں۔ آپ پھر پوچھتے ہیں کہ تم میں سے آج کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کس نے کی ہے۔ اب بھی صدیق اکبرؓ کا جواب ہوتا ہے کہ میں نے۔ آپ پھر سوال کرتے ہیں کہ آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکرؓ جواب دیتے ہیں کہ میں نے۔ فرماتے ہیں تم میں سے آج بیمار کی عیادت کس نے کی ہے؟ آپ فرماتے ہیں میں نے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ نیک خصلتیں جس شخص میں بھی ہو جائیں وہ جنتی ہو گیا (مسلم) (۴۰۲) یارسولؐ اللہ ایک انسان کوئی نیکی نہایت پوشیدگی سے کرتا ہے پھر اوروں کو اس کی اطلاع ہوجاتی ہے تو یہ خوش ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اسے دوہرا اجر ہے پوشیدگی کا ایک اجر اور ظاہر ہونے کا دوسرا اجر (ترمذی) (۴۰۳) حضرت ابوذرؓ پوچھتے ہیں کہ یارسولؐ اللہ کوئی شخص نیک کام کرتا ہے لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں؟ فرمایا یہ تو مومن کے لئے جلدی کی خوش خبری ہے (مسلم) (۴۰۴) ایک سائل سوال کرتا ہے کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانا اس کی تصدیق کرنا اس کی راہ میں جہاد کرنا (۴۰۵) سائل کہتا ہے میں تو اس سے آسان چیز چاہتا ہوں فرمایا نرمی اور صبر (۴۰۶) اس نے کہا میں اس سے بھی آسان چیز کا طالب ہوں فرمایا جو فیصلہ تقدیر خدا کی طرف سے ہو اس میں تو ناراض نہ رہ (مسند احمد) (۴۰۷) حضرت عقبہؓ بہترین اعمال کے بارے میں آپ سے سوال کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ جو تجھے محروم کرے

اُس سے نہ رہا گیا اُسی وقت دوڑا ہوا آیا اور قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ اب نہ ستاؤنگا معاف کرو اور اپنا اسباب مکان میں واپس لے آؤ۔ (مسند احمد اور ابن حبان) (۴۳۴) ایک صاحب آپ سے کہتے ہیں کہ حضورؐ میں بڑا گنہگار ہوں کیا میری توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے ماں باپ ہیں؟ اُس نے کہا نہیں پوچھا خالہ ہے؟ کہا ہاں فرمایا اُن سے نیکی کر (ابن حبان)۔ (۴۳۵) ایک صاحب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے مستحق عذاب ہو چکے تھے اُن کی بابت جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اُس کی طرف سے ایک غلام آزاد کرو اُس غلام کے ہر ہر عضو کیوجہ سے اللہ تعالٰی اسکا ہر ہر عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کردیگا (ابن حبان) (۴۳۶) ایک صاحب نے پوچھا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ فوت ہو چکے ہیں کیا اب بھی میں اُن کے ساتھ کوئی نیکی کرسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اُن کیلئے دعا مانگا کر اُنکے لئے استغفار کیا کر اُن کے وعدوں کو اُنکے بعد پورا کر اُنکے دوستوں کی عزت کر اُن کی وجہ سے جو صلہ رحمی ہوئے بجالا وہ یہ سنکر خوش ہوکر کہنے لگا واہ واہ کیسی لذیذ اور کیسی پاک ہدایتیں ہیں! آپنے فرمایا اب ان پر عمل کر (۴۳۷) ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ سے اُس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کسی مشرک پر میدانِ جنگ میں قتل کرنے کے لئے حملہ کیا لیکن اُس نے اسی وقت کہدیا کہ میں مسلمان ہوں پھر بھی اس نے اُسے قتل کرڈالا اس پر آپ نے سخت ناراضگی کے الفاظ فرمائے اُس نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ کلمہ تو اُس نے صرف جان بچانے کےلئے ہی کہا تھا آپ نے فرمایا اللہ تعالٰی نے کسی مومن کا قتل مجھ پر حرام کردیا ہے۔ (۴۳۸) ابن حبان میں ہے یا رسول اللہؐ ہمیں بتائیے کہ ہم میں بہتر لوگ کون ہیں؟ اور بدتر لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا بہتر وہ ہیں جنکی بھلائی کی اُمید کی جائے اور اُن کی بُرائی کا کھٹکا نہ ہو اور تم میں بدتر وہ لوگ ہیں جن کی بھلائی سے لوگ ناامید ہو جائیں اور جن سے بُرائی پہنچنے کا خطرہ لوگوں کو لگا رہے (۴۳۹) صحیح ابن حبان میں ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ حضورؐ آپ کو اللہ تبارک وتعالٰی نے کس چیز کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا اسلام کے ساتھ۔ (۴۴۰) اس نے کہا اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو اپنا دل اللہ کا مطیع کردے اپنا چہرہ اللہ کی طرف کردے فرض نمازیں پڑھتا رہے فرض زکوٰۃ دیتا رہے دونوں بھائی ہیں مددگار اللہ تعالٰی اُس بندے کی توبہ قبول نہیں فرماتا جو اپنے اسلام کے بعد شرک کرے۔ (۴۴۱) حضرت اسود بن سریع رضی اللہ تعالٰی عنہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو فرمائیے کہ اگر میں مشرکوں میں سے کسی سے مقابلہ کروں وہ مجھ پر حملہ کرکے تلوار کا وار کرے وہ ٹھیک اور کاری پڑے اور میرا ایک ہاتھ جڑ سے کاٹ دے پھر کسی درخت کی اوٹ میں پناہ میں چلا جائے اور کہدے کہ میں اللہ کے لئے اسلام لایا کیا اُس کے اس کہنے کے بعد اُس کا قتل کرنا میرے لئے روا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اُسے قتل نہ کر اگر تو اُسے قتل کریگا تو وہ تیری اُس جگہ ہوگا جہاں تو اس کے قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اُس کی اُس جگہ ہوگا جہاں وہ اس کلمہ کے کہنے سے پہلے تھا۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ (۴۴۲) یا رسولؐ اللہ میں ایک شخص کے ہاں گیا اُس نے نہ میری ضیافت کی نہ میری مہمانداری کی تو کیا جب وہ میرے ہاں آئے میں بھی اُس کے ساتھ ایسا ہی کرسکتا ہوں؟ آپ نے جواب دیا بلکہ تو اُس کی مہمانداری کر۔ یہ دونوں روایتیں صحیح ابن حبان میں ہیں۔ (۴۴۳) حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص ہے جو ایک قوم سے محبت تو رکھتا ہے لیکن اون جیسے اعمالِ صالحہ اس کے پاس نہیں آپ نے فرمایا اے ابوذر تو اُنہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے تو محبت رکھتا ہے حضرت ابوذرؓ کہنے لگے کہ میں تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو اونہی کے ساتھ ہے جن کی محبت تیرے دل میں ہے۔ (۴۴۴) چند دیہاتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت فتوے پوچھتے ہیں آپ اُن کا جواب دے کر فرماتے ہیں کہ لوگو! اللہ تعالٰے نے تم پر سے حرج ہٹا دیا ہے ہاں حرج اور ہلاکت والا وہ ہے جو کسی مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے (۴۴۵) انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم دوا علاج کرا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اللہ تعالٰی نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں اُن کی دوائیں بھی نازل فرمائی ہیں سوائے ایک کے (۴۴۶) پوچھا وہ کیا؟ فرمایا بڑھاپا (۴۴۷) حضورؐ سب سے زیادہ اللہ کا پیارا کون ہے؟ جواب دیا سب سے اچھے اخلاق والا (احمد ابن حبان)۔ (۴۴۸) ابن حبان میں ہے کہ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا باپ صلہ رحمی صدقہ خیرات سخاوت بہت کیا کرتا تھا اُس کے لئے کیا ہے؟ فرمایا وہ طالبِ شہرت تھا وہ اُسے حاصل ہو چکی۔ (۴۴۹) یا رسول اللہؐ میں کسی کسی کھانے کو چھوڑ دیتا ہوں گھن اور

پڑا دوہرا اجر ملتا ہے اور نیت پر پورا اجر ملتا ہے۔ (۴۲۲) یا رسول اللہ مجھے تو قرآن کے سیکھنے سے اس ڈر نے روک دیا ہے کہ مبادا میں اُس کے ساتھ قیام نہ کرسکوں آپ نے فرمایا قرآن کو سیکھ اُسے پڑھ اور سو جایا کر۔ قرآن کو سیکھ کر اسے پڑھ کر اُس کے ساتھ قیام کرنے والے کی مثال مُشک کی اُس بھری ہوئی تھیلی جیسی ہے جسکی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہو اور جو اسے سیکھ کر سو جائے اور وہ اُس کے پیٹ میں ہو اُس کی مثال اُس برتن کی سی ہے جس میں مُشک بھر کر اسے بند کر کے مُہر لگا دی جائے۔ (۴۲۳) ایک صحابی رضؓ کی وفات پر آپ فرماتے ہیں کاش کے یہ غیر وطن میں فوت ہوتا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کس لئے؟ فرمایا اس لئے کہ جب پردیس میں مرتا اُس کی جائے پیدائش سے لیکر اُس کے پیروں کے نشانات ختم ہونے کی جگہ تک ناپ کر اُسے جنت میں جگہ ملتی۔ یہ سب حدیثیں امام ابو حاتم بن حبان رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں لائے ہیں۔

متفرق سوالات اور جوابات

(۴۲۴) یا رسول اللہ کیا دوا بھی کچھ فائدہ دیتی ہے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ روئے زمین پر وہ کونسی بیماری ہے جس کی دوا اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ اُتاری ہو (۴۲۵) دم کرنے اور دوا کرنے کی بابت آپ سے سوال ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر کو کچھ لوٹا دیتی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ خود تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں (۴۲۶) یا رسولؐ اللہ ایک مسلمان نے ایک مشرک کو میدانِ جنگ میں نیزہ مارتے ہوئے کہا کہ لیتا جا میں فارس کا نوجوان ہوں آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں تعریف بھی کی جائیگی اور اجر بھی دیا جائیگا یہ دونوں حدیثیں مسند احمد میں ہیں۔ (۴۲۷) یا رسولؐ اللہ مجھے کوئی ایسی بات سکھائیے جو مجھے نفع دے فرمایا سنو کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو حقیر نہ سمجھو گو تم اپنے ڈول میں سے کسی پیاسے کو پانی ہی ڈال دو گو تم اپنے کسی مسلمان بھائی سے بخندہ پیشانی گفتگو ہی کرلو سنو تہمد ٹخنے سے نیچے لٹکانے سے پرہیز کرتے رہو یہ تکبر ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند رکھتا ہے۔ دیکھو کسی کو تمہاری کوئی بات معلوم ہو اور وہ تمہیں بطور طعنے اور گالی کے بات مارے تو تم جو عیب اسکا جانتے ہو اسے منہ پر نہ لاؤ اس کا اجر تمہیں ملیگا اور اُس کا وبال اُس پر ہوگا۔ (۴۲۸) اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالشت بھر زمین کی نسبت کیا فرمان ہے؟ ارشاد ہوا کہ جو میری رسالت کی گواہی دیتا ہو اُسکے لئے حلال نہیں۔ (مسند احمد)۔ (۴۲۹) حضورؐ سے اُن اُمراء کی بابت سوال ہوا جو نمازوں کو وقت سے تاخیر کرکے پڑھینگے کہ اُن کے ساتھ کیسے کیا جائے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اُس کے وقت پر ادا کرلو پھر اُن کے ساتھ بھی ادا کرلیا کرو وہ تمہارے لئے نفل ہو جائیگی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴۳۰) حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے خاوند کی شکایت کرتی ہیں کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو وہ مجھے مارتے ہیں اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو وہ مجھے روزہ تڑوا دیتے ہیں اور صبح کی نماز نہیں پڑھتے یہانتک کہ سورج طلوع ہو جائے آپنے یہ سب باتیں حضرت صفوان سے دریافت کیں تو اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ دو دو سورتیں ملاکر پڑھتی ہیں جس سے میں نے انہیں منع کر رکھا ہے یہ سنکر آپنے فرمایا اگر ایک ہی سورت ہوتی تو تمام دنیا کے لوگوں کو کافی تھی۔ کہا روزوں کی نسبت یہ گذارش ہے کہ یہ نفلی روزے رکھتی چلی جاتی ہیں میں نوجوان آدمی ہوں کب تک صبر کرتا رہوں؟ اُسی وقت حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت نفلی روزہ اپنے خاوند کی اجازت بغیر ہرگز نہ رکھے۔ کہا اور میری صبح کی نماز کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ کام کاج والے آدمی ہیں سورج طلوع ہو جانے تک آنکھ نہیں کھلتی۔ حضورؐ نے فرمایا تو جب جاگے نماز ادا کرلے (ابن حبان) میں کہتا ہوں چونکہ یہ کام کاج والا گھرانہ تھا اسی وجہ سے تہمتِ صدیقہ میں ان کا نام آیا اس لئے کہ یہ قافلے سب سے پیچھے تھے۔ تہمت کے قصے میں ان کے جو الفاظ ہیں کہ واللہ میں نے کسی عورت کا بازو کبھی نہیں کھولا یہ اس حدیث کے خلاف نہیں اس لئے کہ اُس وقت تک اِن کا نکاح نہیں ہوا تھا نہ یہ کسی عورت سے ملے تھے اسکے بعد ان کا نکاح ہوگیا۔ (۴۳۱) آپ سے گرگٹ کے مار ڈالنے کا سوال ہوا تو آپنے جواب میں اُسکے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ ابن حبان (۴۳۲) ایک صاحب نے کعبے تک پیدل جانے کی نذر مانی تھی پھر اُسے دو شخص اُٹھائے ہوئے لئے جا رہے تھے تو آپنے فرمایا یہ شخص اپنے تئیں مصیبت میں ڈالے اس سے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے آپنے اُسے سوار ہو جانیکا حکم فرمایا۔ (۴۳۳) ایک صاحب نے اپنے پڑوسی کی ایذا کی شکایت سرکارِ نبوت میں کی آپ نے صبر کرنیکی تلقین کی اُسنے تین مرتبہ یہی کہا آپنے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا اُسنے پھر چوتھی مرتبہ شکایت کی تو آپنے فرمایا اپنا اسباب مکان سے نکالکر راستے میں ڈالدو اُسنے ایسا ہی کیا اب جو نکلتا ہے وہ یہ پوچھتا ہے کیا بات ہے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ پڑوسی کی ایذاؤں سے تنگ آگیا ہوں تو ہر ایک اُس پڑوسی کو لعن طعن کرتا ہے آخر

سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لونڈی تجد اور جوانیہ کی طرف میری بکریاں چرایا کرتی تھی ایک دن جو میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بکری کو بھیڑیا لے گیا ہے آخر میں بھی تو انسان ہی ہوں انسانوں کی طرح مجھے بھی غصہ اور افسوس ہوتا ہے میں نے اُسے ایک تھپیڑ مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بہت بڑا معلوم ہوا میں نے کہا پھر اگر آپ فرمائیں تو میں اُسے آزاد کر دوں؟ آپ نے فرمایا اُسے میرے پاس لے آؤ اُس سے دریافت فرمایا کہ بتلا اللہ کہاں ہے؟ اُس نے کہا آسمان میں. فرمایا میں کون ہوں؟ جواب دیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا اسے آزاد کردو یہ با ایمان عورت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وصفِ ایمان کے وقت اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا آسمان میں ہونا بیان کیا اور اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کہ اللہ کہاں ہے؟ تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اس جواب سے آپ خوش ہوئے اسی سے آپنے حقیقتِ ایمان معلوم کر لی خود آپ نے بھی جس نے اللہ تعالیٰ کی نسبت پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اُس کے سوال کا انکار نہیں کیا۔ جہمیہ کے نزدیک یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نسبت اس کے رنگ یا مزہ یا جنس یا اصل وغیرہ کا سوال کرے جو سوالات محال اور باطل ہیں (۵۶۱) ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے ایک لونڈی آزاد کی آپ نے فرمایا اگر تم اس لونڈی کو اپنی ننھیال والوں کو دیدیتیں تو اس میں تمہیں بہت زیادہ ثواب ملتا (متفق علیہ) (۵۶۲) بنو سلیم کے کچھ افراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے میں سے ایک شخص کی نسبت سوال کرتے ہیں جو بوجہ قتل کے مستوجبِ دوزخ ہوگیا تھا آپ جواب دیتے ہیں کہ اُس کی طرف سے ایک غلام آزاد کرو اُس غلام کے ہر ہر جوڑ کے بدلے اس کا ہر ہر جوڑ جہنم سے آزاد ہوجائیگا (ابوداود) (۵۶۳) اے رسول اکرم اللہ تعالیٰ آپ پر ہمیشہ درود و سلام نازل فرمائے میں اپنے خادم کی کتنی تقصیروں سے درگذر کرلیا کروں؟ آپ خاموش رہے اُس نے پھر سے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ہر دن میں ستر مرتبہ (ابوداود) (۵۶۴) یا رسول اللہ ولدالزنا کی بابت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا وہ خیر سے خالی ہوتا ہے وہ جوتیاں جنھیں پہن کر میں راہِ خدا میں جہاد کروں میرے نزدیک تو وہ بھی اس سے محبوب ہیں کہ میں ولدالزنا کو آزاد کروں (مسند احمد) (۵۶۵) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ آپ سے کہتے ہیں کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہیں ان کے ذمے ایک نذر باقی رہ گئی ہے تو کیا میں ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کفایت ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کردو (مسند احمد) (۵۶۶) موطا مالک میں ہے کہ میری ماں مرگئی ہیں کیا میں ان کی طرف سے کسی غلام کو آزاد کردوں تو اُسے کچھ نفع پہنچ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ (۵۶۷) ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی کو خرید کر آزاد کرنا چاہا لیکن لونڈی کے مالک نے کہا اس شرط پر اُسے میں بیچتا ہوں کہ نسبتِ آزادگی میری طرف رہے تو حضورؐ نے فرمایا تم اس بات سے نہ رکو ولا تو اُسی کے لئے ہے جو آزاد کرے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ شرط اور لین دین صحیح ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے لیکن اس جماعت کا یہ قول غلط ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ لین دین اور شرط دونوں باطل ہیں حضرت عائشہؓ کا یہ لین دین صحیح اس سے رکھا گیا کہ شرط عین لین دین میں نہ تھی بلکہ لین دین اس پر مقدم تھا یہ تو گویا قائم مقام وعدے کے تھا جسے پورا کرنا ضروری نہیں۔ گو یہ قول پہلے قول سے زیادہ قریب ہے لیکن یہ بھی ہے غلط نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے علت کے طور پر بیان فرمایا نہ کسی اور وجہ سے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا اور یہ بھی کہ شرط متقدم بھی مثل شرط مقارن کے ہے تیسری جماعت کا قول ہے کہ حدیث میں حذف بھی ہے تقدیرِ عبارت یوں ہے کہ تو ان کے لئے ولا کی شرط کر یا نہ کر شرط کرنا بھی بے سود ہے اسلئے کہ ولا کا مستحق تو آزاد کرنے والا ہی ہے۔ گو یہ قول دوسرے قول سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن ہے یہ بھی غلط کیونکہ ظاہر لفظوں کے خلاف ہے۔ چوتھی جماعت کہتی ہے کہ اس میں لام معنی میں علی کے ہے یعنی اُن سے ولا کی شرط اپنے لئے کرلو کیونکہ آزاد تم ہی کر رہی ہو اور مستحق نسبتِ آزادگی آزاد کرنے والا ہوتا ہے یہ قول گو اس کے پہلے کے قول سے بھی کم تکلف والا ہے لیکن ہے یہ بھی غلط کیونکہ اس میں تو شرط ہی کو لغو کردینا ہے پس اگر شرط ہوتی ہی نہیں تو بھی حکم یہی تھا۔ پانچویں جماعت کا خیال ہے کہ یہ زیادتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں نہیں بلکہ یہ ہشام بن عروہ کا اپنا قول ہے یہی جواب خود امام شافعیؒ کا ہے۔ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حقیقت میں یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پہ ہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنینؓ سے شرط کرلینے کو جو فرمایا وہ اس شرط کو صحیح قرار دینے کے لئے یا مباح کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ دراصل شرط کرنیوالے کے لئے بطورِ سزا یہ فرمان سرزد ہوا تھا کیونکہ وہ اس لونڈی کو مائی صبا

نفرت کرے؟ فرمایا کسی ایسی چیز کو نہ چھوڑ جس کے چھوڑنے میں نصرانیت کی مشابہت ہو (۴۵۰) یارسول اللہ میں اپنے شکاری کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں وہ شکار کو پکڑ لیتا ہے لیکن ذبح کرنے کے لئے میں بجز دھاردار پتھر اور لکڑی کے اور کوئی چیز نہیں پاتا؟ آپ نے فرمایا جس چیز سے چاہے خون بہادے اور نام خدا لے (ابن حبان) (۴۵۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے ابن جدعان کی خیرات و سخاوت مہمان نوازی حسن سلوک وغیرہ کا ذکر کرکے پوچھا کہ کیا یہ نیکیاں اُسے کچھ نفع دیں گی؟ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ اس نے ایک دن بھی نہیں کہا رَبِّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ؕ (۴۵۲) حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ کے اس سوال پر کہ مجھے ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ پھر کسی سے کچھ دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے آپؐ نے فرمایا زبان سے اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرکے پھر اس پر جم جا۔ (۴۵۳) یارسول اللہ سب سے زیادہ بزرگ شخص کون ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ خوفِ خدا کرنے والا (۴۵۴) کہا یہ ہمارا مطلب نہیں فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہو؟ سنو جاہلیت کے زمانے میں جو بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں جب دین کی سمجھ حاصل کرلیں (۴۵۵) ایک عورت آپ سے بیان کرتی ہے کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سالم واپس لوٹائے تو آپ کے سر پر دف بجاؤں آپ نے فرمایا اگر نذر مانی ہے تو پوری کرلے ورنہ نہیں اُس نے کہا واقعی میں نے نذر مانی ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور اس نے اپنی نذر پوری کی یہ صحیح حدیث ہے۔ اس روایت کی دو توجیہیں ہیں ایک تو یہ کہ آپ نے اُسے اس مباح نذر کے پورا کرنے کی اجازت اس لئے مرحمت فرمائی کہ اس کا دل خوش ہوجائے اُس کے صدمے کا ازالہ ہوجائے اس کا دل ایمان پر لگ جائے قوتِ ایمانیہ اس میں آجائے اور اس کی جو خوشی حضورؐ کی سلامتی میں تھی وہ پوری ہوجائے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اُس کی یہ نذر نیکی کی تھی کیونکہ اس میں اُس خوشی کا اظہار تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کی سلامتی اور آپ کی اپنے دشمنوں پر فتح مندی کے بارے میں تھی جو خدا کی طرف سے آپ کو حاصل ہوئی تھی اور اس طرح دینِ خدا کی بلندی اور غلبہ ہوا تھا پس آپ نے اُس نذر کو پورا کرنے کی اجازت دیدی (۴۵۶) یارسول اللہ ایک شخص راہِ خدا میں جہاد کرتا ہے اور دنیا کے اسباب کو تلاش کرتا ہے آپؐ نے فرمایا اُسے بالکل اجر نہیں ملیگا صحابہؓ کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی سائل سے کہا تو پھر پوچھ شاید تو حضورؐ کو اپنا صحیح مطلب سمجھا نہیں سکا اس نے پھر یہی سوال کیا آپ نے پھر یہی جواب دیا صحابہ نے پھر یہی کہا اُس نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اس کے لئے کوئی اجر نہیں (۴۵۷) ایک صاحب آپ سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ پہلے میں اسلام لاؤں یا دشمنانِ دین سے جہاد میں لگ جاؤں؟ فرمایا پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرو چنانچہ وہ اسلام لایا پھر لڑا یہانتک کہ شہید کردیا گیا تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے عمل بہت کم کیا اور اجر بہت زیادہ دیا گیا (۴۵۸) یارسول اللہ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ خوف کس چیز کا ہے آپ نے اس کی زبان پکڑ کر فرمایا اس کا (۴۵۹) یارسول اللہ مجھے تھوڑی سی بات بتلائیے جو نفع بھی دے اور سمجھ میں بھی آجائے فرمایا غصہ نہ ہوا کر اس نے بار بار اپنا سوال دوہرایا اور حضورؐ یہی جواب دیتے رہے کہ غصے نہ ہوا کر (۴۶۰) ایک عورت سوال کرتی ہیں کہ میری سوکن ہے تو کیا مجھے جائز ہے کہ میرے خاوند مجھے جو نہ دیتے ہوں میں اس کا دینا بھی ظاہر کروں؟ آپؐ نے فرمایا ایسا کرنے والا دو جھوٹے کپڑے پہننے والے جیسا ہے یہ سب حدیثیں صحیح ہیں (۴۶۱) یارسول اللہؐ اسلام کی باتیں تو بہت سی ہوگئی ہیں مجھے تو کوئی ایک ایسی بات بتلائیے کہ میں اسے مضبوط تھام لوں آپ نے فرمایا ہمیشہ ذکر اللہ میں زبان تر رکھا کر (مسند احمد) (۴۶۲) یارسولؐ اللہ کیا میں اپنی اونٹنی کو چھوڑ دوں اور اللہ پر بھروسہ رکھوں؟ فرمایا نہیں بلکہ اُسے مضبوط باندھ پھر اللہ پر بھروسہ کر ملاحظہ ہو ترمذی اور ابن حبان (۴۶۲) یارسولؐ اللہ میرے پاس کچھ نہیں جو میں نکاح کروں آپ نے فرمایا کیا قل ہو اللہ احد نہیں؟ کہا وہ تو ہے فرمایا چوتھائی قرآن ہوگیا کیا قل یا ایہا الکافرون نہیں کہا ہاں ہے فرمایا چوتھائی قرآن ہوا کیا اِذَا زُلْزِلَتْ نہیں کہا وہ بھی ہے فرمایا پاؤ قرآن یہ ہوا کیا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللہِ نہیں؟ کہا وہ بھی ہے فرمایا پاؤ قرآن یہ ہوا کیا آیۃ الکرسی نہیں؟ کہا وہ بھی ہے فرمایا چوتھائی قرآن یہ ہوا نکاح کرلے نکاح کرلے تین بار فرمایا (مسند احمد) (۴۶۳) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ اگر ہم پر ایسے امیر ہوں جو آپ کی سنتوں کو سنت نہ بنائیں آپ کے احکام کو نہ لیں تو اُن کے بارے میں آپ ہمیں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری نہ کرے اسکی کوئی حکم برداری نہیں

عنہا نے آپ سے پچھنے لگوانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ابو طیبہ کو پچھنے لگانے کا حکم دیا غالباً وہ مائی صاحبہ کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ بچے تھے (مسلم) ارشاد فرمایا کہ اے ام سلمہ اور اے میمونہ تم ابن ام مکتوم سے پردہ کرو۔ دونوں نے کہا حضورؐ وہ تو نابینا ہیں نہ ہمیں دیکھیں نہ ہمیں پہچانیں۔ آپ نے فرمایا لیکن تم تو نابینا نہیں ہو کیا تم انھیں نہیں دیکھتیں؟ ذکرہ اھل السنن وصححہ الترمذی؛ ایک جماعت نے تو اسی فتوے کو لیا ہے اور عورت کو مردوں کا دیکھنا حرام کہا ہے دوسری جماعت نے اس کے خلاف حضرت عائشہ کی اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ مسجد میں جو حبشی بانک بنوٹ کھیل رہے تھے وہ آپ دیکھ رہی تھیں۔ لیکن اس معارضے میں نظر ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ حبشیوں کے ان کرتبوں کے دیکھنے کا قصہ حجاب کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہو۔ ایک اور جماعت نے اسے ازواج مطہراتؓ کے لئے ہی مخصوص کر دیا ہے (۵۸۳) حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ جس لڑکی کا نکاح اس کے ماں باپ کرنا چاہیں وہ کیا اس لڑکی سے دریافت کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں اُس سے اجازت لیں (۵۸۴) یا رسول اللہ وہ تو بہت شرمیلی ہوتی ہے فرمایا یہی اس کی اجازت ہے جبکہ وہ خاموش ہو جائے (بخاری مسلم) ہم اسی فتوے کو لیتے ہیں کنواری لڑکی سے بھی اجازت طلب کرنا ضروری ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رانڈ عورت بہ نسبت اپنے ولی کے اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور باکرہ سے اس کے بارے میں اجازت چاہی جائے اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا باپ اس سے اس کی رضامندی طلب کرے اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے (۵۸۵) بخاری مسلم میں ہے کہ باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے لوگوں نے پوچھا اس کی اجازت کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا اس کا چپ رہ جانا۔ (۵۸۶) ایک کنواری لڑکی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرتی ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کرا دیا ہے اور وہ اسے ناپسند رکھتی ہے پس آپ نے اُسے اختیار دیا۔ اب غور کرلو کہ باکرہ سے اجازت طلب کرنے کا حضورؐ نے حکم دیا اس کی اجازت بغیر اس کا نکاح کر دینا منع کیا جس کا نکاح اس طرح بے اجازت کر دیا گیا تھا اُسے اختیار دیا کہ اگر چاہے اس نکاح کو برقرار رکھے چاہے توڑ دے۔ پھر ان تمام حدیثوں سے روگردانی کر کے اس کے خلاف کہنا اور دلیل میں حضورؐ کے اس فرمان کے کہ رانڈ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے

بہ نسبت اس کے ولی کے مفہوم ہی کو لیکر ان صاف صریح احادیث کا خلاف کرنا کیسے صحیح ہوگا؟ باوجودیکہ اس کے صاف الفاظ کا مطالب بھی اس بات میں بہت واضح ہے کہ جس نے اس کا یہ مفہوم سمجھا کہ اُسے اپنے نکاح میں کوئی اختیار نہیں یہ مراد نہیں کیونکہ اس کے بعد ہی حضورؐ نے فرمادیا ہے کہ باکرہ سے اس کے نفس کے بارے میں اجازت لی جائے بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے کلام کو رد کر دیا جنھوں نے آپ کے کلام کا یہ مفہوم لیا ہے یہی عادت حضورؐ کی اور کلام میں بھی تھی کہ جس غلط مفہوم کے لینے کا احتمال ہوتا آپ اُسے باطل کرنے کے لئے اُس جملے کے ساتھ ہی اور جملہ فرمادیتے مثلاً فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھو تو ساتھ ہی فرمادیا کہ اُن کی طرف نماز بھی نہ پڑھو۔ کیونکہ اُن پر بیٹھنے کی ممانعت سے کہیں لوگ ان کی تعظیم میں مبالغہ نہ کرنے لگیں اس لئے بتلا دیا کہ انھیں قبلہ بھی نہ بنالو پس اسی طرح یہاں بھی آپ کا مقصود بالکل ظاہر ہے کہ باکرہ سے اجازت ضرور لینی چاہئے اس کی اجازت بغیر اس کا نکاح نہ کرنا چاہئے اور اگر اُسے پوچھے بغیر اس کا نکاح کر دیا گیا تو وہ بالکل باطل ہے دراصل ان صاف احادیث کے خلاف کوئی دلیل کلام رسول میں مطلقاً نہیں پس ہر ایک پر واجب ہے کہ یہی فتویٰ دے جو اس حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے + (۵۸۷) یا رسول اللہ عورتوں کا مہر کیا ہونا چاہئے؟ فرمایا جو بھی آپس میں مقرر ہو جائے (دارقطنی) دارقطنی ہی کی اور روایت میں ہے کہ (۵۸۸) لوگو اپنی یتیم بچیوں کا نکاح کر دیا کرو تو سوال ہوا کہ ان کے مہر کیا ہونے چاہئیں فرمایا جو فریقین میں رضامندی سے طے ہو جائیں گو پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی ہو۔ (۵۸۹) ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھتی ہیں کہ میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے کہ اسکی خست میری وجہ سے دور کر دے پس آپ نے کام اسی کو سونپا اس نے کہا کہ میرے والد نے میرے لئے جو کیا ہے میں اُسے جائز رکھتی ہوں میرا ارادہ تو صرف یہ تھا کہ عورتیں یہ معلوم کرلیں کہ اُن کے والد کے ہاتھ میں اُن کا کوئی امر نہیں (مسند احمد و نسائی) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد اُن کی صاحبزادی کا نکاح اُن کے چچا قدامہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کر دیا لیکن اُس لڑکی نے اس نکاح کو ناپسند کیا اور یہ چاہا کہ اس کا نکاح حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے ہو چنانچہ ابن عمرؓ سے انھیں ہٹا کر حضرت مغیرہؓ سے ان کا نکاح کر دیا اور فرمایا یہ یتیم لڑکی ہے اور

کے ہاتھ آزادگی کے لئے فروخت کرنے پر بغیر اس شرط کے رضامندی نہیں ہوتا تھا اور خلافِ حکمِ خدا اور خلافِ شرع اس شرط کے کرنے پر ضد اور اصرار کر رہا تھا تو آپ نے بھی رخصت دیدی کہ اُن کی اس باطل شرط کو خدا رسول کا حکم ظاہر کر کے توڑ دیں اور دنیا کو معلوم کرا دیں کہ دینِ خدا کے خلاف جو شرائط ہوں اُن کا پورا کرنا لازم نہیں بلکہ پورا کرنا ہی نہ چاہئے۔ اور ایسی شرطیں خرید فروخت کو باطل ہی نہیں کرتیں۔ اور یہ بھی کہ جسے فسادِ شرط معلوم ہو پھر شرط کرے تو وہ شرط لغو ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب ہمارے شیخ کے اس فرمان پر اور اس کے قبل کے اقوال پر غور کی نظر دوبارہ ڈال جاؤ واللہ اعلم +

فصل نکاح وغیرہ کے متعلق سوالات و جوابات

(۵۶۸) یا رسول اللہ کون سی بیوی سب سے بہتر ہے؟ جواب۔ وہ کہ جب اس کا میاں اس کی طرف دیکھے وہ اُسے خوش کردے۔ جب اس کا میاں اُسے کچھ حکم دے فوراً بجا لائے خاوند کے مال میں اور اپنی ذات کے بارے میں کوئی ایسا کام نہ کرے جو خاوند کی مرضی کے خلاف ہو (مسند احمد) (۵۶۹) یا رسول اللہ کون سا مال جمع کیا جائے؟ جواب۔ شکر گذار دل۔ ذکر اللہ کرنے والی زبان۔ ایمان دار بیوی جو امرِ آخرت پر اپنے میاں کی مدد کرے رواہ احمد والترمذی وحسنہ۔ (۵۷۰) یا رسول اللہ ایک عورت حسب نسب والی خوبصورتی اور جمال والی ہے مجھ سے نکاح کرنے پر بھی رضامند ہے لیکن ہے بانجھ کیا میں اُس سے نکاح کرلوں؟ جواب نہ کرو۔ پھر سوال کیا آپ نے پھر منع کیا (۵۷۱) وہ پھر آیا اور یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اُن عورتوں سے نکاح کرو جن سے بکثرت اولاد ہو اور ہوں بھی بچوں سے محبت کرنے والیاں۔ اسلئے کہ میں اپنی امت کی کثرت پر بروز قیامت فخر کرنے والا ہوں (۵۷۲) حضرت ابوہریرہؓ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں جوان آدمی ہوں مجرد ہوں ہر وقت خوف لگا رہتا ہے اتنا پاس نہیں کہ نکاح کرلوں تو کیا میں خصی ہو جاؤں؟ آپ خاموش ہو رہے پھر یہی سوال کیا آپ نے پھر خاموشی اختیار کی آخر میں فرمایا اے ابوہریرہؓ تجھے جو ملنے والا ہے وہ خدائی قلم سے پہلے ہی نکل چکا ہے اب خواہ خصی ہو خواہ نہ ہو (بخاری شریف) (۵۷۳) ایک اور صحابیؓ پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھے خصی ہو جانے کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کیلئے روزہ رکھنا خصی ہونا ہے۔ (مسند احمد) (۵۷۴) یا رسول اللہ مالدار اجر و ثواب میں ہم سے بہت ہی سبقت کر گئے وہ بھی ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں۔ ہماری طرح روزے رکھتے ہیں ساتھ ہی اُن کے پاس مال کی زیادتی ہے جسے خیرات کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کیا تم خیرات نہیں کر سکتے؟ سنو ہر تسبیح ہر تکبیر ہر حمدِ خدا ہر کلمہ توحید ہر بھلی ہدایت ہر خلافِ شرع امر سے روکنا بھی صدقہ ہے بلکہ تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے (۵۷۴) یہ سنکر انھوں نے پھر پوچھا کہ کیا ہم اپنی شہوت پوری کریں اس میں بھی ہمیں اجر ہے؟ فرمایا بتلاؤ تو اگر یہی شہوت حرام میں پوری کرتے تو کیا گناہ نہ ہوتا؟ اسی طرح جبکہ اُسے اپنی حلال بیوی سے پورا کیا تو ثواب ملیگا (مسلم) (۵۷۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتوی دیا ہے کہ جو کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے وہ اُسے دیکھ لے (۵۷۶) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک عورت کو شادی کا پیغام دیا اور حضورؐ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اُسے دیکھ لو اس سے تم میں محبت ہمیشگی کی ہو جائیگی۔ انھوں نے آکر حضورؐ کی یہ حدیث لڑکی کے ماں باپ کو سنائی تو گویا انھیں اپنی لڑکی کا دکھانا اچھا نہ لگا لیکن لڑکی نے پس پردہ یہ کل بات سُن لی وہیں سے اس نے کہا کہ اگر فی الواقع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں یہ فرمایا ہے تو دیکھ لو ورنہ تمہیں خدا کی قسم ہے ہرگز نظر نہ اٹھانا گویا کہ خود اُسے بھی یہ بات بہت بُری معلوم ہوئی تھی چنانچہ انھوں نے اُسے دیکھا پھر نکاح ہوگیا اور دونوں میاں بیوی میں اس قدر موافقت تھی کہ گھر گھر ان کی محبت مشہور ہوگئی (مسند وسنن) (۵۷۷) حضرت جریر رضی اللہ تعالی عنہ اچانک نظر پڑ جانے کی بابت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں اپنی نگاہ پھیر لو (مسلم) یا رسول اللہ ہماری شرم گاہوں کی نسبت حضورؐ کا فتوی کیا ہے؟ فرمایا ان کی حفاظت کرو مگر اپنی بیوی سے اور اپنی ملکیت کی لونڈی سے (۵۷۸) یا رسول اللہ جبکہ قوم ہی کے لوگ آپس میں ہوں تو؟ فرمایا جہانتک ہو سکے اس امر کی کوشش کرو کہ کسی کی نگاہ نہ پڑے (۵۷۹) جب کہ ہم میں سے کوئی شخص تنہا ہو؟ فرمایا اللہ بہت زیادہ مستحق ہے کہ اس کا لحاظ اور اس کی شرم کی جائے۔ (اہل سنن) (۵۸۰) یا رسول اللہ میرا فلاں عورت سے نکاح کرا دیجئے آپ نے فرمایا کچھ مہر دو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو اُسے وہ بھی نہ ملی (۵۸۱) تو آپ نے فرمایا کچھ قرآن بھی پڑھا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں فلاں فلاں سورت۔ دریافت فرمایا کہ وہ بر زبان یاد ہیں؟ جواب دیا کہ جی ہاں۔ فرمایا جاؤ میں نے تمہیں اُس عورت کا مالک بنا دیا اس مہر پر جو تمہیں قرآن یاد ہے (متفق علیہ) (۵۸۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی

حمل کو روک نہیں سکتا جبکہ خدا کا ارادہ ہو۔ کچھ مدت کے بعد وہی صاحب پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ میری وہ لونڈی حمل سے ہوگئی آپ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں (مسلم) (۶۰۵) یا رسول اللہ میرے ایک ہی لونڈی ہے وہی ہماری خدمت گذار ہے وہی ہمارے جانوروں کی رکھوالی کرنے والی ہے میں اس سے مباشرت بھی کرتا ہوں اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو جائے آپ نے اُسے اگر وہ چاہے عزل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اگر مقدر میں ہے تو تو آ ہی جائے گا اس نے کچھ عرصے بعد حاضر خدمت ہو کر اس کے حاملہ ہونے کی خبر پہنچائی تو آپ نے فرمایا میں نے تو پہلے ہی تم سے کہہ دیا تھا کہ جو اس کی مقدر میں ہے وہ آ کر ہی رہیگا (۶۰۶) ایک اور صاحب بھی آپ سے عزل کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ جواب میں فرماتے ہیں جس پانی سے بچہ ہونا ہے اُسے اگر تو کسی پتھر پر بھی ڈال دے تو اللہ اسی سے نکالیگا جس جان کو وہ پیدا کرنے والا ہے وہ تو کر کے ہی رہیگا (مسند احمد) (۶۰۷) مسلم میں ہے کہ کسی صحابی نے آپ سے کہا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں آپ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو؟ اُسنے جواب دیا مجھے اس کے بچے کا خوف ہے آپ نے فرمایا اگر یہ کام ضررناک ہوتا تو فارسیوں اور رومیوں کو ضرر دیتا اور روایت میں ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو فارسیوں اور رومیوں کو ضرر دیتا (مسلم)۔

فصل مباشرت کے اور میاں بیوی کے تعلقات کا بیان

(۶۰۸) ایک انصاریہ عورت آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ پیچھے کی طرف سے اگلی جانب وطی کرنا جائز ہے؟ آپ آیت قرآنی نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ پڑھ سناتے ہیں یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔ ہاں جگہ ایک ہی ہو (مسند احمد) (۶۰۹) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا آپ نے فرمایا کیا بات ہوئی؟ جواب دیا کہ رات کو میں نے الٹی جانب سے اصلی جگہ مباشرت کی آپ نے کوئی جواب نہ دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف وحی نازل فرمائی کہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ الخ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں اُن میں جس طرح چاہو آؤ۔ آگے سے یا آگے کی جگہ میں پیچھے سے ہاں حیض کی حالت میں نہ آؤ اور دبر میں نہ آؤ (احمد و ترمذی) یہی ہے جسے اللہ نے اور اس کے رسول نے مباح کیا ہے یعنی پیچھے کی طرف سے بچہ ہونے کی جگہ وطی کرنا نہ کہ دبر میں وطی کرنا۔ اس کی بابت تو حضور فرماتے ہیں وہ ملعون ہے جو اپنی بیوی کی دبر میں آئے اور حدیث میں ہے جو حائضہ عورت سے وطی کرے اور جو دبر میں وطی کرے اور جو کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات سچی مانے اُس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے اور ارشاد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حق امر سے شرم نہیں کرتا عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔ فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت سے نہ دیکھیگا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں وطی کرے۔ اور فرمان ہے کہ چھوٹی لواطت یہ ہے کہ کوئی اپنی بیوی کی دبر میں کرے یہ سب حدیثیں مسند احمد میں ہیں (۶۱۰) کیا فرماتے ہیں اللہ کے پیارے اُمت کے دُلارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر کیا ہیں؟ جواب۔ جب خود کھاتا ہو تو عورت کو بھی کھلائے جب آپ پہنتا ہے تو عورت کو بھی پہننے کو دے اس کے منہ پر نہ مارے اُسے گالی گلوچ نہ کرے اُس سے ترک تعلق نہ کرے مگر اپنے ہی مکان میں (احمد و اھل سنن)

فصل رضاعت کے احکام کا بیان

(۶۱۱) ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا آپ سے دریافت فرماتی ہیں کہ ابو قبیس کا بھائی افلح میرے پاس آنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو کیا میں اُسے آنے دوں؟ اس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے آپ نے فرمایا بیشک اسے اجازت دے دودھ تو تمہارے رضاعی چچا ہو گئے (متفق علیہ) (۶۱۲) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سے ذکر کیا کہ میری ایک پہلی بیوی تھی اب میں نے دوسرا نکاح کیا تو پہلی بیوی کہتی ہے کہ اس نئی عورت کو اس نے ایک دو مرتبہ اپنا دودھ پلایا ہے اب فرمایئے کیا کیا جائے؟ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دو مرتبہ کے دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی (۶۱۳) حضرت سہلہ بنت سُہیل کہتی ہیں کہ سالم اب بلوغت کو پہنچ گئے ہیں اور خاصے جاننے بوجھنے والے ہو گئے ہیں وہ ہمارے ہاں آیا کرتے ہیں میں گمان کرتی ہوں کہ اب میرے خاوند حذیفہ ان کے آنے جانے سے کچھ ناراض سے ہو جاتے ہیں آپ نے فرمایا انھیں تم اپنا دودھ پلا دو اُن پر تم حرام ہو جاؤ گی اور حذیفہ کے دل میں جو ہے وہ بھی جاتا رہیگا۔ وہ پھر آئیں اور کہا کہ میں نے انھیں اپنا دودھ پلا دیا اور الحمد للہ اب میرے میاں کے دل میں بھی کوئی بات نہیں رہی۔ (صحیح مسلم شریف) سلف کی ایک جماعت کا بھی فتویٰ ہے

اس کی بے اجازت اس کا نکاح نہیں ہو سکتا (مسند احمد) (۵۹۰) مرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں کہ کیا میں عناق نامی عورت سے اپنا نکاح کر لوں؟ یہ عورت مکہ شریف میں بدکار عورت تھی آپ نے کوئی جواب دیا اور یہ آیت اتری اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً الخ زانی ہی زانیہ سے نکاح کرے اور زانیہ نہ نکاح کرے مگر زانی سے یا مشرک سے آپ نے انھیں بلا کر یہ آیت پڑھ سنائی اور فرمایا اُن سے نکاح نہ کرو (۵۹۱) ایک اور شخص آپ سے اجازت چاہتا ہے کہ میں ام مہزول سے نکاح کر لوں یہ بھی باعصمت نہ تھی تو حضورؐ نے جواب میں وہی اوپر والی آیت پڑھ دی (مسند احمد) (۵۹۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتویٰ ہے کہ حد لگایا ہوا زانی اپنے جیسی ہی عورت سے نکاح کرے۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان کے موافقین نے حضورؐ کا یہی فتویٰ لیا ہے جس کے خلاف اور کوئی بات حضورؐ نے بیان نہیں فرمائی۔ آپ کے مذہب کی خوبی ایک یہ بھی ہے کہ وہ کسی شخص کو کسی قحبہ سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتے اس مسئلے کی تائید کچھ اوپر بیس دلیلوں سے ہوتی ہے جنھیں ہم نے اور جگہ بیان کر دی ہیں (۵۹۳) حضرت قیس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہوتے ہیں تو اُن کے نکاح میں آٹھ بیویاں ہوتی ہیں حضورؐ سے سوال کرتے ہیں تو آپ جواب دیتے ہیں کہ ان میں سے پسند کر کے چار رکھ لو۔ (۵۹۴) حضرت غیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہوتے ہیں ان کے نکاح میں دس عورتیں ہوتی ہیں آپ انھیں فتویٰ دیتے ہیں کہ ان میں سے چار کو رکھ لیں۔ یہ دونوں روایتیں امام احمدؒ نے ذکر کی ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں صاف دلیل ہیں اس پر کہ اُسے اختیار ہے ان میں سے جنھیں چاہے رکھے خواہ پہلے کے نکاح کی ہوں خواہ بعد کے نکاح کی ہوں (۵۹۵) حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہو گیا ہوں میرے نکاح میں دو عورتیں ہیں جو آپس میں بہنیں ہیں آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے جسے تو چاہے طلاق دیدے۔ (مسند احمد) (۵۹۶) حضرت نصرہ بن اکثم رضی اللہ عنہ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ میں نے ایک پردہ نشین باکرہ سے نکاح کیا لیکن جب دخول کیا تو دیکھا کہ وہ حمل سے ہے آپ نے فرمایا چونکہ تم نے اُسے اپنے لئے حلال کی اسے مہر دینا پڑیگا اور وہ لڑکا تمہارا غلام ہے جب وہ حمل سے فارغ ہو جائے تو اسے زناکاری کی حد لگاؤ اور ان میاں بیویوں میں آپ نے جدائی کرا دی (ابو داؤد) اس فتوے میں صرف بچے کو غلام بنا لینے کا اشکال ہے واللہ اعلم (۵۹۷) ایک عورت آپ کے زمانے میں مسلمان ہوتی ہیں اور اپنا نکاح کر لیتی ہیں اُن کے خاوند حاضر حضورؐ ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو چکا تھا اسے میرے اسلام کا علم تھا پھر بھی اُس نے ایسا کیا ہے آپ نے اُسی وقت اُس عورت کو اس کے نئے خاوند سے جدا کرا دی اور اس کے پہلے خاوند کو دیدی (احمد و ابن حبان) (۵۹۸) کیا فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کے بارے میں جس نے ایک عورت سے نکاح کیا مہر نامزد کیا نہیں اور مر گیا آپ نے فتویٰ دیا کہ اُس کے قبیلے کی اور عورتوں کے مہر کے انداز سے اُسے مہر ملیگا اور اس پر اپنے فوت شدہ خاوند کی عدت بھی ہے اور وہ اُس کے مال کی میراث بھی پائے گی (مسند احمد سنن) اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بتلاتے ہیں۔ اس فتوے کے خلاف کچھ بھی ثبوت نہیں پس اس سے ہٹنے کی کوئی وجہ نہیں (۵۹۹) کیا فرماتے ہیں اللہ کے رسولؐ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُس عورت کے بارے میں جس کا نکاح ہوا اور اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں کیا اس میں اور بال ملائے جائیں؟ جواب۔ اللہ کی لعنت ہے اُس عورت پر جو بالوں میں بال ملائے اور جو ملوائے (متفق علیہ) (۶۰۰) کیا فتویٰ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں کہ جماع میں اپنے خاص پانی کو باہر گرا دیا جائے؟ جواب۔ کیا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ کیا تم نے یہ فعل کیا ہے؟ کیا تم اسے کرتے ہو؟ سنو جو جان قیامت تک پیدا ہونے والی ہے وہ تو ہو کر ہی رہیگی (متفق علیہ) (۶۰۱) صحیح مسلم میں اس سوال کا جواب یوں ہے تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ایسا نہ کرو اللہ تعالیٰ نے جس جان کا قیامت تک پیدا ہونا لکھ دیا ہے وہ تو پیدا ہو کر ہی رہیگی۔ (۶۰۲) اسی سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہر ایک پانی سے اولاد نہیں ہوا کرتی اور جب اللہ کسی کو پیدا کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا (۶۰۳) یا رسول اللہ میری لونڈی ہے میں اُس سے مباشرت کرتا ہوں لیکن عین موقعہ پر اپنا پانی باہر ڈال دیتا ہوں کیونکہ مجھے اس کا حمل سے ہو جانا ناپسند ہے اور جو خواہش مردوں کی ہے وہ بھی ہے میں نے سنا ہے کہ یہودی کہتے ہیں ایسا کرنا زندہ درگور کرنے کا چھوٹا فرد ہے۔ آپ نے فرمایا یہودی بکتے ہیں اگر اللہ کسی کو پیدا کرنا چاہیگا تو تُو اسے دفع نہیں کر سکتا یہ دونوں جوابات مسند احمد و ابو داؤد میں ہیں (۶۰۴) ایک شخص نے آکر اپنی لونڈی سے اسی کام کے کرنے کا ذکر آپ سے کیا آپ نے فرمایا یہ

جماعت کہتی ہے کہ حدیث میں یہ تو ہے ہی نہیں جس سے اس عورت کا حرام کار ہونا ثابت ہوتا ہو اس میں تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ چھونے والے کے اور اس پر ہاتھ رکھنے والے کے ہاتھ کو نہیں جھٹکتی وغیرہ پس اس میں ایک قسم کی نرمی ہے نہ یہ کہ وہ بدکار ہو لیکن چونکہ خطرہ ہے کہ کہیں اس سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اس لئے اُسے الگ کر دینے کا سرکارِ نبوت سے حکم ہوا کہ کیوں شک شبہ میں پڑے جب معلوم ہوا کہ میاں اپنی اس بیوی پر فریفتہ ہیں اور اس کی جدائی پر صبر نہ کر سکیں گے تو آپ نے اس کے روک رکھنے میں ہی مصلحت سمجھی اور اسی کو چھوڑ دینے پر ترجیح دی کیونکہ وہ اس کے ہاتھ لگانیوالے کے ہاتھ سے اپنے تئیں نہ بچانے کو مکروہ سمجھتا تھا پس آپ نے اُسے نکاح باقی رکھنے کو فرمایا انشاء اللہ سب مسلکوں میں راجح مسلک یہی ہے واللہ اعلم۔ (۶۲۳) ایک عورت آپ سے کہتی ہیں کہ میرے خاوند نے مجھے تیسری طلاق دیدی اس کے بعد میں نے اور شخص سے نکاح کر لیا وہ میرے پاس آیا لیکن اس کے پاس مثل کپڑے کے پھندنے کے ہی ہے پس وہ مجھ سے بجز ایک مرتبہ کے قریب ہی نہیں ہوا نہ وہ کامیابی کے ساتھ کچھ کر سکا ہے تو کیا میں اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گئی؟ آپ نے فرمایا تم اپنے اگلے خاوند کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتیں جبتک دوسرا خاوند تجھ سے لطف اندوز نہ ہو اور تو اس سے (متفق علیہ)

(۶۲۴) نسائی شریف میں ہے کہ یا رسول اللہ ایک عورت کو تین طلاقیں ہو گئیں اس نے اور شخص سے نکاح کر لیا وہ وداع کر کے اپنے گھر لے گیا دروازہ بند کیا پردے ڈال دیئے پھر دخول سے پہلے ہی طلاق دیدے تو کیا وہ عورت اپنے اگلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی؟ جواب دیا کہ جب تک دوسرا اُس سے صحبت نہ کر لے پہلے کے لئے حلال نہ ہو گی۔ (۶۲۵) یا رسول اللہ ادھار لیا ہوا سانڈ کون ہے؟ فرمایا حلالہ کرنے والا اللہ کی لعنت ہے حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کرانے والے پر (ابن ماجہ) (۶۲۶) ایک عورت حضورؐ سے نعمتوں کے باوجود ناشکری کرنے والے کی نسبت دریافت کرتی ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ کیا ایسا ناممکن ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے رنڈاپے کے دن اپنے ماں باپ کے گھر جس طرح کاٹ رہی ہو پھر خداوند کریم اس کا جوڑا کہیں لگا دے وہاں اُسے مال بھی ملے اولاد بھی ہو پھر کسی بات پر غصے ہو جائے اور اپنے خاوند سے کہدے کہ میں نے تو اس مردوے سے کبھی سکھ کی گھڑی نہیں دیکھی (مسند احمد)

(۶۲۷) یا رسول اللہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیدی ہیں آپ مارے غصے کے کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے میری موجودگی میں ہی کتاب اللہ کے ساتھ کھیل ہونے لگا یہانتک کہ ایک صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے حکم دیجئے کہ میں اسے قتل کر دوں (نسائی) (۶۲۸) حضرت رکانہ بن عبد یزیدؓ نے جو بنی المطلب میں سے تھا اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دیدیں پھر بڑے ہی نادم ہوئے ان سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تو نے طلاقیں کیسے دیں؟ انھوں نے کہا تین دیدی ہیں فرمایا ایک ہی مجلس میں؟ کہا ہاں فرمایا پھر تو یہ تینوں ایک ہی ہیں اگر تو چاہے تو رجوع کر لے چنانچہ انھوں نے رجوع کر لیا۔ پس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہی تھا کہ ہر طہر میں ایک طلاق ہو (مسند احمد) یہ حدیث بروایت مولیٰ ابن عباس مسند میں مروی ہے سند سے جسے امام احمد صحیح مانتے ہیں اور اس سے دلیل لیتے ہیں اور اسی طرح امام ترمذیؒ بھی (۶۲۹) عبدالرزاق میں ہے کہ عبد یزید نے ام رکانہ کو طلاق دیدی اور قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے نکاح کر لیا یہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ یہ تو مجھے وہی فائدہ دیتا ہے جو فائدہ میرے سر کا یہ بال دیسکتا ہے تو آپ مجھ میں اور اس میں تفریق کرا دیجئے آپ کو حمیت آگئی اور رکانہ اور اس کے بہن بھائیوں کو یعنی عبد یزید کے بچوں کو بلا کر اپنے ہم مجلس سے دریافت فرمایا کہ بتلاؤ ان میں سب میں تم عبد یزید کی شبیہ پاتے ہو یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں بیشک یہ اسی کی اولاد ہے آپ نے اُس وقت حضرت عبد یزیدؓ سے فرمایا تم اسے طلاق دیدو انھوں نے دیدی حکم دیا کہ اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں تو اُسے تین طلاقیں دے چکا ہوں آپ نے فرمایا مجھے علم ہے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس سے رجوع کر لو پھر آپ نے قرآن کی آیت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ الخ کی تلاوت فرمائی یعنی اے نبیؐ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو اُن کی معیادِ عدت میں دو۔ ابوداؤد میں ایک اور سند سے ابن اسحاق کی متابعت بھی آئی ہے۔ ابن اسحاق سے صرف خوفِ تدلیس ہے وہ جب حدثنا کے لفظ سے روایت کرتے ہیں تو وہ تدلیس کا خوف بھی جاتا رہا یہی ان کا اپنا فتویٰ ہے اور ابن عباسؓ کا مذہب بھی دو روایتوں میں سے ایک میں یہی ہے آپ سے یہ صحیح سند سے مروی ہے اور یہ بھی صحت کو پہنچا ہے کہ آپ تینوں کو مانتے تھے حضرت عمرؓ کی موافقت کرتے تھے یہ بھی اپنی جگہ صحت کو پہنچ چکا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں۔ اکثر اہل علم نے یہ نہیں لیا۔ ان کا عمل اُن حدیثوں پر ہے جن میں حرمت کرنے والی رضاعت کو دودھ چھوٹنے سے پہلے کی عمر کے ساتھ مقید کیا ہے اور صغر سنی کے ساتھ اور دو سال سے پہلے کے ساتھ اس میں کئی وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ یہ حدیثیں بکثرت ہیں اور سالم کی حدیث ایک ہی ہے، دوسرے یہ کہ سوائے حضرت عائشہؓ کے اور سب امہات المومنینؓ منع کی طرف ہیں تیسرے یہ کہ احتیاط منع ہی میں ہے چوتھے یہ کہ بڑے آدمی کی رضاعت نہ تو خون پیدا کرتی ہے نہ اس سے ہڈی ہوتی ہے۔ پس بعضیت جو باعث ہے حرمت کی اس سے حاصل نہیں ہوتی۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے یہ حکم حضرت سالمؓ کے ساتھ ہی مخصوص ہو کیونکہ ان کے واقعہ کے سوا کسی اور میں نہیں ہے۔ اور ایک وجہ سنئے حضرت عائشہؓ کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہیں وہاں ایک شخص کو بیٹھا پاتے ہیں آپ پر یہ گراں گذرتا ہے اور آپ ناراض ہو جاتے ہیں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں یا رسول اللہ یہ میرے دودھ بھائی ہیں آپ نے فرمایا رضاعی بھائیوں کو اچھی طرح جان پہچان لو رضاعت وہی معتبر ہے جو دودھ پینے کے زمانے میں ہو یہ لفظ مسلم شریف کے ہیں۔ ان چھ وجہوں کے سوا حضرت سالم والے قصے میں ایک اور مسلک بھی ہے وہ یہ کہ یہ بیان ضرورت کیلئے تھا سالم حضرت حذیفہؓ کے لے پالک لڑکے تھے انھوں نے ہی ان کی پرورش کی تھی ان کا آنا جانا ضروری تھا تو جہاں کوئی ایسی ہی صورت ضرورت کی آپڑے وہاں تو ایسا اجتہادی مسئلہ چل جائے گا۔ کیا عجب کہ یہی مسلک سب سے زیادہ قوی ہو ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی جانب مائل تھے واللہ اعلم

(۶۱۴) حضورؐ سے کہا گیا کہ آپ حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی سے نکاح کرلیں تو آپؐ نے جواب دیا کہ وہ مجھے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہیں رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہو جاتے ہیں۔ (مسلم ۶۱۵) حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار نبوت میں عرض کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ایک حبشن اب آئی ہیں کہتی ہیں کہ میں نے تم دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے یا رسول اللہ وہ جھوٹی ہے آپ نے اُن سے منہ پھیر لیا انھوں نے پھر کہا حضورؐ وہ **غلط بیانی** کر رہی ہے آپؐ نے فرمایا اب کیسے اس سے ملو گے جبکہ وہ کہہ رہی ہے کہ اُس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اب تم اس عورت کو چھوڑ دو چنانچہ انھوں نے اُسے الگ کر دیا اور اس نے دوسری جگہ اپنا نکاح کر لیا (مسلم) دارقطنی میں ہے کہ اُسے الگ کر دو تیرے لئے اب اس میں کوئی بھلائی نہیں +

(۶۱۶) یا رسول اللہ میں دودھ پلائی کا حق کیسے اتاروں؟ فرمایا ایک جان آزاد کرکے غلام ہو یا لونڈی۔ (یعنی غلام یا لونڈی خرید کر اپنی دایہ کو دے دے) (ترمذی وصححہ)

(۶۱۷) یا رسول اللہ یہ مسئلہ تو بتلائیے کہ رضاعت کے بارے میں کن کی گواہی جائز ہے؟ فرمایا ایک مرد کی یا ایک عورت کی (مسند احمد) +

فصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طلاق کے بارے میں فتوے

(۶۱۸) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ میرے بیٹے عبداللہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دیدی ہے آپ نے اُسے لوٹا لینے کا حکم فرمایا اور فرمایا پھر اُسے رکھے یہانتک کہ پاک ہو جائے پھر جب اُسے حیض آئے اور اس سے پاک ہو جائے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو طلاق دیدے۔ (۶۱۹) ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی **بیوی کی** بدزبانی بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اُسے طلاق دیدو (۶۲۰) وہ کہنے لگے یا حضورؐ مدت سے میرے پاس ہے اُس سے مجھے اولاد بھی ہے فرمایا پھر اُسے نصیحت کرو سمجھاؤ اگر اس میں خیر ہے تو مان لیگی اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارو جیسے کوئی اپنی لونڈی کو مارتا ہو (مسند احمد)

(۶۲۱) یا رسول اللہ میری بیوی کسی چھونے والے ہاتھ کو لوٹاتی نہیں فرمایا پھر اگر تو چاہے تو اس کے بدلے کسی اور سے نکاح کرلے ایک روایت میں ہے کہ اُو سے طلاق دیدے (۶۲۲) وہ کہنے لگا حضورؐ مجھے خوف ہے کہ پھر اس کی محبت میں میں پریشان نہ پھروں؟ فرمایا پھر اس سے نفع اٹھاتا رہ۔ اس متشابہ حدیث کے برخلاف بہت سی محکم اور صریح حدیثیں ہیں جن میں بدکار عورتوں سے نکاح کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ اب اس حدیث کے مطلب میں بھی بہت سے مسلک ہیں ایک تو یہ کہ نہ چھونے والے ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات کے لئے پھیلانے والا ہے نہ کہ فاحشہ کے لئے۔ دوسرا مسلک یہ ہے کہ دوام کے بارے میں اس بات کا اثر نہیں یہ تو زانیہ سے عقد نکاح باندھنے کے بارے میں ہے جو حرام ہے۔ تیسرا یہ کہ اس موقع پر دو فساد تھے ان میں جو ہلکا تھا اُسے منظور کر لیا گیا دیکھئے پہلے تو آپ نے طلاق کا حکم دیدیا لیکن جب دیکھا کہ یہ اس پر فدا ہے تو ڈر لگا کہ کہیں اس کے بعد ان میں بدکاری نہ ہونے لگے جو اس سے بھی بری چیز ہے اس لئے نکاح کے باقی ہی رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ کیونکہ زنا سے تو بہر حال یہ آسان اور ہلکی چیز ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ثابت ہی نہیں۔ پانچویں

جب تک کہ جو خدا نے فرمایا ہے بجا نہ لاؤ یہ حدیث بالکل صحیح ہے (۶۳۶) یا رسولؐ اللہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو اگر زبان سے نکالے آپ لوگ اُسے کوڑے لگائیں گے اگر وہ اُسی وقت اس کا کام تمام کر دے تو آپ اسے قتل کر دینگے اگر وہ بالکل ہی خاموش رہے تو ظاہر ہے کہ یہ غصہ پی جانے کے قابل نہیں پھر خود ہی دُعا کرنی شروع کر دی کہ خدایا تو فیصلہ فرما اس پر لعان کی آیت اتری اور وہی شخص اس بارے میں مبتلا کیا گیا اور میاں بیوی نے آن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا (مسلم) (۶۳۰) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی کے سیاہ رنگ بچہ ہوا ہے اور ہمارے تو خاندان بھر میں کوئی سیاہ رنگ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا تیرے ہاں اونٹ بھی ہیں؟ اُس نے کہا بہت۔ آپؐ نے فرمایا کس رنگ کے؟ کہا سرخ آپؐ نے پوچھا اُن میں کوئی چت کبرا بھی ہے؟ کہا ہاں۔ پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ کہا ممکن ہے کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو، فرمایا پھر ممکن ہے تیرے لڑکے کو بھی کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو (متفق علیہ) (۶۳۸) لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان آپ نے جدائی کا حکم جاری کر دیا (۶۳۷) اور یہ کہ اب یہ کبھی نہیں مل سکتے عورت مہر لے لیگی (۶۳۸) اس بچے کا جو اُس کے حمل میں ہے باپ سے نسب کٹ جائیگا (۶۳۹) وہ اپنی ماں سے ملا دیا جائیگا (۶۴۰) جو اس بچے کو یا اس کی ماں کو بدکار کہے اس پر شرعی حد لگے گی۔ (۶۴۱) اس کے خاوند پر جس نے لعان کیا ہے کوئی حد نہیں (۶۴۲) نہ اس پر نان نفقہ اور مکان کا خرچ ہے جبکہ فرقت ہو چکی۔ (۶۴۲)

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم آں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا ہے جب تک کہ رمضان شریف نہ گذر جائے ایک رات وہ میری خدمت میں مشغول تھی کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کھل گیا میں بے تاب ہو کر اس سے واقع ہو گیا آپ نے فرمایا ابو سلمہ تم نے ایسا کیا؟ میں نے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ مجھ سے ایسا ہو گیا اب جو خدا کا حکم ہو میں اُسے صبر سے برداشت کرونگا آپ فرمائیے فرمایا ایک غلام آزاد کر میں نے کہا اُس خدا کی قسم جس نے آپ کو رسولِ برحق بنا کر بھیجا ہے کہ سوا اپنی اس گردن کے میں کسی اور گردن کا مالک نہیں (۶۴۳) فرمایا اچھا دو مہینے کے پے درپے روزے رکھو۔ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ جو ہوا ہے وہ روزے سے ہی تو ہوا ہے (۶۴۴) فرمایا اچھا ایک وسق ساٹھ مسکینوں کو کھلا دو میں نے کہا اُس کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنایا ہے کہ رات بھر ہم نے اور میرے سب گھر والوں نے بالکل بھوکوں گذاری ہے ہمارے پاس ایک دانہ اناج کا نہیں (۶۴۵) فرمایا اچھا قبیلہ بنی زُریق کے فلاں صاحب کے پاس جاؤ جو سخی مرد ہیں وہ تجھے دیدینگے تو ایک وسق ساٹھ مسکینوں کو کھلا اور جو بچے وہ تو اور تیرے گھر والے کھالیں میں لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ میں نے تمہارے پاس تو تنگی اور بری رائے پائی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کشادگی اور نیک نظر پائی مجھے آپ نے بھیجا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنا صدقہ مجھے دیدو (مسند احمد) (۶۴۶) حضرت خولہ بنتِ مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے عرض کرتی ہیں کہ ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے ظہار کیا ہے اب وہ شکایت کر رہی ہیں اور حضورؐ ہیں کہ انھیں ٹھنڈا کر رہے ہیں فرماتے جا رہے ہیں کہ اللہ سے ڈرو وہ علاوہ خاوند ہونے کے تیرے چچا کا لڑکا ہے لیکن وہ برابر آپ سے گفتگو جاری رکھتی ہیں یہانتک کہ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ سے کئی آیتوں تک نازل ہوتی ہیں آپ فرماتے ہیں وہ ایک غلام آزاد کریں یہ کہتی ہیں ان کے پاس غلام کہاں؟ (۶۴۷) فرماتے ہیں دو مہینے کے متصل روزے رکھیں کہا وہ بہت بوڑھے معمر آدمی ہیں انھیں روزے رکھنے کی طاقت کہاں؟ (۶۴۸) فرماتے ہیں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیں کہتی ہیں ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں جو کسی کو خیرات دیں۔ اسی وقت آپ کے پاس ایک بورا کھجوروں کا آیا اور آپ نے انھیں دیا انھوں نے کہا اچھا ایک بورا کھجوروں کا انھیں میں اپنے پاس سے اور دوں گی آپ نے فرمایا بہت بہتر جاؤ ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ اور اپنے چچا کے لڑکے کی طرف لوٹ جاؤ (احمد ابو داؤد) مسند میں ہے کہ حضرت خولہؓ کہتی ہیں واللہ میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں سورہ مجادلہ کے شروع کی آیتیں ہیں۔ میں ان کے گھر میں تھی یہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے مزاج میں سختی اور

کہ اس قسم کی تین طلاقیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع زمانے میں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ ہم اگر مخالفین کی سب کچھ دور از کار باتیں بھی تسلیم کر لیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ میں دستور تو یہی تھا کہ تین طلاقیں جو ایک ساتھ دی جائیں وہ ایک ہی شمار ہوتی تھی یہ اور بات ہے کہ آپ تک یہ خبر نہ پہنچی ہو گو یہ سخت تر مشکل ہی نہیں بلکہ قطعاً محال ہے اسلئے کہ آپ کی ساری عمر صحابہ کا یہی فتویٰ رہا۔ حضرت صدیق اکبر کی مبارک خلافت میں پورے وقت تا حیات صدیق اکبرؓ تمام صحابہ کا یہی فتویٰ رہا بلکہ خود رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فتویٰ دیا جیسے کہ آپ ابھی اوپر پڑھ آئے ہیں پس یہ سب آپ کا فتویٰ آپکے اصحاب کا فتویٰ اور اُن کا اجماعی طور پر عمل پس معاملہ تو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح صاف اور بالکل واضح ہو گیا جس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔ رہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی خلافت کے اول زمانے کے بعد تینوں کو تین کر دینا یہ صرف ایسا کرنے والوں کو سزا دینے اور انھیں ایسا کرنے سے روکنے کے لئے تھا اور پھر تھا بھی آپ کا اپنا اجتہاد زیادہ سے زیادہ یہاں بھی ہم مخالفین کی مان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک مصلحت کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم نے تینوں کو جاری کر دینے کو فرمایا تھا لیکن اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ آپ کے زمانے کا عمل صحابہ اور آپکے بعد پوری خلافت صدیقی تک کا صحابہ کا تعامل اور خود فاروق اعظمؓ کی خلافت کے شروع زمانے کا عمل ترک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت جو میں نے کھول دی اب جس کا جو جی چاہے رہے اور کہے اللہ توفیق خیر دے۔ (۶۳۰) کیا فرماتے ہیں اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے زبان سے نکال دیا ہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کر لوں تو اس پر تین طلاقیں ہیں؟ جواب اُس سے نکاح کر لو طلاق نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے نہ کہ نکاح سے پہلے (۶۳۱) کیا فرماتے ہیں آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے بارے میں جس نے کہا ہے کہ جس دن میں فلاں عورت سے نکاح کر لوں تو اس پر طلاق ہے۔ آپ نے فرمایا اُس نے اُسے طلاق دی جس کا وہ مالک نہیں ہوا۔ یہ دونوں حدیثیں دار قطنی میں ہیں (۶۳۲) یا رسول اللہ میری مالکہ نے میرا نکاح اپنی لونڈی سے کرا دیا اب وہ ہم دونوں میں جدائی کرانا چاہتی ہیں تو شرعی حکم کیا ہے؟ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرما کر فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کہ وہ اپنے غلاموں کا نکاح اپنی لونڈیوں سے کر دیتے ہیں پھر انھیں الگ کر دینا چاہتے ہیں؟ سنو طلاق اسی کے ہاتھ میں ہے جو ران تھامتا ہے۔ (دار قطنی) (۶۳۳) ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی عورت سے اپنا دیا ہوا کچھ مال واپس لے کر اُسے الگ کر دوں تو کوئی حرج تو نہیں؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کہا میں نے اس کی مہر میں دو باغ دیئے ہیں جو اب تک اس کے قبضے میں ہیں حضورؐ نے فرمایا لے لو اور اُسے الگ کر دو (ابو داؤد) بخاری شریف میں ہے کہ آپ کی بیوی نے حضورؐ سے شکایت کی تھی اور اُن سے علیحدگی چاہی تھی کہا تھا کہ میں اپنے خاوند قیس کا کوئی عیب تو نہیں بیان کرتی نہ وہ اخلاق میں بُرے ہیں نہ دین داری کے لحاظ سے بد ہیں ہاں میں مسلمان ہو کر ناشکری کو پسند نہیں کرتی آپ نے اُن سے پوچھا کہ پھر کیا تم تیار ہو کہ اُن کا باغ انھیں واپس کر دو کہا ہاں میں بالکل تیار ہوں آپ نے حضرت قیس کو حکم دیا کہ باغ قبول کر لو اور اُسے ایک طلاق دیدو ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت قیسؓ کی بیوی صاحبہ نے یہ بھی کہا تھا کہ میرے دل میں اُن کی طرف سے بے حد نفرت ہے چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اپنا باغ واپس لے لیں اور زیادہ نہ لیں (۶۳۳) نسائی میں ہے کہ انھیں ایک حیض عدت گذارنے کا حضورؐ نے حکم دیا۔ ابو داؤد میں بھی ایک ہی حیض کی عدت کا بیان ہے۔ (۶۳۴) ابن ماجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فتویٰ منقول ہے کہ عورت جب دعویٰ کرے کہ اُس کے خاوند نے اُسے طلاق دی ہے اور ایک گواہ بھی پیش کر دے اور گواہ بھی عادل ہو تو اس کے خاوند کو قسم دی جائے اگر وہ طلاق نہ دینے کی قسم کھالے تو تو شاہد کی شہادت باطل ہو گئی اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کر جائے تو یہ انکار قائم مقام دوسرے گواہ کے ہے اور طلاق ثابت ہے۔ اس کے راوی عمرو بن ابو سلمہ ہیں جن سے امام مسلم بھی اپنی صحیح مسلم میں حدیث لائے ہیں (۶۳۵) یا رسول اللہ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جس نے اپنی بیوی سے کہہ دیا تھا کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے پھر اس کا کفارہ دے اس سے پہلے ہی اُس نے اس سے ہم بستری کر لی آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ چاندنی رات تھی اس کی پنڈلی چمک رہی تھی میں نہ رہ سکا۔ فرمایا خبردار اب قربت نہ کرنا

کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو آپ نے اُنھیں ایک حیض کی عدت بتلائی۔ ترمذی میں ہے کہ انھوں نے حضورؐ کے کے زمانے میں خلع کیا آپ نے انھیں ایک حیض عدت میں رہنے کو فرمایا۔ امام ترمذیؒ اسے صحیح بتلاتے ہیں (۶۶۴) نسائی اور ابن ماجہ میں ربیع سے مروی ہے کہ میں نے اپنے خاوند سے خلع کیا پھر میں حضرت عثمانؓ کے پاس آئی اور دریافت کیا کہ مجھ پر عدت کتنی ہے؟ آپ نے فتویٰ دیا کہ کوئی عدت نہیں لیکن صرف اس صورت میں کہ تو اس سے قریب کے زمانے میں ملی ہو پس تو اس کے پاس ٹھیری رہے یہاں تک کہ ایک حیض آجائے کہتی ہیں کہ آپ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی تابعداری کی جو آپ نے حضرت مریم مغالیہؓ کے بارے میں کیا تھا جو حضرت ثابت بن قیسؓ کے گھر میں تھیں اور ان سے خلع لیا تھا۔

فصل (۶۶۵) حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ ایک لڑکے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لائے گئے حضرت سعدؓ کا تو دعویٰ تھا کہ یہ میرا بھتیجا ہے عتبہ بن ابی وقاص کا لڑکا انھوں نے مجھے وصیت کی ہے کہ یہ اُن کا لڑکا ہے عبد بن زمعہ کا قول تھا کہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر تولد ہوا ہے ان کی لونڈی کے پیٹ سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شبیہ یعنی عتبہ سے ملتی جلتی پائی پھر فرمایا کہ اے عبد یہ تیرا ہے سنو بچہ اس کا ہے جس کا فرش ہو اور زانی کے لئے تو پتھر ہی ہیں اے سودہ تم اس سے پردہ کرنا پس حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو آخری دم تک اس کی شکل ہی نہ دیکھی (متفق علیہ) بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے عبد یہ تیرا بھائی ہے۔ نسائی میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے سودہؓ اس سے پردہ کیا کرو یہ تمہارا بھائی نہیں۔ مسند احمد میں ہے آپ نے فرمایا میراث تو اس کی ہے لیکن تو اس سے پردہ کر یہ تیرا بھائی نہیں۔ پس آپ کا حکم اور فتویٰ یہی ہے کہ بچہ صاحبِ فراش کو ملیگا کیونکہ فراش کے عمل کا موجب یہی ہے اور اس کی مشابہت عتبہ سے بالکل ظاہر تھی اس لئے حضرت سودہؓ کو پردہ کرنے کا حکم دیا اور

اسی وجہ سے ان سے فرمادیا کہ یہ تیرا بھائی نہیں ہاں میراث کے بارے میں بھائی قرار دیا آپ کے فتوے میں ضمناً یہ بات بھی ہے کہ لونڈی فراش ہے اور احکام ایک ہی واقعہ میں شبہ کی وجہ سے جداگانہ ہو سکتے ہیں جیسے کہ رضاعت میں ان کے حصے ہوتے ہیں اور اس کے ثبوت میں بھی اس سے حرمت اور محرمیت ثابت ہو جائے گی لیکن میراث اور نفقہ ثابت نہیں ان دونوں میں وہ لڑکے کے حکم میں نہیں اور جیسے کہ ولد الزنا کہ وہ حرمت میں لڑکے کا حکم رکھتا ہے لیکن ورثے کے بارے میں اس کا یہ حکم نہیں اور بھی اس کی نظیریں بے شمار ہیں پس لازمی ہے کہ اس حکم اور فتوے کو یونہی تسلیم کر لیا جائے اللہ تعالیٰ توفیق خیر عنایت فرمائے آمین! (۶۶۶) ایک عورت آپ سے سوال کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ میری بیٹی کا خاوند مر گیا ہے وہ عدت گذار رہی ہے اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں کیا ہم سرمہ لگا دیں؟ آپ نے دو تین بار منع فرمایا (متفق علیہ) (۶۶۷) حضورؐ کا گرامی فتویٰ ہے کہ عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں اپنے خاوند پر چار مہینے دس دن تک سوگ رکھ سکتی ہے نہ سرمہ لگائے نہ خوشبو ملے نہ رنگا ہوا کپڑا پہنے ہاں جب غسلِ حیض سے فارغ ہو تو قسط یا اظفار کا ٹکڑا رکھ سکتی ہے (۶۶۸) متفق علیہ ابوداؤد اور نسائی میں ہے مہندی بھی نہ لگائے۔ نسائی میں ہے (۶۶۹) چوٹی پٹی نہ کرے۔ مسند احمد میں ہے (۶۷۰) زرد رنگ کپڑا نہ پہنے اور نہ ممشقہ پہنے نہ زیورات پہنے نہ مہندی لگائے نہ سرمہ لگائے (۶۷۱) حضرت ام سلمہؓ ایلوا اپنی آنکھوں پر لگا کر آئیں اس وقت وہ اپنے خاوند حضرت ابو سلمہؓ کے انتقال کی عدت میں تھیں آپ نے اُن سے فرمایا یہ کیا ہے؟ کہا: ایلوا ہے اس میں خوشبو نہیں فرمایا یہ چہرے کو بارونق بنا دیتا ہے۔ صرف رات کو لگا لیا کرو سر خوشبودار تیل سے نہ گوندھو مہندی نہ لگاؤ وہ خضاب ہے (۶۷۲) تو پوچھا کہ پھر سر کس چیز سے صاف کروں؟ فرمایا بیری کے پتوں سے نسائی۔ ابوداؤد میں ہے رات کو لگا لو دن کو چھٹا دو (۶۷۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خالہؓ نے اپنی طلاق کی عدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے

چڑچڑاپن آگیا تھا ایک روز کہیں سے آئے مجھے کچھ کہا میں نے بھی پلٹ کر جواب دیا بس غصے ہوگئے اور کہدیا کہ تو مجھ پر ایسی ہی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ پھر گھر سے چلے گئے دو گھڑی لوگوں میں بیٹھکر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات کرنی چاہی میں نے کہا نہیں نہیں واللہ اب یہ نہیں ہونے کا جبکہ تم اپنی زبان سے اتنی بڑی بات نکال چکے ہو تو اب جب تک اللہ رسول کا حکم نہ معلوم ہو کچھ نہیں ہو سکتا لیکن انھوں نے میری ایک نہ سنی مجھ پر زبردستی کرنے لگے اور دبوچ لیا آخر آپ دبانے تھے تو کمزور بڑی عمر کے میں نے بھی پوری طاقت سے دھکا دیکر گرادیا اور جھٹ گھر سے نکل پڑوس سے کپڑا مانگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچی آپ کے سامنے بیٹھ کر سارا واقعہ بیان کیا اور ان کی بدخلقی کی شکایت کرنے لگی آپ مجھے سمجھانے لگے کہ خویلہ تیرے چچا کے لڑکے ہیں بوڑھے بڑی عمر کے ہیں۔ اللہ سے ڈر جا اُن کا خیال کر میں بھی آپ سے کہتی سنتی ہی رہی یہانتک کہ قرآن اترنا شروع ہوا جو حالت بوقت وحی آپ کی ہو جاتی تھی وہی ہو گئی جب وحی ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا خویلہ تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے پھر آپ نے قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ سے وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ تک پڑھ سنایا اور فرمایا اُسے کہو کہ ایک غلام آزاد کریں وغیرہ جو تفسیر اوپر بیان ہو چکا۔ ابن ماجہ میں حضرت خولہؓ کے بیان میں یہ بھی ہے کہ یا رسولؐ اللہ وہ میرا شباب کھا گئے میرا پیٹ نچوڑ لیا جب میں بڑھیا ہو گئی اولاد ہونی بند ہو گئی تو جھٹ سے مجھے ماں کے برابر کہہ کر مجھ سے ظہار کر لیا الٰہی میرا شکوہ تیری طرف ہے میں تیری عدالت میں فریادی ہوں یہی چیخ پکار کرتی رہی یہانتک کہ جبرئیل یہ آیتیں لیکر اترے۔

فصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدت کے بارے کے فتوے

(۶۶۰) حضرت سُبیعہ اسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خاوند کے انتقال پر جبکہ انھیں بچہ تولد ہوگیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ بچہ ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں۔ اب اگر تم چاہو تو اپنا نکاح بھی کر سکتی ہو۔ بخاری شریف میں ہے کہ اُن سے حضورؐ کا یہ فتویٰ پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے آپ نے بچہ ہو جانے کے بعد نکاح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے (۶۶۱) حضرت ام کلثوم بنت عقبہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں حالتِ حمل میں ایک روز اپنے خاوند سے کہنے لگیں کہ صرف میرا دل بہلانے کے لئے مجھے ایک طلاق دیدیجئے انھوں نے دیدی پھر نماز کے لئے گئے آئے تو یہاں بچہ پیدا ہو گیا تھا کہنے لگے تو نے میرے ساتھ دھوکہ کیا اللہ تجھ سے دھوکہ کرے پھر آکر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا اب کیا ہو سکتا ہے کتاب اپنے وقت کو پہنچ چکی اب تو مانگا ڈالو اور قبول کرے تو نکاح کر سکتے ہو (ابن ماجہ) (۶۶۲) حضرت فُریعہ بنت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے پوچھتی ہیں کہ ہمارے غلام بھاگ گئے تھے اُن کے ڈھونڈنے کے لئے میرے خاوند گئے قدوم کے پاس وہ انھیں مل گئے لیکن سب نے مل کر انھیں قتل کر ڈالا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے میکے چلی جاؤں میرے خاوند نے میرے رہنے سہنے کا کوئی مکان بھی نہیں چھوڑا نہ کھانے پینے کی کوئی چیز چھوڑی ہے حضورؐ نے فرمایا ہاں تم جا سکتی ہو جب وہ لوٹ کر حجرے میں یا مسجد میں پہنچیں تو حضورؐ نے انھیں بلایا یا بلوایا اور فرمایا تم نے کیا پوچھا تھا؟ انھوں نے دوبارہ اپنا سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا اپنے گھر میں ہی ٹھیری رہو یہانتک کہ عدت پوری ہو جائے چنانچہ انھوں نے وہیں چار ماہ دس دن گذارے۔ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ نے قاصد بھیجکر اُن سے اس فتوے کو دریافت کیا انھوں نے کہہ سنایا حضرت عثمانؓ نے اسی کی اتباع کی اور اسی پر فیصلہ صادر فرمایا۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے سنن میں موجود ہے۔ (۶۶۳) نسائی میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی اور جمیلہ بنتِ عبداللہ بن اُبی نے جب اپنے خاوند سے خلع لیا تو انھیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حیض تک عدت گذارنے کو فرمایا اور حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں میں چلی جائیں۔ ابوداؤد۔ اور ترمذی میں ہے

اس حکم سے بھی ثابت ہوتی ہے جو ابوداؤد میں ہے کہ (۶۸۰) مہمانی کی رات ہر مسلمان پر فرض ہے جس کے ہاں کوئی مسافر آئے اور صبح تک کھانے سے محروم رہے تو یہ اس کا قرض اس پر ہے اگر چاہے وصول کرے چاہے چھوڑ دے۔ اور روایت میں ہے جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے ان پر اس کی ضیافت ضروری ہے اگر وہ اُسے نہ کھلائیں تو یہ بقدر اپنی مہمانی کے انھیں سزا دیسکتا ہے۔ الغرض مہمان بھی اپنا حق مہمانی جبراً وصول کرسکتا ہے ہاں اگر سبب ثبوت ظاہر نہ ہو تو پھر اُسے یہ حق حاصل نہیں جیسے کہ (۶۸۱) رسول کریم علیہ افضل الصلواۃ والتسلیم کا ارشاد ہے کہ جو تجھ سے امانت داری کرے تو بھی اُس سے امانت داری کر اور جو تجھ سے خیانت کرے تو اس کی خیانت نہ کر۔ (۶۸۲) کیا فرماتے ہیں اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے سب سے بہتر سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ الجواب۔ تیری ماں۔ (۶۸۳) سوال۔ اس کے بعد پھر کون ہے؟ جواب۔ پھر بھی تیری ماں (۶۸۴) سوال۔ پھر کون؟ جواب پھر تیرا باپ (متفق علیہ) صحیح مسلم میں (۶۸۵) ہے پھر ان کے بعد جو سب سے زیادہ قریبی ہو پھر جو اس کے بعد نزدیکی رشتے دار ہو۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ تین چوتھائیاں سلوک اور نیکی کی ماں کے لئے ہیں اور بھی فرمان ہے کہ اطاعت گذاری باپ کی چاہئے۔ اور سلوک کی تین چوتھائیوں کی مستحق ماں ہے۔ (۶۸۶) مسند احمد کی حدیث میں ہے ماں باپ کے بعد پھر قریبی رشتے دار اور وہ بھی اپنے رشتے کے اعتبار سے (۶۸۷) کیا فرماتے ہیں سچے مفتی اللہ کی تعلیم پھیلانے والے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں کس سے نیکی اور سلوک کروں؟ جواب اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بہن سے اپنے بھائی سے اور اپنے غلام سے جو تیرا اپنا ہے یہ حق واجب ہے اور رشتے داریاں ملا اور صلہ رحمی کرنا۔

فصل پرورش کے بارے میں امام الانبیا خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے فتوے

اس میں آپ کے پانچ فیصلے ہیں (۶۸۸) ایک تو یہ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کو آپ نے ان کی خالہ کی پرورش میں دیا جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور فرمایا بھی کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خالہ گویا ماں ہے گو اس نے نکاح بھی کرلیا ہو تاہم پرورش اسی کی رہے گی جبکہ اس کی بھانجی بچپن کی عمر میں ہو۔ (۶۸۹) دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ ایک صاحب اپنے نابالغ چھوٹے بچے کو لیکر حضورؐ کے پاس آئے اس کی ماں بھی ساتھ تھی دونوں میں اس کی بابت جھگڑا تھا آپ نے باپ کو ایک طرف بٹھایا ماں کو دوسری جانب بٹھایا اور بچے کو ان دونوں میں سے ایک کے پاس چلے جانے کو فرمایا اور دعا کی کہ خدایا اسے بھلی راہ دکھا چنانچہ بچہ ماں کے پاس چلا گیا۔ یہ حدیث مسند احمد میں ہے (۶۹۰) تیسرا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ان کی ایک لڑکی تھی جس کا دودھ ہی چھٹا تھا یا اس کے قریب عمر تھی ماں اسے اپنی پرورش میں لینا چاہتی تھی اور باپ اپنی پرورش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایک ایک کونے میں الگ الگ بٹھا کر فرمایا کہ تم دونوں اسے بلاؤ جس کے پاس یہ آجائے اسی کی پرورش میں رہے چنانچہ دونوں نے بلایا بچی اپنی ماں کی طرف جھکی آپ نے اس کی ہدایت کی دعا کی تو اپنے باپ کی طرف مائل ہوگئی اور انھوں نے لے لیا یہ حدیث بھی مسند میں ہے (۶۹۱) چوتھا فیصلہ یہ ہے کہ سرکارِ نبوت میں ایک عورت دعویٰ کرتی ہے کہ میرا خاوند میرے لڑکے کو لیجانا چاہتا ہے۔ وہی ابوعنبہ کے کنوے سے مجھے پانی لادیتا ہے اور بھی مجھے نفع پہنچاتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں اس پر قرعہ ڈال لو۔ اس کا باپ بگڑ کر کہنے لگا کہ کون ہے جو مجھ سے میرے بچے کو دور کرے آپ نے اس بچے کو فرمایا یہ ہے تیرا باپ اور یہ ہے تیری ماں ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ تھام لے۔ اس نے اپنی ماں کی انگلی تھام لی اور وہ اُسے لے گئی ملاحظہ ہو ابوداؤد شریف۔ (۶۹۲) پانچواں فیصلہ یہ ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک عورت آکر کہتی ہے کہ یہ میرا بچہ ہے میرا پیٹ اس کا برتن ہے میری چھاتی اس کی مشک ہے میری گود اس کا گہوارہ ہے اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور اُسے بھی مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تک تو نکاح نہ کر اس کی زیادہ حقدار تو ہی ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد میں مذکور ہے۔ پس یہ کل پانچ فیصلے

باغ کے درختوں سے کھجوریں اتارنے کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا ہاں جاؤ کھجوریں اتار لاؤ ممکن ہے صدقہ دو یا اور کوئی نیک کام کرو (مسلم)

فصل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فتوے جو عدت والی عورت کی خوراک پوشاک کی بابت ہیں

(۶۷۴) حضرت فاطمہ بنتِ قیسؓ کو اُن کے خاوند نے طلاقِ بتہ دی انھوں نے عدالتِ محمدی میں مکان اور خرچ کا دعویٰ کر دیا لیکن وہاں سے دعویٰ خارج کر دیا گیا۔ اور فرمایا گیا کہ مکان اور خوراک کی مستحق وہ مطلقہ عورت ہے جس سے رجوع کا حق باقی ہو جب حقِ رجعت نہیں تو مکان اور خوراک بھی نہیں۔ انھیں تیسری طلاق ملی تھی۔ ان کے خاوند ابو عمرو بن حفصؓ حضرتِ علی کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ یمن گئے تھے وہیں سے ایک طلاق آخری جو باقی تھی بھجوا دی تھی اور عیاش بن ابی ربیعہ اور حارث بن ہشام کو حکم دیا تھا کہ اُسے خرچ دے دیں لیکن ان دونوں نے کہا کہ یہ خرچ کی مستحق اس وقت نہیں جب حمل سے ہو نہیں انھوں نے حضورؐ سے ذکر کیا آپ نے یہی فیصلہ دیا کہ وہ خرچ کی مستحق نہیں (۶۷۵) پھر انھوں نے آپ سے مکان کی تبدیلی کی درخواست کی؟ آپ نے اجازت دیدی اس نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کہاں جاؤں؟ فرمایا ابنِ امّ مکتومؓ نابینا کے ہاں وہاں کبھی کپڑے اتارے ہوئے ہو تو بھی حرج نہیں اس لئے کہ اُن کی آنکھیں نہیں ان کی عدت پوری ہو جانے کے بعد آپ نے اُنھیں حضرت اسامہ بن زیدؓ کے نکاح میں دیدیا۔ مروان نے اپنے زمانے میں اُن کے پاس اس واقعہ کی تحقیق کے لئے قبیصہ بن ذویب کو بھیجا انھوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا اس نے کہا ہم یہ واقعہ صرف ایک عورت کی زبانی ہی سن رہے ہیں پھر ہم اس بچاؤ کے طریقے کو کیسے چھوڑ دیں؟ جس پر ہم نے سب کو پایا ہے۔ جب مروان کی یہ بات حضرت فاطمہؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا آؤ میرے اور تمہارے درمیان قرآن ہے جنابِ باری کا فرمان ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ فرمانے لگیں یہ اُن کے لئے ہے جسے مراجعت کا موقعہ ہو لیکن تین طلاقوں کے بعد تو کوئی نیا کام ہونے کی امید ہی نہیں (۶۷۶) حضورؐ کا فتویٰ ہے کہ مردوں پر عورتوں کا حق ہے کہ دستور کے مطابق اچھی طرح کھلائیں پلائیں پہنائیں اڑھائیں (۶۷۷) یا رسولؐ اللہ آپ ہمیں ہماری عورتوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا جو کھاؤ اُسی میں سے کھلاؤ جو پہنو اس میں سے پہناؤ انھیں مارو مت انھیں گالی گلوچ نہ کرو (مسلم) (۶۷۸) ابو سفیان کی بیوی ھند آپ سے پوچھتی ہیں کہ ابو سفیان بخیل آدمی ہے مجھے اور میرے بچوں کو کفایت کرے اتنا دیتا نہیں ہاں اس کی بے خبری میں لے لوں تو اور بات ہے فرمایا مطابقِ دستور جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو اتنا لے لیا کر (متفق علیہ) اس فتوے میں بہت سے امور ضمناً آگئے ہیں ایک تو یہ کہ عورت کے لئے کوئی نفقہ مقرر نہیں یہ مطابقِ دستور و رواج ہوگا اس کا اندازہ کوئی مقرر نہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا کوئی تقرر ہوا نہ صحابہؓ کے زمانے میں نہ تابعین کے نہ تبع تابعین کے دوسرے یہ کہ خرچ بیوی کا بھی بچے کے خرچ کی قسم میں سے ہے دونوں اچھائی سے مطابقِ چلن اور دستور ہوں گے تیسرے یہ کہ اولاد کا خرچ صرف باپ پر ہے چوتھے یہ کہ خاوند بیوی کو باپ اولاد کو جب حسبِ دستورِ زمانہ و وسعت خرچ نہ دے تو یہ اپنی حاجت کے مطابق لے سکتے ہیں پانچویں یہ کہ جب تک عورت اپنی حاجت کے مطابق نان نفقہ خاوند کے کسی مال سے کسی طرح لے سکتی ہے اُسے اختیارِ فسخ نہیں۔ چھٹے یہ کہ جو حقوق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے مقرر نہیں فرمائے ان کا فیصلہ عرف اور دستور اور حالت پر ہے ساتویں یہ کہ شکایت کرنے والا جب کسی کی بات بیان کرے تو وہ غیبت میں داخل نہیں نہ وہ اس سے گنہگار ہوتا ہے نہ سننے والے پر کوئی گناہ ہے۔ آٹھویں یہ کہ جس شخص پر دوسرے کا کوئی واجبی حق ہو اور اس کا سببِ ثبوت بھی بالکل ظاہر ہو اُس مستحق کو حق ہے کہ جب قدرت پائے جس پر اُس کا حق ہے اُس کا ہاتھ تھام لے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ھندؓ کو حکم دیا (۶۷۹) یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ناک کے اوپر کا حصہ ہی کاٹ دیا جائے تو آدھی دیت ہے (۱۳ء) آنکھ کی بابت آپ نے آدھی دیت مقرر فرمائی ہے پچاس اونٹ یا ان کی قیمت سونے سے ہو یا چاندی سے یا ایک سو گائیں یا ایک ہزار بکریاں (۱۴ء) پیر کی دیت بھی آپ نے آدھی مقرر فرمائی (۱۵ء) ہاتھ کی دیت بھی اتنی ہی مقرر فرمائی (۱۶ء) دماغ تک پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت کا فیصلہ کیا۔ (۱۷ء) ہڈی توڑنے والی چوٹ میں پندرہ اونٹ کا (۱۸ء) گوشت سے ہڈی ظاہر کرنے والی چوٹ میں پانچ اونٹ کا۔ (۱۹ء) ہر ہر دانت کے بارے میں بھی پانچ پانچ اونٹ کا (مسند احمد)

(۲۰ء) فیصلہ نبوی ہے کہ دیت کے اعتبار سے سب دانت برابر ہیں۔ دانت ہو کچلی ہو ڈاڑھ ہو سب کی ایک دیت ہے (مسند احمد) (۲۱ء) رسول اکرم پیغمبر محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ انگلیاں سب برابر ہیں ہاتھ کی ہوں یا پاؤں کی ہر ایک کی دیت دس دس اونٹ ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بتلاتے ہیں (۲۲ء) آپ فیصلہ کرتے ہیں کہ بھینگی آنکھ جو اپنی جگہ ہو جبکہ مٹا دی جائے تو تہائی دیت ہے (۲۳ء) جو ہاتھ شل ہو وہ جب کاٹ دیا جائے تو اس کی بھی تہائی دیت ہے (ابوداؤد) (۲۴ء) آپ کا فیصلہ ہے کہ زبان کی پوری دیت ہے (۲۵ء) دونوں ہونٹ کی پوری دیت ہے (۲۶ء) دونوں بیضوں کی پوری دیت ہے (۲۷ء) ذکر کی پوری دیت ہے (۲۸ء) پیٹھ کی پوری دیت ہے (۲۹ء) دونوں آنکھوں کی پوری دیت ہے (۳۰ء) ایک پاؤں کی پوری دیت ہے (۳۱ء) مرد عورت کو قتل کر دینے کے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا (نسائی) (۳۲ء) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہے تیس دو سالہ اونٹنیاں تیس تین سالہ اونٹنیاں تیس چار سالہ دس تین سالہ اونٹ (نسائی) (۳۳ء) ابوداؤد میں ہے بیس دو سال کی اونٹنیاں اور بیس دو سال کے اونٹ اور بیس تیسرے سال میں لگی ہوئی اونٹنیاں اور بیس پانچ سال کے اونٹ اور بیس چار سال کے اونٹ (۳۴ء) آپ کا فیصلہ ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر بارادۂ قتل کسی کو مار ڈالے تو وہ مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا جائے گا اگر وہ چاہیں اسے قتل کر دیں اگر چاہیں دیت لے لیں دیت تیس چار سالہ اونٹ ہیں اور تیس پانچ سالہ اونٹ ہیں اور چالیس نو سال سے اوپر کے اونٹ ہیں اور جس چیز پر وہ آپس میں اتفاق و صلح کر لیں وہ ان کے لئے ہے اسے امام ترمذی نے ذکر کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے (۳۵ء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے کہ اونٹ والوں پر دیت کے ایک سو اونٹ ہیں گائے والوں پر دو سو گائیں بکریوں والوں پر ایک ہزار بکریاں کپڑے والوں پر دو سو حلے (ابوداؤد) (۳۶ء) سرکار نبوت کا قانون ہے کہ عورت کی دیت بھی مرد کی دیت کی طرح ہے یہاں تک کہ اس کی دیت کی تہائی کو پہنچ جائے۔ (نسائی) (۳۷ء) سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ قانون ہے کہ اہل ذمہ کی دیت مسلمانوں کی دیت سے آدھی ہے (نسائی) (۳۸ء) ترمذی میں ہے کہ کافر کی دیت مومن کی دیت سے آدھی ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اکثر اہل حدیث ایسی حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں (۳۹ء) ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیت کی قیمت آٹھ سو دینار تھی (۴۰ء) درہم کے حساب سے آٹھ ہزار درہم (۴۱ء) اہل کتاب کی دیت آپ کے زمانے میں مسلمانوں سے آدھی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کی دیت کی قیمت بڑھا دی گئی کفار کی دیت کی قیمت وہی رہی۔ (۴۲ء) ایک عورت کو دوسری نے مارا وہ حاملہ تھی اس کا بچہ کچا ہی گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ ایک غلام یا ایک لونڈی مارنے والی اس عورت کو خرید کر دے (۴۳ء) پھر وہ عورت جس کے اوپر فیصلہ کیا گیا تھا وہ مر گئی تو آپ نے فیصلہ کیا کہ اس کی میراث اس کے بچوں کو اور خاوند کو ملے گی اور دیت کے ذمے دار اس کے عصبہ ہیں (متفق علیہ) (۴۴ء) دو عورتیں آپس میں لڑیں دونوں خاوند والیاں تھیں ایک نے دوسری کو مار ڈالا تو آپ نے دیت تو اس کے عصبہ پر رکھی اور اس کے خاوند اور اولاد کو اس سے بری کیا ہاں میراث انہیں دلوائی تو انہوں نے کہا اس کی میراث ہمیں ملنی چاہئے آپ نے فرمایا نہیں اس کی میراث اس کے خاوند اور اس کی اولاد کو ملے گی۔ (ابوداؤد) (۴۵ء) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام چیخ پکار کرتا ہوا حاضر ہوا آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میرے مالک نے مجھے دیکھ لیا کہ میں اس کی لونڈی کا بوسہ لے رہا ہوں تو اس نے میرے بیضے اور عضو کاٹ دیا آپ نے فرمایا جاؤ اس کے مالک کو حاضر کرو۔ لوگوں نے ہر چند اسے

اور فتوے حضانت اور بچوں کی پرورش کے بارے میں ایسی صورتوں میں ہیں انہی پر پرورشِ اولاد کے تمام احکام کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم نیک توفیق اور اصابتِ رائے کے طالب ہیں ٭ ٭ ٭

فصل بدلے قصاص وغیرہ کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۶۹۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ جو کسی کو قتل کرنے کا حکم دے (۶۹۴) اور اس کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ جو کسی کو قتل کردے؟ جواب - عذابِ دوزخ کے ستر حصے ہیں جن میں سے ایک کم ستر تو حکم دینے والے کیلئے اور ایک قتل کرنے والے کے لئے (مسند احمد) (۶۹۵) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے فرمایا اُسے لے جا اور جیسے اس نے تیرے بھائی کو قتل کیا ہے تو بھی اُسے قتل کر ڈال۔ باہر جا کر وہ کہنے لگا اے شخص اللہ سے ڈر مجھے معاف کر اس میں تجھے بڑا اجر ملیگا اور قیامت کے دن بھی تیرے حق میں بہتر ہوگا اُس نے اُسے معاف کر دیا اور آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبر دی کہ اس طرح اس نے کہا اور میں نے اس سے درگذر کر لیا آپ نے فرمایا یہ اس سے بہتر ہوا کہ قیامت کے روز وہ اپنے خون کا دعویٰ کرتا اور کہتا کہ خدایا اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟ (۶۹۶) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے مجھے تلوار مار کر میرے دونوں بازو کاٹ دیئے ہیں لیکن جوڑ سے نہیں کٹے آپ نے اُسے دیت دینے کا حکم دیا اس نے کہا میں تو قصاص چاہتا ہوں آپ نے فرمایا دیت لے لے اللہ تجھے برکت دے اور آپ نے قصاص کا فرمان نہیں دیا (ابن ماجہ) (۶۹۷) دارقطنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتویٰ ہے کہ جب ایک شخص پکڑے رہے اور دوسرا قتل کردے تو قاتل کو تو قتل کیا جائے گا اور پکڑ رکھنے والے کو قید کیا جائے گا (۶۹۸) ایک یہودی نے ایک لونڈی کا سر پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے اسے کچل دیا وہ مرگئی آپ نے اُس کے بارے میں فیصلہ فرمایا کہ اسی طرح دو پتھروں کے درمیان اس کا سر بھی کچل کر اسے مار ڈالا جائے (بخاری مسلم) (۶۹۹) جو قتل مشابہ ہو قصداً قتل کرنے کے اس کی دیت بھی آپ نے سخت رکھی مثل قتلِ عمد کے ہاں یہ قاتل قتل نہ کیا جائے گا (ابوداؤد) (۷۰۰) جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہو اور بوجہ کسی ضرب کے وہ گر پڑے اس کی بابت حضورؐ کا فیصلہ ہے کہ ایک گردن دی جائے غلام ہو یا لونڈی ہو (ابوداؤد) (۷۰۱) جو قتل خطا مشابہ قتل عمد ہو اس کی دیت آپ نے سو اونٹ مقرر فرمائی ان میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں (ابوداؤد) (۷۰۲) حضورؐ کا فتویٰ ہے کہ مسلمان کافر کے قتل کے بدلے قتل نہ کیا جائے (۷۰۳) آپ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ باپ کو بیٹے کے قتل کے عوض قتل نہ کیا جائے (ترمذی) (۷۰۴) حضورؐ کا فیصلہ ہے کہ عورت کی دیت اُس کے عصبہ لینگے جو بھی ہوں ہاں ورثہ وہ نہ پائیں گے بجز اُس کے جو وارثوں سے بچ رہے (۷۰۵) اور اگر عورت قتل کردے تو اس کی دیت اس کے وارثوں کے ذمے ہے وہی اس کے قاتل کو قتل کرنے کے حقدار ہیں (ابوداؤد) (۷۰۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ حاملہ عورت اگر کسی کو عمداً قتل کردے تو اُسے قتل نہ کیا جائے گا جب تک کہ اسے بچہ نہ ہو جائے اور بچے کی کفالت نہ ہو جائے (۷۰۷) اور اگر اس سے بدکاری ہو جائے تو بھی اسے سنگسار نہ کی جائے جب تک کہ بچہ نہ ہو جائے اور وہ ماں کی پرورش سے بے نیاز نہ ہو جائے (ابن ماجہ) (۷۰۸) اعلانِ نبوت ہے کہ جس کا کوئی آدمی قتل کر دیا جائے انھیں دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو فدیہ لے لیں یا بدلہ لے لیں (بخاری مسلم) (۷۰۹) فیصلہ رسولؐ ہے کہ جسے قتل کیا جائے یا جو زخمی کردیا جائے اسے تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے اگر چوتھی بات کرنا چاہے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو یا تو بدلے میں قتل کردے یا معافی اور درگذر کرلے یا دیت یعنی فدیے کی رقم لے لے۔ جو شخص ان میں سے ایک کو کرکے پھر اور کچھ کرنا چاہے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیگا۔ مثلاً درگذر کر دینے کے بعد قتل کردے یا دیت لے لینے کے بعد ایسی حرکت کرے یا قاتل کے سوا کسی اور کو قتل کردے (۷۱۰) فیصلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ زخموں کا بدلہ اُن کے اچھا ہو جانے کے بعد لیا جائے (مسند احمد) (۷۱۱) جب ناک جڑ سے کاٹ دی جائے تو پوری دیت واجب ہے (۷۱۲) اور جب

مٹانے کیلئے) اپنے پاس سے مقتول کے اولیا کو دیت کے سو اونٹ ادا کردئے (متفق علیہ) مسلم میں ہے یہ اونٹ صدقے کے تھے۔ نسائی میں ہے حضورؐ نے اس کی دیت اُن سب پر تقسیم کردی اور آدھی دیت کی مدد خود آپ نے کی (۵۶) آپ کا فیصلہ ہے کہ کسی کے گناہ کا بدلہ کسی اور سے نہ لیا جائے۔ باپ کی خطا پر بیٹا نہ پکڑا جائے نہ باپ بیٹے کے جرم میں ماخوذ ہو مراد یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ کسی کا بوجھ کسی پر نہیں (۵۷) فیصلہ محمدی ہے کہ جو شخص اندھا دھند لڑائی میں یا آپس کی سنگ باری یا کوڑا بازی میں قتل کردیا جائے تو اس کی دیت قتلِ خطا کی دیت ہے۔ ہاں جو شخص جان بوجھکر بارادۂ قتل قتل کردیا جائے اس کا قصاص ہے جو اس میں اور اُس میں حائل ہو اُس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے (ابوداؤد) (۵۸) قانونِ محمدی ہے کہ کان میں دب کر مر جانے والا جانور کی مار سے مرجانے والا کنواں کھودتے ہوئے دب کر مر جانے والا دیت یا قصاص وغیرہ کا مستحق نہیں (متفق علیہ) اس روایت میں پہلا جملہ ہے کہ کان معافی کے قابل ہے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ جب کسی کو کان کے کھودنے پر مقرر کیا وہ کھود رہے ہیں اور کان گر گئی وہ دب کر مر گئے تو اُن کا بدلہ نہیں اس مطلب کی تائید اس حدیث کے دو بعد کے جملے بھی کرتے ہیں یعنی کنوے کا اور جانوروں کا بھی یہی حکم بیان فرمایا دوسرا معنی یہ کیا گیا ہے کہ کان میں زکوٰۃ نہیں اس معنی کی تائید میں اسی کے ساتھ آپ کا یہ بیان فرمانا ہے کہ دفینہ جاہلیت میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے پس کان میں اور دفینے میں آپ نے فرق کیا۔ اس میں پانچواں حصہ زکوٰۃ مقرر کی اس لئے کہ یہ تو ایک ساتھ ایک دم بغیر کسی تکلیف اور دشواری اور خرچ کے مل جاتا ہے کان سے زکوٰۃ دور کردی اس لئے کہ اس کا نفع بغیر تکلیف کے اور کوشش و خرچ کے حاصل نہیں ہو سکتا واللہ تعالیٰ اعلم +

فصل۔ حدودِ شرعی کی بابت پیغمبر محترم رسولِ اکرمؐ کے فتوے

(۵۹) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا لڑکا ان کے ہاں کام کاج پر ملازم تھا وہاں ان کی بیوی سے بدکاری کر بیٹھا میں نے اس کی طرف سے ایک سو بکریاں اور ایک خادم فدیے میں دیا اور میں نے اہل علم سے دریافت کیا تو انھوں نے مجھے بتلایا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑے ہیں اور ایک سال کی جلاوطنی اور اس کی بیوی کے ذمے رجم اور سنگساری ہے۔ آپ نے فرمایا اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم دونوں میں ٹھیک کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کردوں گا تیری سو بکریاں اور تیرا خادم تو تجھے واپس کردیا جائیگا تیرے لڑکے کو سو کوڑے لگیں گے اور سال بھر تک دیس نکالا۔ اور اے اُنیس تم اُس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرے تو اُسے رجم کردو (متفق علیہ) (۶۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ جو زنا کرے اور شادی شدہ نہ ہو اُسے سال بھر کی جلاوطنی ہے اور اس پر حد ہے (بخاری) (۶۱) آپ کی قضا ہے کہ جب شادی شدہ مرد و عورت بدکاری کریں تو سو کوڑے اور سنگساری۔ اور دونوں بے شادی شدہ ہوں تو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی (مسلم) (۶۲) یہود لوگ حاضر حضور ہو کر عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد و عورت نے زناکاری کی ہے آپ نے اُن سے سوال کیا کہ تم ان کے بارے میں تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟ رجم کی بابت اس میں کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہم تو ایسے لوگوں کو رسوا اور فضیحت کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا تم سب جھوٹے ہو تورات میں ان کی سزا سنگساری ہے وہ تورات لے آئے تلاوت شروع کی ایک نے آیتِ رجم پر ہاتھ رکھ دیا اور اس سے پہلے کا اور اس کے بعد کا سب پڑھ سنایا۔ حضرت عبداللہؓ اس چالاکی کو دیکھ رہے تھے اس سے فرمایا اپنا ہاتھ اٹھا اس نے جو ہاتھ اٹھایا تو رجم کی آیت موجود تھی۔ اب یہودی بھی مان گئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سچے ہیں واقعی اس میں آیت رجم ہے پس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دونوں کو رجم کردیا گیا (متفق علیہ) (۶۳) ابوداؤد میں ہے کہ جب ان یہودیوں میں بدکاری ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس نبی کے پاس چلو یہ نرم اور آسان دین دیکر بھیجے گئے ہیں اگر وہ ہمیں

تلاش کیا لیکن وہ نہ ملا تو آپ نے اُس غلام سے فرمایا جا تو آزاد ہے۔
(۷۴۶) اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد کون کریگا؟ فرمایا ہر مومن مسلمان (ابن ماجہ) (۷۴۷) ایک شخص دوسرے کے ہاتھ کو کاٹ رہا تھا اس نے جھٹکا دیکر اس کے منہ سے اپنا ہاتھ نکالا اِس میں اس کے دو دانت سامنے کے ٹوٹ گئے تو آپ نے کوئی بدلہ یا دیت نہ دلوائی (متفق علیہ) (۷۴۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے گھر میں ان کی اجازت بغیر جھانکے گھر والے اسے کنکر ماریں اُس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو اُن پر کوئی گناہ نہیں (بخاری مسلم) (۷۴۹) مسلم شریف میں ہے کہ اس گھر والوں کو حلال ہے کہ جھانکنے والوں کی آنکھ پھوڑ دیں (۷۵۰) مسند احمد کی اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ نہ اُس کی دیت ہے نہ قصاص (۷۵۱) فیصلہ ہے کہ دماغ کی چوٹ ہونے کا زخم ہڈی توڑ چوٹ میں کوئی دیت نہیں (ذکرہ ابن ماجہ) (۷۵۲) آپکے پاس ایک شخص دوسرے کو چمڑے کے ٹکڑے سے باندھے ہوئے گھسیٹتا ہوا لایا اور استغاثہ کیا کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ کیسے قتل کیا؟ اس نے کہا میں اور وہ لکڑیاں لانے کو گئے تھے ایک درخت کاٹ رہے تھے اس نے مجھے گالی دی مجھے غصہ آگیا کلہاڑا اس کے سر پہ مارا اور اُسے قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ ہے؟ کہ تو دِیت دے سکے؟ اس نے کہا میرے پاس بجز اس چادر کے اور بجز اس کلہاڑی کے اور کچھ نہیں پوچھا کیا تیری قوم تیرے لئے چندہ اکٹھا کر کے تجھے موت سے نہ بچالیگی؟ اُس نے کہا میں قوم میں اتنا عزیز نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا جاؤ پھر لے جاؤ وہ اسے لے چلا کہ آپ نے فرمایا اگر یہ اسے قتل کر دے گا تو یہ بھی اسی جیسا ہے وہ جلدی سے واپس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے میرے لئے یہ فرمایا حالانکہ آپ کے حکم سے میں تو اُسے لے چلا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تو نہیں چاہتا کہ وہ تیرے اور تیرے ساتھی کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے؟ اس نے کہا اے نبی اللہ سچ مچ فرمایا ہاں ہاں اُس نے چمڑے کا ٹکڑا چھوڑ دیا اور اسے معاف کر کے اس کی راہ کشادہ کر دی (مسلم) اس حدیث میں جو ہے کہ اگر یہ اسے قتل کریگا تو یہ بھی اُسی جیسا ہے اس جملے کے معنیٰ نہ سمجھنے سے بعض پہ یہ جملہ بہت مشکل پڑا ہے حالانکہ حقیقتاً کچھ بھی اشکال نہیں اس سے یہ مراد ہی نہیں کہ وہ اسی جیسا ہے گناہ میں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ اس پر گناہِ قتل باقی نہ رہیگا کیونکہ دنیا میں ہی اِس نے بدلہ لے لیا پس قاتل اور ولیِ مقتول دونوں گناہ کے بوجھ میں نہ ہونے کی حیثیت سے برابر ہوگئے اس لئے کہ ولی نے تو حق پہ قتل کیا اور اس لئے کہ قاتل کو سزا مل گئی یہ جو فرمایا کہ وہ تیرے اور تیرے ساتھی کا بوجھ بردار ہوجائے اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتول کے ولی کا بوجھ اس کے بھائی کے قتل کی وجہ سے اس پر ظلم ہے اور مقتول کا بوجھ خود اُس کا خون بہانا ہے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ تیری اور تیری بھائی کی خطاؤں کا متحمل ہوجائیگا۔ واللہ اعلم
(۷۵۳) یہ قصہ اُس قصے کے سوا ہے جس میں ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس پہنچایا گیا اُس نے کسی کو قتل کر دیا تھا کہنے لگا واللہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا آپ نے مقتول کے ولی کی نسبت فرمایا اگر فی الواقع یہ سچا ہے اور پھر بھی یہ اُسے قتل کریگا تو جہنم میں جائیگا اس نے یہ سنکر اُسے چھوڑ دیا۔ اسے امام ترمذیؒ صحیح کہتے ہیں۔ اور اگر یہ دونوں قصے ایک ہی کے ہیں اوپر والے کا ہی یہ بھی قصہ ہے تو مطلب اور واضح ہے کہ جب یہ حال ہے پھر بھی یہ اُسے قتل کرے گا تو یہ بھی اُسی جیسا ہے یعنی گناہ میں دونوں برابر ہیں واللہ اعلم

فصل قسامہ کی بابت حضورؐ کے فتوے

(۷۵۴) قسامہ کا جو طریقہ جاہلیت میں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی باقی رکھا اور انصار نے جس مقتول کے بارے میں یہودیوں پر دعویٰ کیا تھا آپ نے یہی فیصلہ فرمایا (مسلم) (۷۵۵) محیصہ کے بارے میں آپ نے یہی فیصلہ فرمایا کہ مقتول کے اولیا میں سے پچاس آدمی اس شخص کے قاتل ہونے پر قسمیں کھائیں جسے قتل کا الزام دے رہے ہیں تو قاتل انھیں سونپ دیا جائیگا ان لوگوں نے اس سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا اب یہودی اپنے میں سے پچاس آدمیوں کی قسم کے بعد بریّ الذمہ ہوجائیں گے انھوں نے بھی اِن قسموں سے انکار کر دیا اسی کا نام قسامہ ہے) حضورؐ نے (جھگڑا

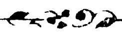
زبردستی کی گئی ہو گی۔ انھوں نے جواب دیا بالکل نہیں یہ سب الفاظ صحیح ہیں بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ان کے لئے حضورؐ کے حکم سے گڑھا کھودا گیا تھا اسے مسلم نے ذکر کیا ہے لیکن یہ بشیر بن مہاجر راوی کی غلطی ہے یہ مانا کہ امام مسلمؒ نے ان سے اپنی صحیح میں حدیثیں وارد کی ہیں لیکن یہ تو ناممکن نہیں کہ ثقہ سے بھی غلطی ہو جائے۔ پھر یہاں تو یہ بھی ہے کہ امام احمد اور امام ابو حاتم رازی نے ان پر کلام بھی کیا ہے غلطی کی وجہ حضرت غامدیہؓ کا قصہ ہے۔ اُن کیلئے گڑھا کھودا گیا تھا حضرت ماعزؓ کے قصے میں غلطی سے بیان ہو گیا واللہ اعلم (۶۶) غامدیہؓ آپ کے پاس آتی ہیں اور اپنی زناکاری کی پاکیزگی کی آپ سے درخواست کرتی ہیں آپ اُسے واپس کرتے ہیں تو وہ کہتی ہیں کہ کیا آپ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی طرح مجھے بھی واپس کرنا چاہتے ہیں؟ میں تو حمل سے ہوں آپ نے فرمایا جاؤ جب حمل سے فارغ ہو جاؤ آنا جب وہ فارغ ہوئیں تو بچے کو لیکر آئیں اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور کہنے لگیں کہ اس کا دودھ چھٹ گیا ہے اور کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے اُس بچے کو کسی اور مسلمان کے سپرد کر دیا پھر حکم دیا کہ گڑھا کھودا جائے انھیں سینے تک اُس میں داخل کر دیا گیا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ پتھر برسائیں چنانچہ پتھر برسا کر اُن کا کام ختم کر دیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر اُن کے سر پر دے مارا اُس سے خون اُڑ کر حضرت خالد کے چہرے پر پڑا تو اُن کے منہ سے اُس بیوی صاحبہؓ کو گالی نکل گئی آپ نے فرمایا خالد چپکے رہو۔ اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر چنگی والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اُسے بھی بخش دیا جاتا پھر آپ نے ان کے جنازے کی نماز کا حکم دیا نماز ادا کی گئی پھر دفن کی گئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ مسلم) (۶۷) آپ کے پاس ایک صحابی آتے ہیں اور کہتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے وہ کام کیا ہے جس سے مجھ پر حد واجب ہو گئی ہے تو آپ وہ حد جاری کیجئے آپ نے اس وقت تو اُس سے کوئی سوال نہ کیا نماز کا وقت ہو گیا اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی نماز کے بعد پھر اس شخص نے اپنی درخواست دوہرائی کہ میں نے حد لگنے کا کام کیا ہے کتاب اللہ میں جو حد ہو وہ مجھ پر جاری کیجئے آپ نے فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز ادا نہیں کی؟ اس نے کہا جی ہاں آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے فرمایا پھر تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ معاف فرما دیئے یا فرمایا تیری حد معاف فرما دی۔ (متفق علیہ) اس حدیث کی توجیہ ایک تو یہ ہے کہ اس نے خود کسی گناہ کو کھولا نہیں ایسی صورت میں امام پر واجب نہیں کہ اس سے کُرید کر بات پوچھے ہاں اگر وہ خود اس گناہ کو بیان کر دیتا اور ہوتا بھی وہ حد لگنے کے لائق تو آپ ضرور اُسے حد لگاتے جیسے کہ آپ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو حد لگائی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس کی توبہ کی وجہ سے اس کا گناہ معاف ہو گیا گناہ سے توبہ کرنے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے اس بنا پر ظاہر ہے کہ جو شخص اس سے پہلے توبہ کر لے کہ اُسے پکڑ لیا جائے تو اُس کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط ہو جاتا ہے جیسے جنگ کرنیوالے سے۔ ٹھیک بات یہی ہے (۶۸) ایک صحابیؓ آپ سے عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ میں نے ایک عورت کا بوسہ لیا ہے اس پر آیت اَقِمِ الصَّلٰوۃَ الخ نازل ہوئی یعنی دن کے دونوں حصے میں اور رات کی گھڑیوں میں نماز قائم کرو نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ ہے نصیحت اُن کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے والے ہیں یہ سنکر وہ شخص کہنے لگا کیا یہ حکم صرف میرے لئے ہی ہے آپ نے فرمایا بلکہ میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے اس کے لئے ہے (بخاری مسلم)۔ اس حدیث سے بعض لوگوں نے دلیل لی ہے کہ تعزیر واجب نہیں امام اُسے معاف کر سکتا ہے لیکن دراصل یہ حدیث ان کی دلیل نہیں بن سکتی تم آپ ہی خوب غور کر لو (۶۹) ایک عورت نماز کے لئے گھر سے چلیں راہ میں ایک شخص نے انھیں پکڑ لیا اور اُن سے حاجت روائی کر کے بھاگا اس کے چیخنے پر لوگ دوڑے آئے اُس وقت ایک شخص جو راستے سے جا رہا تھا اُس نے انھیں مجرم سمجھ کر پکڑ لیا اس نے بھی خیال کیا کہ یہ وہی ہے اور کہا کہ اس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سنگساری کا حکم دیا اُس وقت وہ شخص کھڑا ہو گیا جس نے دراصل جرم کیا تھا اور کہنے لگا یارسولؐ اللہ یہ بری ہے اور برائی میں نے کی ہے آپ نے اس عورت سے فرمایا تم جاؤ اللہ نے تمہیں تو بخش دیا اور اس شخص سے بھی آپ نے بھلائی کی بات کہی اور اس کی تعریف کی لوگوں نے کہا یارسول اللہ کیا آپ اسے رجم نہ کریں گے آپ نے فرمایا نہیں اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر سارے اہل مدینہ پر تقسیم کی جائے تو سب کے گناہ معاف ہو جائیں (احمد و سنن) دراصل کوئی فتویٰ اور کوئی حکم اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ اگر پوچھا جائے کہ ایک نا کردہ

رجم کے سوا اور کوئی آسان فتوی دیں تو تو ہم مان لیں گے اور اللہ کے پاس بھی ہمارے لئے وہ سند بن جائے گی کہ تیرے نبیوں میں سے ایک نبی کا فتوی ہے پس سب ملکر حاضر حضور ہوکر مسجد میں صحابہؓ کی موجودگی میں یہ واقعہ عرض کرتے ہیں آپ خاموش رہتے ہیں اور سیدھے ان یہود کے مدرسے میں آتے ہیں دروازے پر کھڑے ہوکر ان سے فرماتے ہیں میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی ہے سچ بتلاؤ تم تورات میں شادی شدہ شخص کی زناکاری کی کیا سزا پاتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم انھیں گدھے پر سوار کرتے ہیں اور الٹا بٹھاتے ہیں اور انھیں شہر میں گھماتے ہیں سب نے تو یہ کہا لیکن ان میں ایک نوجوان تھا جو خاموش کھڑا رہا آپ نے اسے مخاطب کرکے سخت قسم دی اس نے کہا جب حضور اتنی بڑی قسم دے کر دریافت فرماتے ہیں تو سنئے ہم تورات میں ان کے لئے رجم پاتے ہیں آپ نے ان سے پوچھا پھر کیا بات ہے سب سے پہلے تم نے اس حکم کو کیوں چھوڑا؟ اس نے کہا ہمارے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے عزیزی رشتے دار نے بدکاری کی بادشاہ نے اس سے چشم پوشی کی اور اسے رجم نہ کیا اس کے بعد کسی اور سے بھی یہی حرکت صادر ہوئی بادشاہ نے اسے رجم کرنا چاہا لیکن اس کا قبیلہ اس کی حمایت میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ ہمارے آدمی کو آپ رجم نہیں کرسکتے جب تک کہ اپنے آدمی کو رجم نہ کریں اس کے بعد آپس میں اس بات پر صلح ہوگئی کہ ہر زانی کے ساتھ یہی کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میں تمہارے اس اجماع کو توڑتا ہوں اور وہ حکم دیتا ہوں جو تورات میں ہے پس آپ کے حکم سے اس زانی مرد و عورت کو سنگسار کردیا گیا۔ ابو داؤد میں یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کے چار گواہ آپ نے طلب فرمائے جو پیش ہوئے اور کہا کہ ہم نے اس کا وہ اس کی اس میں دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے (۶۴) حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر حضور ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضور مجھے پاک کیجئے میں نے زنا کیا ہے آپ نے ان کی قوم کے آدمیوں کے پاس اپنا قاصد بھیجکر ان سے دریافت فرمایا کہ کیا اس کی عقل میں کچھ فتور ہے؟ سب نے کہا جہاں تک ہمارا علم ہے یہ صحیح العقل آدمی ہیں۔ چنانچہ انھوں نے چار مرتبہ اپنی زناکاری کا اقرار کیا پانچویں مرتبہ آپ نے خود ان سے پوچھا کہ کیا تو نے اس سے مجامعت کی ہے بہت صاف عام لفظوں میں یہ سوال کیا اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہاں تک کہ تیرا عضو اس کے عضو میں غائب ہوگیا انھوں نے اس کا بھی اقرار میں جواب دیا۔ آپ نے پھر پوچھا ٹھیک اسی طرح جس طرح سلائی سرمہ دانی میں اور رسی پانی میں؟ جواب دیا جی ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا جانتے بھی ہو زنا کیا ہے؟ کہا ہاں خوب جانتا ہوں یا رسول اللہ جو کچھ خاوند اپنی حلال بیوی سے کرتا ہے وہی میں نے حرام کاری سے کیا۔ آپ نے پھر پوچھا اب تم چاہتے کیا ہو؟ جواب دیا کہ یہی کہ آپ مجھے پاک کردیں۔ آپ نے کسی کو حکم دیا کہ اس کا منہ تو سونگھو۔ کوئی نشہ تو نہیں پیا؟ جب اس طرف سے بھی اطمینان ہوگیا کہ نشے میں نہیں تو آپ نے انھیں رجم کرنے کا حکم دیدیا ان کے لئے گڑھا نہیں کھودا گیا۔ جب چوطرف سے پتھر برسنے لگے تو یہ بھاگے اور دوڑ کر چلنے لگے راستے میں سے ایک صاحب آرہے تھے جن کے ہاتھ میں اونٹ کے جبڑے کی مضبوط ہڈی تھی اس سے انھیں مارا اور دوسری جانب سے اور لوگوں کی مار پڑی یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ) آپ کو جب اس کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو فرمایا تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا اسے میرے پاس لے آتے۔ اسی قصے کے بعض طرق میں ہے کہ آپ نے فرمایا تو نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دیدی ہے جاؤ اسے لیجاؤ اور رجم کرو۔ (۶۵) ایک سند میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سنا ایک صحابی دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ اسے دیکھو اللہ نے ان کی پردہ پوشی کی لیکن انھوں نے اپنی جان کو نہ چھوڑا یہاں تک کہ کتے کی طرح سنگسار کردیئے گئے۔ آپ یہ سنکر خاموش ہو رہے کچھ دور جاکر ایک مردہ گدھا دیکھا جو سڑ کر پھول گیا تھا اور اس کی ٹانگیں اونچی ہوگئی تھیں آپ نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا یہ ہیں ہم دونوں موجود ہیں آپ نے فرمایا اترو اور اس مردار گدھے کا کچا گوشت کھاؤ۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم سے کیا تقصیر ہوئی؟ آپ نے فرمایا تم نے جو ابھی اپنے بھائی کی آبروریزی کی وہ اس کے کھانے سے بہت زیادہ بری چیز تھی۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت جنت کی نہروں میں غسل کررہے ہیں۔ اسی کی بعض سندوں میں ہے کہ آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا تھا کہ شاید یہ خواب کا قصہ ہوگا انھوں نے کہا نہیں فرمایا شاید تجھ پر

کہ جو سیاست خلافِ شرع نہ ہو کسی آیت و حدیث کے مخالف نہ ہو تو تو ہمیں مسلم ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ خود قرآن و حدیث میں موجود ہو تو یہ محض غلط ہے بلکہ اس میں صحابہؓ کو غلطی پر ماننا لازم آتا ہے خلفا راشدین کے ہاتھوں جو قتل وغیرہ کے مقدمات فیصل ہوئے ہیں اُن کا انکار کسی اُس شخص سے ناممکن ہے جو سیرت اور تاریخ کا عالم ہو بالفرض اگر اس قسم کا ایک واقعہ بھی نہ ہوتا تاہم صرف یہی ایک واقعہ کافی تھا کہ صحابہؓ نے اُن مصاحف کو جلا دیا جو مصحفِ عثمانی کے خلاف تھے اس میں ایک مصلحت اُن بزرگوں نے دیکھی اور اُسے کیا۔ اسی طرح حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہٗ کا زندیقوں کو کھائیوں میں ڈالکر آگ لگوا کر جلوا دینا اور نصر بن حجاج کو جلا وطن کر دینا۔ میں کہتا ہوں یہ بھی بڑی پھسلنی جگہ ہے دماغ یہاں چکرا جاتا ہے قدم ٹھوکر کھا جاتا ہے نہایت تنگ و تار اور کٹھن راستہ ہے اس میں ایک جماعت نے تو کمی کی ہے جس سے حدودِ خدا معطل ہو گئیں اور حقوق ضائع ہو گئے اور فساق و فجار اپنی بدکاریوں پر دلیر بن گئے ان کی اس بے طرح کی کمی نے لوگوں کی نظروں میں یہ جچا دیا کہ بندوں کی کل مصلحتوں کے لئے شریعت کافی نہیں۔ انھوں نے خود اپنے نفس پر تنگی ڈال لی۔ اور ان صحیح طریقوں کو باطل کر دیا جن سے حق ناحق کی پہچان ہو سکتی تھی یہ خود بھی جانتے تھے اور دنیا کے اور لوگ بھی جانتے تھے کہ فی الواقع یہ دلیلیں ہیں لیکن پھر بھی صرف اس ظن سے کہ یہ قواعدِ شرع کے خلاف ہیں انھوں نے اُن سب کو محض بیکار کر دیں۔ دراصل انھوں نے حقیقتِ شرع کے سمجھنے میں ذرا سی غلطی کر لی ہے اور کوئی تطبیق نہ دے سکنے کی وجہ سے ان دلیلوں کو انھوں نے رد کر دی ہیں۔ رؤسا اور والیانِ ملک نے جب ان کی باتیں سنیں تو ایک طرف تو انھیں یہ باتیں سچی معلوم ہوئیں اور دوسری طرف انھیں ملکی ضرورتوں اور لوگوں کے معاملات نے مجبور کیا تو انھوں نے سیاسی قانون اپنی طرف سے مرتب کئے اور لوگوں کے فیصلے ان کی روسے کرنے شروع کئے پس اُن علما کی تقصیر نے اور اُن رؤسا کی ایجاد نے دین میں رخنہ ڈال دیا اور سخت فساد اور بے حد شر دنیا میں پھیلا دیا جس کا تدارک مشکل بلکہ محال ہو گیا۔ اس جماعت کے مقابل دوسری جماعت ہے جس نے پوری افراط سے کام لیا اور وہ سیاسی چیزیں داخل کرلیں جو شریعت محمدیہ کے صریح مخالف ہیں۔ ان دونوں جماعتوں کی غلطی کی وجہ صرف یہ ہے کہ انھوں نے شریعت کی اصلی غرض و غایت کی طرف نظر نہ کی شریعت اسلئے آئی ہے رسول اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ لوگوں میں عدل و انصاف قائم رہے اسی عدلِ شرعی کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہیں جس طریق سے نشاناتِ حق واضح ہو جائیں عقلی دلالتیں کھل جائیں واقعہ کی کامل تحقیق ہو جائے شریعت اسے معتبر مانتی ہے۔ خدا کی رضا دین کی اجازت شریعت کا حکم یہی ہے یہ نہیں ہے کہ شریعت نے کسی خاص وجہ سے ہی واقعہ کی تحقیق کرنی بتلائی ہو اور اس سے زیادہ وضاحت اور روشنی والے طریقوں کو بے کار کر دیا ہو۔ ظاہر ہے کہ جب اصولِ شرع یہ ٹھیرا کہ واقعہ کی اصلیت کسی طرح ظاہر ہو جائے تو حق و عدل کے پہچاننے کے بہترین طریقوں کو وہ بیکار کیسے کر دیگی؟ جس طریقے سے بھی حق ظاہر ہو جائے جس طرح بھی انسان عدل کر سکے بیشک وہ اس پر عامل ہو سکتا ہے خیال تو کیجئے کہ وسائل اور طریقے مقصود بالذات نہیں ہوتے اُن سے تو صرف ایک غایت تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے شریعت نے ان کو اور ان کی مثالوں کو بیان فرما دیا ہے جو بھی ایسا طریق ہو ممکن ہے کہ شریعت کی کوئی نہ کوئی دلالت اس پر نہ ہو۔ ایک کامل شریعت کے ساتھ اس کے خلاف گمان کرنا لایق ہی نہیں پس عدل و انصاف والی کوئی بھی سیاست شریعت کے خلاف نہیں بلکہ وہ خود شریعت کا ہی ایک حصہ ہے گو اس کا نام سیاست رکھ دیا جائے۔ دیکھئے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الزام کی بنا پر قید رکھا ہے سزا بھی دی ہے جبکہ ایسے قرائن ہو گئے جو جرم کو اس کی طرف نسبت کرنے والے تھے۔ دوسرا امر دیکھئے ایک ملزم پیش کیا جاتا ہے جو اپنے فساد میں مشہور ہے جو نقب زنی میں طاق ہے جو بار بار چوریاں کر چکا ہے یا جس کے پاس چوری کا مال موجود ہے پھر حاکم کو کیسے جائز ہو گا؟ کہ صرف اس بنا پر اُسے چھوڑ دے کہ دو عادل گواہ واقعہ کے موجود نہیں ہیں یا اس کی قسم پر اعتبار کر کے اس کی راہ خالی کر دے یا اس کے اقرار کے نہ ہونے کی وجہ سے اُسے بری کر دے اگر اس نے ایسا کیا تو یقیناً اس کا یہ فعل سیاستِ شرعی کے بھی خلاف ہے۔ دیکھئے مالِ غنیمت میں سے خیانت کرنیوالے کا

گناہ شخص کو حضور نے رجم کرنے کو کیسے فرما دیا؟ تو جواب یہ ہے کہ آپ نے صرف فرمان دیا تھا جب وہ انکار کرتا آپ ہرگز اسے رجم نہ کرتے۔ یہاں تو وہ قرائن جمع ہوگئے تھے جس سے یہ فرمان بالکل بجا تھا۔ لوگ اُسے مجرم کی صورت میں جائے وقوع سے پکڑ کر لائے ہیں عورت اسی کو مجرم بتلا رہی ہے وہ اپنی برأت نہیں کرتا نہ انکار کرتا ہے بلکہ خاموش ہے پس ان قرائن سے آپ نے فرمان صادر فرما دیا لعان میں بھی کوئی گواہ نہیں ہوتے لیکن خاوند کی قسموں کے بعد اگر عورت نے خاموشی اختیار کی تو صرف اسی قرینے سے اُسے حد ماری جاتی ہے اُس سے تو یہ قرائن بہت زیادہ قوی ہیں۔ تم خود غور کر لو۔ صرف الزام کی ہی خون کے اور حد کے اور مال کے مقدمے میں بہت کچھ وقعت ہے۔ قسامہ کے مسائل خونی مقدمات میں موجود ہیں حد کے مسائل لعان میں آپ پڑھ رہے ہیں مال کے مسائل کے بارے میں قرآنی آیت شاہد ہے کہ سفر کی وصیت میں خدائے تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اگر معلوم ہو جائے کہ دونوں شاہد یا دونوں وصی کسی ظلم و خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں تو وارثوں میں سے دو شخص اپنے استحقاق پر قسم کھائیں گے اور ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اس کے سوا دراصل اور کوئی حکم ہی نہیں۔ اور جبکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ خون اور حد میں الزام کا اثر ہے تو مال میں بطریق اولیٰ ہونا چاہیئے۔ اللہ کے نبی حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے باوجود اس کے کہ ایک عورت کہہ رہی ہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں بلکہ اس دوسری کا ہے اسی کو دیدیجئے لڑکا اسی انکاری عورت کو دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ نہیں یہ تیرا ہے اُس سے نسب ملا دیتے ہیں۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ حاکم کے لئے گنجائش ہے کہ جو کام اُسے نہ کرنا ہو اس کے کرنے کا اظہار کرے تاکہ حق اور سچائی ظاہر ہو جائے۔ پھر اسی روایت پر دوسری جگہ باب باندھا ہے کہ حاکم کو یہ بھی جائز ہے کہ کسی کے اقرار کے بعد بھی اس اقرار کے خلاف فیصلہ کرے جبکہ اس پر کھل جائے کہ واقعہ اس اقرار کے خلاف ہے۔ دراصل استنباط اور دلیل کے لحاظ سے فی الحقیقت علم بھی یہی ہے۔ پھر اسی پر اور باب باندھا ہے کہ حاکم کو یہ بھی جائز ہے کہ اپنے حکم کو توڑ کر اس سے بہتر حکم یا اسی جیسا اور حکم کرے۔ اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں لڑکا دونوں کا ہوگا

تاکہ نسب اپنے پہلے جاری ہونے کی جگہ ہی جاری رہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حاکم کا فیصلہ کسی شے کو اس کی حقیقت سے اور اصلیت سے نہیں بدلتا۔ اور اس میں ایک عجیب و غریب نہایت نافع اور سود مند بات یہ بھی ہے کہ قدرتی امر سے شرعی امر پر استدلال کرنا چھوٹی عورت کے دل میں بچے کی جو محبت اور اس پر جو شفقت اور رحمت تھی اُسے دیکھتے ہوئے آپ نے سمجھ لیا کہ دراصل یہ بچہ اسی کا ہے کہ یہ تو یہ سنکر کہ اس بچے کو کاٹ کر آدھا آدھا دونوں میں تقسیم کر دیا جائے اپنے تئیں نہ سنبھال سکی اور فوراً چیخ اٹھی کہ بچہ میرا نہیں اسی عورت کو دیدیا جائے میں اپنے دعوے سے دست بردار ہوں۔ پھر اس بات کی مزید تقویت اس سے بھی ہوئی کہ بڑی عورت اس بچے کے ٹکڑے ہونے پر راضی ہے یہ چیز ہی صاف بتلا رہی ہے کہ یہ اس بچے کی ماں نہیں ماں اپنے جگر گوشہ کے کٹنے پر کیسے رضامند ہوگی؟ یہ کام تو حاسدوں کا ہے جو دوسروں کی محنت کا بھی زوال چاہتے ہوں کہ جیسے ہیں گو دخالی ہوں یہ بھی ہو جائے۔ دراصل اس فیصلہ سلیمانی سے بہتر اور برحق اور مطابق واقعہ اور کوئی فیصلہ ہو نہیں سکتا۔ اگر کسی حاکم میں ایسی دانائی نہیں تو یقیناً اس کے ہاتھوں بندگانِ خدا کے حقوق پامال ہوں گے اور وہ معاملات کی تہ تک نہ پہنچ سکیگا۔



شریعت اور سیاست

ہماری یہ شریعت تمام اگلی شریعتوں کی پاک باتوں کی جامع ہے اس بارے میں ابو الوفا ابن عقیل اور بعض اور فقہا میں ایک مرتبہ مناظرہ بھی ہو چکا ہے۔ ابنِ عقیل تو فرماتے تھے کہ امام کے لئے سیاست پر عمل ضروری ہے اس سے جو خالی ہو وہ منصب امامت کے لائق نہیں اور لوگ کہہ رہے تھے کہ سیاست وہی ہے جو شرع میں ہو ابنِ عقیل نے فرمایا سیاست افعال میں ہوتی ہے اسی سے لوگ صلاحیت حاصل کرتے ہیں اور فساد سے رُکتے ہیں تجربے اور دانائی کا مالک جو حاکم نہ ہو وہ لوگوں کو نہ صلاحیت پر لا سکتا ہے نہ بندگانِ خدا میں سے فساد دور کر سکتا ہے اس سے واقعات کی تہ تک پہنچ ہو سکتی ہے گو وہ شریعت میں وارد نہ ہوئی ہو اور گو اس کی بابت خاصتہً کوئی وحی نہ نازل ہوئی ہو۔ اب اگر تمہارے قول کا یہ مطلب ہے

اور فقیری کے تندرستی کے اور بیماری کے موت کے اور حیات کے عرش و کرسی کے فرشتوں اور جنوں کے جنت دوزخ کے قیامت کے اور دنیا کے تمام جزوی اور کلی احکام وغیرہ بیان فرمادئے غائب چیزوں کا اس طرح بیان کردیا کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیا بلکہ پہچان لیا۔ خدا کے اوصاف اس طرح پورے پورے بیان فرمائے اس کی تعریف اس طرح کی کہ گویا لوگوں نے دیکھ لیا اپنی آنکھوں سے اس کا جمال مشاہدہ فرمالیا اور اس کے کمال بھرے اوصاف اس کی جلال بھری صفتیں ان کی نگاہوں کے سامنے پھرنے لگیں۔ انبیا اور ان کی امتوں کے واقعات اس طرح تفصیل اور توضیح سے بیان کئے کہ گویا یہ امت اُن کے وقتوں میں موجود تھی اور سب واقعات اپنی آنکھوں دیکھ رہی تھی۔ خیر و شر کے چھوٹے بڑے تمام طریقے اُن پر واضح کردیئے۔ غرض تمام نبیوں نے ملکر اپنی امتوں کے سامنے جو کچھ بیان فرمایا تھا وہ سب اور اُن سے بہت زائد بیان ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے فرما دیا۔ موت اور اس کے بعد کے کل احوال و اہوال عالم برزخ کے واقعات ثواب و عذاب کے نعمت و زحمت کے روح و بدن کے وہ کل آنے والے واقعات بھی ہمارے سامنے رکھدیئے جن سے اگلی امتیں محروم تھیں۔ اسی طرح آپ نے توحید کی نبوت کی قیامت کی سب دلیلیں ہمیں بتلائیں کافروں اور گمراہوں کی دلیلوں کی تردید ہمیں سکھائی آپ کے بعد اور کسی کی تعلیم کی ہمیں مطلقاً ضرورت ہی نہیں رہی۔ اب تو صرف آپ کے فرامین کی تبلیغ ان کی توضیح اور ان کا بیان ہی باقی رہا جو اگلے پچھلوں کو اور پچھلے اپنے بعد والوں کو کرتے رہیں گے۔ اللہ کی مہربانی کے قربان جائیں کہ اس کے نبیؐ نے اس سے تعلیم پاکر ہمیں میدانِ جنگ کے نقشے دشمنوں سے لڑنے کی ترکیبیں لڑائی کے داؤں گھات بھی سکھائے واللہ اگر ہم اُن کو جان لیں اور ان پر عمل کرلیں تو ناممکن ہے کہ بڑے سے بڑے طاقتور دشمن کے قدم بھی ہمارے مقابلے پر تھوڑی سی دیر کے لئے بھی جم سکیں۔ آپ نے ہمیں شیطانی مکر سے آگاہ کیا اس کے فریب سمجھائے اور ان سے بچنے کی ترکیبیں بھی ہمیں بتلا دیں۔ اسی طرح آپ نے ہمیں نفس کی شرارت اُس کے وسوسے اور اس کے احوال و اوصاف بھی بتلا دیئے اور اس طرح کہ اب ہمیں اس بارے میں کسی اور معلم کی ضرورت نہ رہی۔ ٹھیک اسی طرح دنیا سنبھالنے اسے حاصل کرنے کے طریقے بھی اللہ کے کامل رسولؐ نے ہمیں کمال کے ساتھ سکھا دیئے بخدا اگر مسلمان حضورؐ کی تعلیم کے ماتحت دنیا کمائیں تو اس میں بھی وہ کمال کو پہنچ سکتے ہیں اور اُن سے زیادہ بھلا اور بڑا دنیا حاصل کرنے والا بھی کوئی نہیں بن سکتا۔ الغرض دنیا آخرت کی تمام بھلائیاں آپ نے اپنی امت کو اس طرح تام و کمال سکھائیں کہ رہتی دنیا تک انھیں کسی اور معلم و مبلغ کی ضرورت ہی نہ رہے پس جبکہ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کی تعلیم بھی کامل ہماری شریعت میں موجود ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ سیاست کے اور حکمرانی کے اور دنیا کے دین کے مسائل و وسائل اس میں نہ ہوں یا ہوں اور ناقص ہوں اور ہمیں کسی اور سیاست کی ضرورت پڑے اور ہم شریعت کے خارج کسی قیاس یا کسی سیاست یا کسی حقیقت یا کسی طریقت یا کسی معقول کے محتاج ہوں ایسا خیال کرنے والا تو اُس سے کم نہیں جو یہ خیال کرتا ہو کہ ہمیں آپ کے بعد کسی اور رسولؐ کی ضرورت باقی ہے اس وسوسے کی وجہ صرف یہی ہے کہ شریعت کے گُر کو وہ نہیں جانتا اُسے وہ فہم و فراست ہی قدرت نے نہیں دی جس سے دین کے کمال کو وہ پہچان لیتا۔ یہ توفیق اصحابِ نبیؐ کو تھی جنھوں نے رسولؐ کی شریعت کو ہر امر میں کافی جانا اور اُسے لیکر دنیا کی اور تمام تعلیموں سے وہ بے نیاز اور بے پرواہ ہوگئے اُسی نبوی تعلیم کو لیکر وہ اٹھے شہروں کو بھی اُسی سے فتح کیا اور دلوں کو بھی اُسی سے فتح کیا وہ یہی کہتے رہے کہ یہ تعلیم ہمیں ہمارے نبیؐ نے دی اور ہم تمہیں دے رہے ہیں۔ مسلمانو! خیال تو کرو کہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو حدیث کی اس طرح کی مشغولی سے روکتے تھے جس میں قرآن سے دھیان ہٹ جائے وہ اگر آج لوگوں کو رائے قیاس میں طریقت اور معقول میں ایسا مشغول پاتے کہ نہ انھیں قرآن سے شوق رہا نہ حدیث سے ذوق رہا تو نہ جانیں آپ کیا کرگذرتے؟ ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد چاہتے ہیں وہی اس قابل بھی ہے۔ خدائے تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ الخ کیا انھیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو اُن کے سامنے تلاوت کی جارہی ہے یقیناً وہ ایمان والوں کے لئے رحمت و عبرت ہے۔ اور آیت میں ہے وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ الخ یعنی ہم نے تجھ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے وہ مسلمانوں کے لئے ہدایت رحمت اور

غنیمت کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک لیا۔ خلفائے راشدین نے اس کا اسباب جلا دیا امیر جہاد پر برائی کرنے والے کو اپنے مقتول کے اسباب سے روک دیا۔ زکوٰۃ کے مانعین سے اُن کا آدھا مال چھین لیا۔ جن چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کٹتا اُن پر بہت بڑھا چڑھا کر جرمانہ وصول کیا کوڑے لگوائے۔ گم شدہ جانور کے چھپا لینے والے پر جرمانہ ڈالا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مے خانے جلوا دیئے اُس گاؤں کو آگ لگوا دی جہاں شراب فروشی ہو رہی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے محل کو جس میں فروکش ہو کر رعیت سے آپ الگ ہو جاتے تھے جلا دینے کا حکم فرما دیا۔ نصر بن حجاج کا سر مُنڈوا دیا اور اُسے جلاوطن کر دیا۔ صبیغ کو جبکہ اُس نے متشابہات کی پیروی اختیار کی دُرّوں سے پٹوایا۔ اسی طرح کے اور بھی بیسیوں سیاسی امور و احکام ہیں جنھیں یہ امت اپنے کام میں لائی اور وہ مسنون طریقے ہو گئے جو قیامت تک جاری رہیں گے مخالف مخالفت کرتے رہیں اس سے کیا ہوتا ہے؟ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کے بارے میں حد لگائی صرف حمل کی وجہ سے شراب کے بارے میں حد لگائی صرف منہ سے بو آنے اور قے کی وجہ سے۔ بات بھی یہ بالکل درست ہے قے اور بو دلیل ہے شراب نوشی کی۔ حمل دلیل ہے بدکاری کی۔ بلکہ اور دلیل سے یہ دلیل نہایت پختہ ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ اس سے ہلکی دلیل کو شریعت معتبر مانے اور اتنی اعلیٰ دلیل کو وہ مہمل چھوڑ دے۔ حضرت صدیقؓ نے لوطی کو جلوا دیا۔ حضرت علیؓ نے اس پر اوپر سے پتھر پھکوائے۔ حضرت عثمانؓ نے لسانِ قریش کے مطابق مصحف لکھوا کر اس کے خلاف کے مصاحف کو جلوا دیا اور اسی ایک مصحف پر لوگوں کو جمع کر دیا۔ حماد سلمی کو حضرت صدیقؓ نے جلوا دیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لئے صرف حج کرنا اور حج کے مہینوں کے سوا اور مہینوں میں عمرہ کرنا پسند فرمایا تاکہ بیت اللہ شریف ہر وقت آباد رہے۔ لوگوں کو اُن لونڈیوں کی خرید و فروخت سے روک دیا جن سے اولاد ہو چکی ہو حالانکہ حضورؐ کے زمانے میں اور حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ان کی فروخت برابر جاری تھی۔ تین طلاقیں جو ایک ساتھ دی جائیں اُنھیں لازم کر دیں تاکہ ایسے لوگوں کو سزا ہو جیسے کہ خود آپ نے بھی صراحت کیساتھ اس وجہ کو بیان فرما دی ہے ورنہ زمانہ نبوی میں عہدِ صدیقی میں اور ابتداءِ خلافتِ فاروقی میں یہ تینوں شمار میں ایک کے تھیں۔ اور بھی ایسے بہت بہت امور ہیں جو سیاست کی وجہ سے جاری ہوئے اور اس امت کے اکابر نے ان کو جاری کیا اور سیاستاً انھیں کام میں لائے۔ یہ سب اصولِ شرع اور قواعدِ دین سے ماخوذ ہیں۔ باوجود اس کے احکام کی تقسیم شریعت اور سیاست کی طرف کرنا ایسا ہی ہے جیسے شریعت اور حقیقت کی طرف دین کی تقسیم کرنا یا عقل و نقل کی طرف دین کی تقسیم کرنا۔ دراصل یہ سب تقسیمیں باطل ہیں۔

شریعت کامل مکمل ہے

دراصل سیاست حقیقت طریقت عقل ان سب کی دو قسمیں ہیں صحیح اور فاسد صحیح شریعت میں داخل ہے۔ فاسد نہ شریعت میں داخل نہ شریعت کی تقسیم بلکہ شریعت کے خلاف شریعت کے منافی۔ اس اصل کو اگر آپ نے خیال میں رکھا تو زمانے والوں کی بہت سی زبردست غلطیوں سے اپنا ایمان بچا سکتے ہیں۔ اس کی زبردست دلیل یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُس عام رسالت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں جو بندوں کی تمام ضروریات کو کافی ہو کوئی معرفت کوئی طریقت کوئی سیاست کوئی عقل کوئی علم کوئی عمل کوئی عقیدہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں آپ کی امت کو دوسرے کی ضرورت و حاجت پڑے اور وہ تبلیغِ رسول کے سوا اوروں کی طرف جھکے۔ آپ کی رسالت کے دو عموم ہیں جن میں کوئی خصوصیت کسی طرح کی ہے ہی نہیں۔ ایک عموم تو سب کی طرف رسالت کا دنیا کے اس سرے سے لیکر اُس سرے تک کوئی ایسا نہیں جس کی طرف آپ رسول نہ ہوں۔ دوسرا عموم اصول و فروعِ دین میں ہر احتیاج والی چیز کا بیان سب آپ کی کافی شافی عام رسالت میں موجود ہے کسی کو کسی امر میں کسی وقت آپ کی رسالت کے سوا کسی اور چیز کی ضرورت و حاجت نہیں۔ یاد رکھو آپ پر ایمان لانا اُسی وقت کامل ہو سکتا ہے جبکہ آپ کی رسالت کو ان دونوں حیثیتوں میں مطلقاً عام مان لیا جائے۔ نہ کوئی مکلف انسان ایسا جس کی طرف آپ رسول نہ ہوں نہ امت کی کوئی ضرورت ایسی جس کا حکم آپ کی شریعت میں موجود نہ ہو حضورؐ نے اپنے فوت ہونے سے پہلے ہی ہر ہر چیز کا علم اپنی امت کو سونپ دیا۔ بھلا جو نبیؐ پاخانے پیشاب کے جماع اور مباشرت کے سونے جاگنے کے بیٹھنے اٹھنے کے کھانے پینے کے سوار ہونے اور اترنے کے سفر کے اور حضر کے چپ رہنے اور بولنے کے تنہائی کے اور مجمع کے امیری کے

امام شافعیؒ کا قرائن پر فیصلہ

ہاں اس کے لینے میں سب سے زیادہ دوری برتنے والے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں باوجودیکہ انھوں نے سو سے زائد جگہ قرائنِ احوال کو معتبر مانا ہے۔ جن میں سے بہت سے مواقع کا ذکر ہم نے کسی اور کتاب میں کردیا ہے اُن میں سے بعض ملاحظہ ہوں (۱) شبِ زفاف میں عورت سے اس کا خاوند وطی کرسکتا ہے گو اُسے اس نے نہ دیکھا ہو اور گو دو عادل گواہ بھی پیش نہ ہوئے ہوں۔ (۲) کسی کے پاس کوئی بچہ یا غلام یا کافر کوئی ہدیہ لائے تو وہ قبول کرسکتا ہے اُسے کھا سکتا ہے گو دو گواہ عادل اس بات پر نہ گذرے ہوں کہ ہاں یہ ہدیہ فلاں شخص نے آپ کو بھیجا ہے اس میں یہ بھی شرط نہیں کہ لفظ ہبہ کا یا ہدیے کا کہا بھی گیا ہو۔ (۳) کسی کا دروازہ پیٹنا کواڑ کھٹکھٹانا گو اس کی اجازت نہ بھی ہو جائز ہے۔ (۴) کسی کرائے کے مکان اور باغ میں کرائے دار کا اپنے دوستوں ملاقاتیوں مہمانوں کا اتارنا ٹھیرانا بلانا جائز ہے گو مالک سے لفظوں میں اجازت نہ لی ہو۔ (۵) جبکہ سامنے کسی کے کھانا لاکر رکھا جائے تو اُسے کھانا شروع کردینا جائز ہے۔ گو اجازت نہ لی ہو۔ (۶) برتن میں سے پانی پی لینا جائز ہے گو اس کے سامنے پیش بھی نہ کیا گیا ہو نہ اس نے اجازت دی ہو۔ (۷) کسی کے پاخانے میں ضرورت کے وقت حاجت روائی کرلینا جائز ہے گو اس کی اجازت نہ ہو۔ (۸) کسی کے تکیے سے ٹیک لگا لینا جائز ہے گو اجازت نہ لی ہو (۹) کسی نے کوئی چیز بے پرواہی سے ڈال دی اسے کھا لینا جائز ہے گو اس نے اُسے دے نہ دی ہو (۱۰) اپنی بیوی کے لحاف توشک تکیہ اور برتنوں کو برت سکتا ہے گو اس سے اجازت نہ لی ہو۔ اس کے سوا بھی اور بھی بہت سے ایسے مسائل ہیں جنھیں صرف قرینۂ حالیہ کی موجودگی کی وجہ سے امام شافعیؒ نے جائز کہا ہے + جب قرینے کی موجودگی یہاں معتبر ہے تو سیاستِ شرعیہ میں اس کا اعتبار کیسے نہ ہوگا؟ ان قرائن سے کبھی تو معاملے کا بالکل یقین ہوجاتا ہے کبھی غالب گمان ہوجاتا ہے جو دو گواہوں کی گواہی سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ اس باب میں ابھی اور بھی بہت کچھ لکھ سکتے تھے لیکن ہم نے اسی پر بس کیا ہے اور کئی جگہ اس کی تنبیہ کردی ہے جو انشاء اللہ کافی ہے اس بحث کو یوں ہم نے طول دیا کہ مفتی اور حاکم کے لئے بہت کچھ سودمند ہے۔ اب ہم پھر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتووں کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ ہماری مدد کرے آمین +

کھانے پینے کی چیزوں کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۷۷۰) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہسن حرام ہے؟ فرمایا نہیں حرام تو نہیں لیکن اس کی بدبو کی وجہ سے وہ مجھے اچھا لگتا نہیں۔ (مسلم) (۷۷۱) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارے لئے پیاز حلال ہے؟ فرمایا ہاں حلال ہے لیکن میرے پاس وہ فرشتے آتے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آتے (احمد) (۷۷۲) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گوہ (جانوہ) حرام ہے؟ فرمایا نہیں حرام تو نہیں لیکن چونکہ میری قوم کی زمین میں نہیں ہوتا اس لئے مجھے گھن آتی ہے (متفق علیہ) (۷۷۳) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھی اور پنیر اور   کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا حلال وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے خدا نے اپنی کتاب میں حرام کردیا ہے جس سے حق تعالیٰ خاموش رہا ہے وہ اس کا معاف کردہ ہے (ابن ماجہ) (۷۷۴) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضبع کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کیا ضبع کو بھی کوئی کھاتا ہے؟ (۷۷۵) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیڑیے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کیا کوئی بھلائی والا شخص بھیڑیے کو بھی کھائیگا؟ (ترمذی) (۷۷۶) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضبع کے بارے میں آپ کا ارشاد عالی کیا ہے؟ فرمایا اُسے کون کھاتا ہے؟ یہ یاد رہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ضبع کی حلت ہے اگر وہ حدیث ثابت ہوجائے اُس کی سند سے ذرا دل میں کھٹکا ہے تو دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ از روئے گھن کے دل کے نہ چاہنے کی وجہ سے آپ نے ممانعت فرمائی ہے یہ نہیں کہ حرام کردی ہو۔ واللہ اعلم

(۷۷۷) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں کیا خبر ذبیحے کے وقت انھوں نے بسم اللہ بھی کہی ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ تم آپ بسم اللہ کہو اور کھا لو (بخاری شریف)

خوشخبری ہے اور آیت میں ہے یَآ اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ الخ لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے وعظ آچکا ہے جو جو سینوں کی تمام بیماریوں کیلئے شفا ہے جو مومنوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے۔ دوستو! اگر یہ مان لیا کہ قرآن و حدیث میں بہت سی چیزیں نہیں ہیں تو بتلاؤ تو سہی کہ وہ سینوں کی بیماریوں اور تنگیوں کے لئے کیا کافی ہوگا؟ اگر یہ مان لیا جائے کہ خدا کی معرفت طریقت میں ہے تو فرمائیے کہ جو کتاب اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات اور اس کے ناموں اور اس کے کاموں کو بھی پوری طرح بیان نہیں کرتی وہ دلوں کے کھٹکوں کو سینوں کے درد کو کہا دور کرے گی؟ جس نے اُس کے عام کو ظاہر لفظ کہہ کر اُس کی دلالت موقوف مانی دس امور کے نہ ہونے پہ جنھیں وہ خود نہیں جانتا کیا اُس نے کتاب اللہ اور شریعتِ محمدیہ کو کامل مانا؟ یہ تو زبردست بہتان ہے خدا کا دین اس سے بہت دور ہے۔ میں آپ سے ایک موٹی سی بات پوچھتا ہوں جس کے جواب پر بالکل فیصلہ ہو جائیگا یہ بتلاؤ کہ ان قوانین اور ان رائے قیاس کے اصول و فروع کے مرتب ہونے سے پہلے صحابہ اور تابعین ہدایت پر تھے یا نہ تھے؟ انھیں یہ دین جو ان رائے قیاس کے مسائل سے اور ان عقلی ڈھکوسلوں سے اور ان سیاسی امور سے خالی تھا کافی تھا یا نہیں؟ یا تم یہ سمجھتے ہو کہ پچھلے لوگ اُن اگلے لوگوں یعنی صحابہ اور تابعین سے زیادہ ہدایت والے ہیں اُن سے زیادہ شریعت کے سمجھنے والے ہیں اُن سے زیادہ ذات و صفاتِ خدا کے عالم ہیں اُن سے زیادہ شریعت کے واجبات اور محرمات سے واقف ہیں؟ واللہ اگر تمہارا یہی عقیدہ ہے کہ صحابہ تابعین سے زیادہ متاخرین کا علم ہے اور متاخرین ہدایت میں صحابہ تابعین سے آگے ہیں تو اس سے بڑھکر گناہ سوائے شرک کے اور کوئی نہیں۔ جو یہ فاسد خیال اور یہ غلط عقیدہ لیکر جنابِ باری میں جائے اس سے بدتر کوئی انسان نہیں نہ اس سے زیادہ بوجھل کوئی ہے ✢ ✢ ✢

فصل سیاستِ شرعیہ میں حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

فرماتے ہیں ہیجڑے کو جلاوطن کر دیا جائے اسلئے کہ وہ سوائے فساد کے اور کرتا ہی کیا ہے؟ امام اسے کسی ایسے شہر میں بھیج دے جہاں کے لوگوں پر اس کا فساد نہ چل سکے۔ ایسا موقعہ نہ ہو تو اُسے قید کرلے۔ فرماتے ہیں رمضان کے دن میں جو شراب پی لے یا کوئی ایسا ہی اور کام کرے تو اس پر حد بھی قائم کی جائے گی اور کوئی اور سختی بھی کی جائے گی جیسے وہ شخص جو حرم میں کسی کو قتل کردے اس پر پوری دیت ہے اور تہائی دیت اور بھی ہے۔ فرماتے ہیں عورت عورت سے بدکاری کرے تو دونوں کو سزا دینی چاہئے جو عبرتناک ہو۔ ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ اگر امام مصلحت دیکھتا ہو تو لوطی کو جلا سکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عرب کے بعض گوشوں میں ایک ایسا شخص پایا گیا ہے جو عورتوں کی طرح اپنا نکاح کرتا ہے آپ نے اس کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ کیا ان میں سب سے زیادہ سخت قول حضرت علیؓ کا تھا آپ نے فرمایا کہ اس گناہ کو صرف ایک ہی امت نے کیا ہے اُن پر جو خدائی عذاب آیا آپ کو معلوم ہے میرے خیال سے تو اُس شخص کو جلا دینا چاہئے اور صحابہؓ بھی اس خیال پر متفق ہوگئے اور دربارِ خلافت سے بھی یہی فرمان صادر ہوگیا اور اس کی تعمیل بھی ہوئی۔ پھر حضرت ابن زبیرؓ نے ایسے لوگوں کو جلا دیا پھر ہشام بن عبدالملک نے بھی ان مجرموں کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں صحابہؓ پر طعنہ کرنے والوں پر امامِ وقت کو سزا جاری کرنی چاہئے ایسے لوگوں کو ہرگز نہ چھوڑے ان سے توبہ کرائے۔ اگر کرلیں تو خیر ورنہ پھر سزا دے پھر دے ہمارے اصحاب کا فتویٰ ہے کہ جب عورتیں آپس میں مشغول ہو جایا کرتی ہوں تو انھیں تنہائی کا موقعہ نہ دینا چاہئے۔ جو شخص مسلمان ہوا اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے مجبور کرنا چاہئے کہ ایک کو پسند کرکے رکھ لے دوسری کو طلاق دیدے اگر وہ انکار کرے تو اُسے سزا دی جائے یہانتک کہ وہ ایسا کرلے۔ اسی طرح جو شخص کسی حق کے ادا کرنے سے انکاری ہو اُسے سزا دی جائے تا آنکہ وہ حق کو ادا کردے۔ امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا کلام بھی اس بارے میں مشہور ہے ✢

ہی شکار کھیلتے ہیں اور اپنے سدھائے ہوئے کتوں سے اور بے سدھائے کتوں سے بھی تو فرمائیے اس میں کیا کیا درست ہے؟ فرمایا جو شکار تیر کمان سے کھیلا ہے اور نامِ خدا بھی اس پر ذکر کیا ہے وہ تو کھالے (۷۹۱) جو شکار سدھائے ہوئے کتوں سے کیا ہے اور نامِ خدا اس پر لیا ہے وہ بھی کھالے (۷۹۲) اور جو شکار بے سدھائے کتے سے کیا ہے اگر اس کے ذبح کرنے کا موقعہ مل جائے تو کھا (متفق علیہ) اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ نامِ خدا حلت میں شرط ہے یہ دلالت اس کی اس سے بھی زیادہ واضح ہے جتنی دلالت بے سدھائے کتے کے شکار کردہ کے نہ کھانے کی ہے (۷۹۳) حضرت عدی بن حاتم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ میں اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو شکار پر چھوڑتا ہوں وہ میرے لئے شکار کو روک رکھتا ہے میں اُسے نامِ خدا پڑھکر چھوڑتا ہوں؟ آپ نے فرمایا جب تو اپنے سدھائے ہوئے شکاری کتے کو شکار پر چھوڑے اور نام خدا بھی تو نے لیا ہو جس جانور کو وہ پکڑے تو اُسے کھا سکتا ہے (۷۹۴) میں نے پھر پوچھا کہ گو کتوں نے اُسے مار بھی ڈالا ہو؟ آپ نے فرمایا گو مار بھی ڈالا ہو بشرطیکہ اُن میں اُن کا غیر شامل نہ ہوا ہو (۷۹۵) میں نے کہا جو شکار میں نیزے سے کروں؟ فرمایا جب نوک سے شکار ہوا ہو تو کھا سکتا ہے اور جب وہ اپنی چوڑائی سے لگا ہو تو نہ کھا (متفق علیہ) (۷۹۶) اس کے بعض الفاظ میں یہ بھی ہے کہ اگر کتے نے شکار پکڑ کر اُسے کھا لیا ہو تو تو نہ کھا مجھے ڈر ہے کہ اس صورت میں اُس نے تیرے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے ہی شکار کو پکڑا ہے (۷۹۷) اگر شکار پر تیرے چھوڑے ہوئے کتوں کے سوا اور کتے بھی لپٹ گئے ہوں تو بھی نہ کھا کیوں کہ تو نے نام خدا اپنے کتے پر لیا ہے اوروں پر نہیں لیا۔ (۷۹۸) بعض طرق میں ہے کہ جب تو تیر چلائے اللہ کا نام ذکر کرلے اگر شکار تیر کھا کر دو تین روز بعد تجھے ملے اور تو اس میں اپنے تیر کے نشان کے سوا اور کوئی اثر نہ پائے تو اس کے کھانے کا تجھے اختیار ہے (۷۹۹) اگر تو اُسے پانی میں ڈوبا ہوا پائے تو نہ کھا کیا خبر غرقابی سے مرا یا تیرے تیر سے (۸۰۰) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ میرے پاس سدھائے ہوئے شکاری کتے ہیں میں اُن سے شکار کھیلتا ہوں آپ نے فتویٰ دیا کہ جس جانور کو وہ تیرے لئے پکڑلیں تو اُسے کھا سکتا ہے (۸۰۱) پوچھا کہ جب اُسے ذبح کرسکوں تب؟ یا ذبح نہ کرسکوں تب بھی؟ فرمایا دونوں حالتوں میں (۸۰۲) پوچھا اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا ہو تب بھی؟ فرمایا ہاں کھا لیا ہو جب بھی (۸۰۳) اچھا یا رسول اللہ تیر کمان کے شکار کا بھی فتویٰ عنایت فرمائیے فرمایا تیرے کھیلا ہوا شکار بھی کھا سکتے ہو (۸۰۴) پوچھا ذبح کیا ہوا اور بے ذبح کیا ہو دونوں؟ فرمایا ہاں دونوں (۸۰۵) دریافت کیا کہ گو تیر کھا کر غائب ہو گیا ہو پھر ملے جب بھی؟ فرمایا ہاں پھر بھی لیکن یہ شرط ہے کہ سڑ نہ گیا ہو (۸۰۶) اور اس میں تیرے تیر کے سوا اور کوئی نشان نہ ہو (ابوداؤد) حضرت عدیؓ کے سوال میں جو گذرا ہے کہ اگر کتے نے اُس میں سے کھا لیا ہو تو نہ کھا اور اِس میں ہے کہ پھر بھی کھا لے ان دونوں فرمان میں تطبیق یہ ہے کہ جب کتا سدھا نہ ہو اور کھالے تو تو نہ کھانا چاہیے اور سدھا ہوا کتا اگر کھالے تو اس کا وہی حکم ہے جو حکم ذبح کے بعد کھا لینے کا ہے۔ (۸۰۷) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا اُس شکار کے بارے میں جو تین دن کے بعد ملے فرمایا جب تک سڑ نہ جائے کھا سکتے ہو (۸۰۸) ایک گھر کے لوگ جو حرّہ میں رہتے تھے اور بہت محتاج و مفلس تھے ان کے پاس ان کا یا کسی اور کا اونٹ مرگیا تھا انھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کھا لینے کی رخصت دی پس اُس نے ان کی باقی بکریاں بچا لیں (مسند احمد) ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص مع اپنی اہل وعیال کے حرہ میں اترا اُسے کسی اور نے کہا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی ہے اگر مل جائے تو پکڑ لینا اُسے مل گئی پکڑ لی لیکن مالک نہیں ملا وہ بیمار پڑ گئی اس کی بیوی نے کہا کہ اسے نحر کر ڈالو لیکن یہ نہ مانا آخر مر کر پھول گئی اُس نے کہا اس کی کھال اتار لو تاکہ ہم چربی کے ٹکڑے کرلیں اور گوشت کھائیں اس نے کہا نہیں جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کرلوں پھر وہ حاضر حضور ہوا آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا تمہارے پاس اتنی غنا ہے کہ تمہیں بے پرواہ کردے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا جاؤ کھاؤ اس کے بعد اس کے مالک سے ملاقات ہوئی اس نے سارا قصہ سنایا اُس نے کہا تم نے اُسے نحر کیوں نہ کر ڈالا؟ اس نے جواب دیا آپ کے لحاظ سے۔ یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ مضطر مردار کو اپنے لئے روک سکتا ہے (۸۰۹) ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا کہ بعض کھانے کی چیزوں سے طبیعت

(۷۸) یہود بطور اعتراض پوچھتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ کہ ہم اپنے ہاتھ سے کسی جانور کی جان لیں تو اس کا کھانا حلال اور جسے خود خدا موت دے دے تو حرام ہو جائے؟ اس پر یہ آیت اتری وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ الخ یعنی نام خدا جس کے ذبح کے وقت لیا گیا اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ؟ (ابوداؤد) اس حدیث میں تو یہود کا ہی ذکر ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ سائل مشرک تھے اور یہی صحیح بھی ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس لئے بھی کہ یہودیوں کے ہاں بھی مردہ جانور حرام ہے جیسے مسلمانوں کے ہاں پھر وہ یہ سوال کیوں کرتے؟ اور اس لئے بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قول ہے لِيُجَادِلُوكُمْ پس یہ سوال بطور مجادلے کے تھا اور یہود کو اس مسئلے میں مجادلے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ ترمذی کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان نے یہ سوال کیا تھا۔ ممکن ہے اصل سوال مشرکین کی طرف سے ہو کسی مسلمان نے بھی سمجھنے کے لئے اور جواب معلوم کرنے کیلئے آپ سے سوال کر لیا ہو باقی یہود کا ذکر تو کسی راوی کا وہم ہی ہے واللہ اعلم۔ (۷۹) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کھانے سے میری شہوت بھڑک اٹھتی ہے اس لئے میں نے تو گوشت کا کھانا اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا الخ ایمان والو اللہ کی حلال کردہ پاک چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کر لیا کرو۔ حد سے آگے قدم نہ رکھو ورنہ اللہ کے دشمن ٹھہر جاؤ گے حلال طیب روزی جو دادِ خدا ہے کھاؤ پیو (ترمذی) (۸۰) مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر حضورؐ ہو کر عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کی بستی میں رہتے ہیں وہ لوگ سور کا گوشت کھاتے ہیں شرابیں پیتے ہیں تو ان کے برتنوں کو اور ہنڈیا کو ہم کس طرح استعمال میں لائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اور برتن تمہیں نہ ملیں تو انھیں دھو کر صاف کر کے ان میں پکالو۔ (۸۱) اچھا حضورؐ ہم پر کیا حرام ہے اور کیا حلال ہے؟ فرمایا پالتو گدھوں کا گوشت نہ کھاؤ کچلیوں والے درندے سب حرام ہیں (مسند احمد) (۸۲) صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہر کچلی والے درندے کا کھانا حرام ہے ان دونوں روایتوں سے اُن کی تاویل بالکل کٹ جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ منع فرمانا بطور کراہت کے ہے نہ کہ بطور حرمت کے یہ تاویل بالکل فاسد اور محض غلط ہے وباللہ التوفیق (۸۳) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ذبیحہ گلے میں اور نرخرے پر ہی ہوتا ہے؟ فرمایا اگر تو ران میں بھی چھرا لگا دے تو کافی ہے (ابوداؤد) یہ یاد رہے کہ یہ صورت ذبیحے کی اُس جانور کے بارے میں ہے جو کنوے میں یا گڑھے میں گر گیا ہو۔ جہاں ضرورت ہو۔ جہاں قدرت نہ ہو (۸۴) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ بکری یا گائے ہم ذبح کریں اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلے تو کیا اُسے ہم پھینک دیں یا کھالیں؟ فرمایا اگر چاہو تو کھا سکتے ہو اس کی ماں کا ذبیحہ اسی کا ذبیحہ ہے۔ اس سے اُن لوگوں کی تاویل باطل ہوگئی جو کہتے ہیں کھا تو لیں لیکن ذبح کر کے۔ یہ غلط ہے اس لئے کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی ماں کا ذبیحہ اسی کا ذبیحہ ہے اور اس لئے کہ یہ اس کا ایک جز ہے تو جس طرح اس کے اور اعضا کو الگ الگ ذبح کرنے کی ضرورت نہیں اس کی بھی ضرورت نہیں (۸۵) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل دشمن سے بھڑ جائیں گے ہمارے ساتھ چھریاں نہیں تو کیا ہم بانس کے ٹکڑوں سے ذبح کر سکتے ہیں؟ فرمایا جو چیز خون بہادے اور اس پر نام خدا بھی لیا جاوے اسے کھالو، ہاں دانت اور ناخن سے ذبیحہ نہ ہو دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشی کی چھری ہے (متفق علیہ) (۸۶) حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سائل ہیں کہ شکار ملا چھری پاس نہیں تو کیا دھار دار پتھر سے ذبیحہ کر لیں؟ اور نوک دار لکڑی سے ذبیحہ کر لیں؟ فرمایا خون بہادے اور نام خدا لے لے (مسند احمد) (۸۷) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری مرنے لگی لونڈی نے دھار دار پتھر لیکر اُسے ذبح کر دی؟ آپ نے اُسے کھا لینے کا حکم دے دیا (بخاری شریف) (۸۸) یارسول اللہ بھیڑیے نے بکری پر پنجہ مار دیا اُسے دھار دار پتھر سے ہم نے ذبح کر لی؟ فرمایا جاؤ کھالو (نسائی) (۸۹) یارسول اللہ پانی ہٹ گیا اور ایک مردہ مچھلی وہاں پڑی پائی؟ فرمایا شوق سے کھاؤ اللہ نے تمہارے لئے روزی نکال دی ہے اگر تمہارے پاس ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ (متفق علیہ)

شکار کے مسائل

(۹۰) حضرت ابو ثعلبہؓ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں شکار بہت ہے ہم تیر کمان سے

فرمایا جو پینے کی چیز نشہ لائے وہ حرام ہے (بخاری مسلم) (۸۲۶) حضرت ابو موسیٰؓ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ حضورؐ ہمارے ہاں یمن میں دو قسم کی شرابیں بناتے ہیں ایک تو تبع یہ شہد کی نبیذ ہے جس میں جھاگ آجائیں دوسرے مزر یہ جوار اور جو کی نبیذ ہے جس میں جھاگ اٹھنے لگیں آپ نے فرمایا ہر ایک نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔ متفق علیہ (۸۲۷) حضرت طارق بن سویدؓ آپ سے شراب بنانے کی اجازت چاہتے ہیں آپ نے انھیں منع فرمادیا (۸۲۸) انھوں نے کہا میں دوا کے لئے بناتا ہوں آپ نے فرمایا وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔ (۸۲۹) ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ ہمارے ہاں یمن میں ایک شراب بنتی ہے جسے مزر کہا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے پوچھا کیا اس میں نشہ ہوتا ہے؟ جواب دیا جی ہاں نشہ ہوتا ہے فرمایا نشے والی ہر چیز حرام ہے اور حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے عہد کیا ہے کہ جو نشے کی چیز پئے گا اللہ تعالیٰ اُسے طینۃ الخبال پلائے گا (۸۳۰) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا جہنمیوں کا پسینہ ان کا نچوڑ (۸۳۱) قبیلۂ عبد القیس کا ایک شخص آپ سے پوچھتا ہے کہ ہم اپنے ہاں کے پھلوں کی ایک شراب بناتے ہیں اس کے پینے میں جناب کا فتویٰ کیا ہے؟ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اُس نے تین بار یہی سوال کیا یہاں تک کہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے بعد از فراغت آپ نے فرمایا اُسے نہ خود پی نہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو پلا اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یا فرمایا اُس کی قسم جس کی ذات قسم کھائے جانے کے لائق ہے کہ جو شخص نشے کی لذت حاصل کرنے کی غرض سے اسے پئے گا وہ جنت کی شراب طہور سے محروم رہیگا (مسند احمد) (۸۳۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کا سرکہ بنالیا جائے فرمایا ہرگز نہیں (مسلم) (۸۳۳) حضرت ابو طلحہؓ دریافت کرتے ہیں کہ چند یتیموں کو ورثے میں شراب ملی ہے؟ فرمایا اسے بہادو (۸۳۴) پوچھا سرکہ نہ بنالیں؟ فرمایا ہرگز نہیں (مسند احمد) (۸۳۵) ایک روایت میں ہے کہ ایک یتیم آپ کی پرورش میں تھا اس کی طرف سے اس کے روپے سے حضرت ابو طلحہؓ نے شراب خرید کی تھی جب حرمت شراب کے احکام نازل ہوئے تو حضورؐ سے پوچھا گیا کہ کیا ہم اس کا سرکہ نہ بنالیں؟ آپ نے منع فرمایا (۸۳۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نبیذ بناتے ہیں صبح شام کھانا کھا نے کے بعد اُسے پیا کرتے ہیں فرمایا پیو لیکن نشے سے بچو (۸۳۷) انھوں نے پھر سوال کیا آپ نے فرمایا نشے والی ہر چیز سے خدا کی ممانعت ہے خواہ وہ تھوڑی ہو یا بہت ہو (دار قطنی) (۸۳۸) حضرت عبداللہ بن فیروز دیلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے ہاں انگور کے باغات بکثرت ہیں شراب منع ہو چکی ہے اب ہم کیا کریں؟ فرمایا کشمش بنالیا کرو۔ (۸۳۹) پھر کشمش کا کیا کریں؟ فرمایا صبح بھگو دو شام کو پی لو شام کو بھگو دو صبح کو پی لو (۸۴۰) یا رسول اللہ ہم جن میں سے ہیں آپ کو معلوم ہے جن میں ہیں وہ بھی آپ جانتے ہیں فرمائیے ہمارا والی کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول پھر تو راضی ہو کر کہنے لگے بس یا رسول اللہ کافی ہے +

قسموں اور نذروں کی بابت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۸۴۱) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاہلیت کا زمانہ ابھی ہی تو ہم نے چھوڑا ہے اُسی پرانی عادت کے مطابق میری زبان سے لات وعزیٰ کی قسم نکل گئی ہے تو اب کیا کرنا چاہئے؟ جواب لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ تین مرتبہ پڑھ لو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دو پھر اعوذ پڑھ لو خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا سائل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے ملاحظہ ہو مسند احمد (۸۴۲) حضورؐ نے بیان فرمایا کہ جو شخص اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق مارے اس پر جنت حرام ہے۔ اور اس کے لئے دوزخ واجب ہے تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ گو کوئی حقیر سی چیز ہو؟ فرمایا گو پیلو کی مسواک ہی ہو (مسلم) (۸۴۳) ایک صحابیؓ رات کو دیر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ٹھیرے رہے جب اپنے گھر گئے تو دیکھا کہ بچے بھوکے سو گئے ہیں گھر والوں نے کھانا لا کر سامنے رکھا تو انھوں نے کھانا نہ کھانے پر قسم کھالی کہ تم نے بچوں کو بھوکا سلا دیا پھر کچھ دیر بعد انھوں نے کھا لیا حضرتؐ سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا جو شخص کوئی قسم کھا چکے پھر اس کے سوا میں بہتری دیکھے تو وہ بہتری والا کام کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے (مسلم) (۸۴۴) مالک بن نضیلہ حاضر حضور ہو کر عرض کرتے ہیں کہ میرے

نفرت کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے دل میں کوئی چیز ایسی نہ کھٹکنی چاہئے جس میں تجھے نصرانیت سے مشابہت ہو جائے (مسند احمد) حقیقی علم تو اللہ ہی کو ہے بظاہر اس کے معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ نہی اس سے ہے جو نصرانیوں کے کھانے سے مشابہ ہو مطلب یہ ہے کہ اس میں شک نہ کر بلکہ اُسے چھوڑ دے پس یہ جواب خاص ہے۔ یہودیوں کو بیان نہ کرنا صرف اس لئے ہے کہ نصاریٰ کسی طعام کو حرام ہی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ہاں تو ہاتھی سے لیکر مچھر تک سب جانور حلال ہیں +

مہمانداری کے مسائل

(۸۱۰) حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں کام کاج کو بھیجتے ہیں ہم کہیں جاکر قیام کرتے ہیں وہ لوگ ہماری مہمانداری ہی نہیں کرتے تو فرمایئے اس وقت ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا جب تم کسی قوم میں اترو اور وہ تمہارے لئے وہ انتظام کردیں جو مہمان کیلئے ہونا چاہئے تو تم قبول کرو اگر نہ کریں تو پھر تم اُن کی حیثیت کے مطابق حق مہمانداری وصول کرلو (بخاری) (۸۱۱) ترمذی شریف میں ہے ہم لوگوں کے پاس اترتے ہیں وہ نہ ہماری مہمانداری کرتے ہیں نہ ہمارے وہ حق ادا کرتے ہیں جو اُن پر ہیں اور نہ ہم اُن سے لیتے ہیں آپ نے فرمایا اگر وہ انکار کریں مگر یہ کہ تم ادن سے مہانی لو تو لے لو (۸۱۲) ابوداؤد میں ہے ضیافت کی رات ہر مسلمان پر حق ہے اگر اس کے آنگن پر کوئی محروم رہا تو اس پر قرض ہے اگر چاہے تقاضا کرے اگر چاہے چھوڑ دے (۸۱۳) ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا مہمان ٹھیرے تو اُن پر اس کی مہمانداری ضروری ہے اگر وہ مہمانداری نہ کریں تو اُسے حق ہے کہ اپنی مہمانداری جتنا اُن سے وصول کرلے بطور سزا کے۔ وجوب ضیافت کی یہ دلیل ہے۔ اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جس کا کوئی حق کسی پر ہو اور وہ دینے سے انکاری ہو تو اس کے برابر وہ وصول کرسکتا ہے۔ مسئلہ ظفر کی دلیل بھی اسی سے لی گئی ہے لیکن دراصل اس کی کوئی دلیل اس میں نہیں کیونکہ یہاں پر تو سبب حق ظاہر ہے لینے والے پر کسی قسم کا الزام نہیں آسکتا۔ جیسے کہ ہند اور ابوسفیان کے قصے میں پہلے بیان ہو چکا ہے (۸۱۴) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ہاں میں گیا اور اس نے میری مہمانی نہیں کی اب وہ میرے ہاں آئے تو میں بھی اس کی مہمانی نہ کروں اس میں کوئی حرج تو نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہ کرو بلکہ اس کی مہمانی کرو (۸۱۵) کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میلی کچیلی حالت میں دیکھکر مجھ سے دریافت فرمایا کہ تیرے پاس مال ہے؟ میں نے کہا ہاں ہر قسم کا مال ہے خدا نے مجھے اپنی مہربانی سے اونٹ بکریاں وغیرہ دے رکھی ہیں آپ نے فرمایا اُس کا اثر بھی تجھ پر ظاہر ہونا چاہئے (ترمذی) (۸۱۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کے لئے تکلف کب تک کرنا چاہئے؟ فرمایا ایک دن رات (۸۱۷) اور ضیافت تین دن رات اس کے بعد صدقہ ہے (۸۱۸) اور کسی کو حلال نہیں کہ دوسرے کے یہاں اتنا ٹھیرے کہ اُسے بار پڑجائے اور وہ اکتا جائے (متفق علیہ) +

عقیقہ

(۸۱۹) عقیقے کی بابت آپ سے سوال ہوا تو گویا آپ نے یہ نام مکروہ رکھا اور فرمایا جس کے ہاں بچہ تولد ہو اور وہ ذبیحہ کرنا پسند کرے تو کرلے (مسند احمد) (۸۲۰) اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا عقوق کو اللہ پسند نہیں فرماتا گویا کہ اس نام کو آپ نے مکروہ سمجھا (۸۲۱) تو لوگوں نے کہا کہ ہم ہمارے ہاں جو بچے ہوتے ہیں ان کی بابت سوال کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس کے ہاں بچہ ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی دینا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو برابر کی بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری + + +

فصل پانی اور شراب کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۸۲۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سانس سے مجھے تو آسودگی حاصل نہیں ہوتی؟ فرمایا پیالہ منہ سے دور کرکے سانس لے لیا کر (۸۲۳) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پانی میں کوئی کوڑا دیکھوں تو؟ فرمایا گرا دے (مالک) (۸۲۴) ترمذی میں ہے کہ آپ نے پانی میں سانس چھوڑنے سے منع فرمایا تو ایک صاحب نے کہا اگر پانی کے برتن میں کوئی کوڑا نظر آئے تو؟ فرمایا اُسے بہا دو اُس نے کہا ایک سانس میں میری سیری نہیں ہوتی فرمایا پھر برتن منہ سے جدا کردیا کر۔ یہ حدیث صحیح ہے (۸۲۵) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتع کی بابت کیا فرمان ہے؟

کسی کے بدلے رکھ نہیں سکتا۔ نذر تو مثل قرض کے اپنے ذمے ایک چیز کا لازم کر لینا ہے پس اس میں ولی کی قضا بھی مقبول ہے جیسے قرض کی ادائگی میں اس کی ولایت مقبول ہے۔ یہ بالکل فقہ ت اسی قاعدے کیمطابق اس کی طرف سے حج بھی نہ کیا جائے اور زکوٰۃ بھی ادا نہ کی جائے سوائے اس صورت کے کہ وہ تاخیر میں معذور ہو جیسے کہ ولی اُن روزوں کے بدلے کھانا کھلا سکتا ہے جو بوجہ عذر کے چھوٹ گئے ہوں لیکن جس نے قصور کیا ہو اور بلا عذر ترک کر دیئے ہوں اُسے دوسرے کی ادائے گی فرائض خداوندی کے بارے میں مطلقاً نفع نہ دیگی خدا کا حکم اسی پر تھا اور وہ صرف امتحاناً اور بطورِ آزمائش تھا اس کے ولی کو یہ حکم نہ تھا پس ایک کی توبہ دوسرے کو ایک کا اسلام دوسرے کو ایک کی نماز دوسرے کو اسی طرح اور فرائض ایک کے دوسرے کو فائدہ نہ دیں گے۔ جبکہ مرنے والے نے قصور کی وجہ سے بے پرواہی اور لا اُبالی کی وجہ سے مرتے دم تک انھیں ادا ہی نہیں کئے۔ واللہ اعلم۔ (۸۵۶) ایک عورت کہتی ہے کہ میں نے تو نذر مانی ہے کہ آپ کے سر پر دف بجاؤنگی آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرلے۔ (۸۵۷) میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں جگہ جانور ذبح کروں وہاں اہلِ جاہلیت ذبیحہ کیا کرتے ہیں پوچھا کسی بت کے لیے؟ اس نے کہا نہیں فرمایا کسی اور پوجے جانے کی چیز کے لئے کہا نہیں فرمایا اپنی نذر پوری کرلے۔ (ابوداوٗد) (۸۵۸) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے بوانہ نامی جگہ ایک اونٹ کے نحر کرنے کی نذر مانی ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ وہاں جاہلیت کے زمانے میں بت پرستی تو نہیں ہوتی تھی؟ لوگوں نے کہا نہیں پوچھا وہاں ان کا کوئی میلہ تو نہیں لگتا تھا؟ لوگوں نے اس کا بھی انکار کیا تب آپ نے فرمایا جاؤ اپنی نذر پوری کرو۔ یاد رکھو خدا کی نافرمانی میں اور جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اُس میں نذر کوئی چیز نہیں (ابوداوٗد)

فصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کے فتوے

(۸۵۹) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظالم سرداروں سے ہم لڑیں؟ فرمایا جب تک وہ نماز کو قائم رکھیں اُن سے لڑائی نہ کرو (۸۶۰) تمہارے بہتر سردار وہ ہیں جن سے تم محبت رکھو اور جو تم سے محبت رکھیں تم اُن کے لئے دعائیں کرو اور وہ تمہارے لئے تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جنھیں تم ناپسند کرو اور وہ تم سے بغض رکھیں تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت کریں (۸۶۱) پھر یا رسول اللہ ہم انھیں الگ ہی نہ کر دیں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز کو قائم رکھیں۔ جب تک نماز کو قائم رکھیں تم انھیں الگ نہ کرو (۸۶۲) پھر فرمایا سنو جس پر جو والی بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے خدا کی کسی معصیت کو کرتے دیکھے تو اس کی اس نافرمانی کو برا جانے لیکن اطاعت سے دست بردار نہ ہو (مسلم) (۸۶۳) فرماتے ہیں تم پر سردار مقرر کئے جائیں گے کہ تم ان میں اچھائیاں برائیاں دونوں پاؤ گے پس جو شخص مکروہ سمجھے وہ بری ہو گیا جو انکار کرے وہ سلامتی میں آگیا لیکن جو راضی رہے اور تابعداری کرے تو لوگوں نے پوچھا پھر ہم اُن سے جنگ نہ کریں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں (مسلم) مسند میں ہے جب تک وہ پانچوں نمازیں پڑھتے رہیں (۸۶۴) یا رسول اللہ اگر ہم پر امیر و سردار ایسے ہوں کہ ہمیں ہمارے حق نہ دیں اور ہم سے اپنے حق طلب کریں؟ فرمایا تم سنو اور مانو اُن پر وہ ہے جو انھوں نے اٹھایا اور تم پر وہ ہے جو تم پر لادا گیا ہے (ترمذی) (۸۶۵) فرماتے ہیں میرے بعد حقداروں پر غیر مستحقین کو ترجیح ہو جائے گی اور ایسے کام ہوں گے جنھیں تم برا مانو پھر یا رسول اللہ ہم میں سے جو اُسے پائے اس کے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جو حق تم پر ہے اُسے ادا کرو اور جو حق تمہارا ہے اُسے اللہ سے طلب کرو (متفق علیہ) (۸۶۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ عمل بتایئے جو جہاد کے برابر ہو؟ فرمایا میں تو ایسا کوئی عمل نہیں پاتا پھر فرمانے لگے کیا تجھ سے یہ ہو سکیگا؟ کہ مجاہد کے گھر سے نکلتے ہی تو مسجد میں چلا جائے اور بے تھکے قیام میں برابر مشغول ہی رہے روزے رکھتا چلا جائے کسی دن نہ چھوڑے۔ اس نے کہا یہ طاقت کسے ہے؟ فرمایا راہِ خدا کے مجاہد کی مثال اس شخص جیسی ہے جو صیام و قیام میں اور خدا کے احکام کی بجا آوری میں ہی مشغول رہے بالکل نہ تھکے نہ غفلت کرے یہانتک کہ مجاہد لوٹ کر واپس اپنے گھر پہنچ جائے (صحیح مسلم شریف) (۸۶۷) یا رسول اللہ سب سے افضل کون شخص ہے؟ فرمایا مومن مجاہد جو جان و مال راہِ خدا میں لٹا دے۔ (۸۶۸) پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا وہ جو کسی گھاٹی میں ہو خدا سے ڈرتا ہو

چچا زاد بھائی میری حاجت کے وقت مجھے کچھ دیتا تو در کنار مجھ سے منہ چھپا لیتے ہیں پھر اپنی حاجت کے وقت بے کھٹکے میرے پاس چلے آتے ہیں اب تو میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ نہ اُسے دونگا نہ اُس سے سلوک کروں گا آپ نے فرمایا وہ کر جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیدے (۸۴۵) حضرت سُوید بن حنظلہ اور حضرت وائل بن حجر اپنی قوم کے ساتھ خدمت نبوی کے ارادے سے چلے راستے میں حضرت وائل کو اون کے دشمنوں نے گرفتار کر لیا تو قسم کھا کر انھیں اپنا بھائی کہنے سے اور لوگ تو رک گئے لیکن حضرت سویدؓ نے قسم کھا کر کہا کہ یہ میرے بھائی ہیں انھوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ان سب سے زیادہ نیک سلوک اور زیادہ سچا تو ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے (مسند احمد) (۸۴۶) حضورؐ سے اُس شخص کی بابت سوال کیا گیا جس نے نذر مانی تھی کہ دھوپ میں ہی کھڑا رہیگا۔ بیٹھیگا نہیں روزہ رکھے چلا جائیگا بے روزہ رہیگا ہی نہیں سایے میں نہ بیٹھے گا نہ کسی سے بات چیت کرے گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اُسے حکم کرو سایہ حاصل کرے بول چال شروع کردے بیٹھ جائے ہاں روزہ پورا کرے (بخاری) یہ حدیث دلیل ہے اس بات کی کہ جس نے ایسی نذر مانی ہو جس میں کچھ حصہ مطابق شرع ہو کچھ خلافِ شرع ہو تو جتنا حصہ مطابق ہے اُسے پورا کرے جتنا حصہ خلاف ہے اُسے پورا نہ کرے۔ یہی حکم وقف کی شرطوں کا ہے (۸۴۷) حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا کہ مسجدِ حرام میں ایک رات کے اعتکاف کی میں نے جاہلیت کے زمانے میں نذر مانی تھی آپ نے انھیں نذر پوری کرنے کا حکم فرمایا (متفق علیہ) اس سے بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں لیکن اُن کے لئے یہ روایت دلیل بن نہیں سکتی کیونکہ اس کے بعض الفاظ میں ذکر ہے کہ دن رات کے اعتکاف کی میں نے نذر مانی ہے۔ انھیں روزے کا حکم نہ دینا اس لئے تھا کہ یہ بات معلوم و معروف ہے کہ مشروع اعتکاف روزے کی حالت میں ہی ہے پس مطلق محمول ہوگا مشروع پر۔ (۸۴۸) ایک عورت نے پیدل ننگے پاؤں ننگے سر حج بیت اللہ کرنے کی نذر مانی تھی تو آپ نے اُسے حکم دیا کہ سوار ہولے اور سر ڈھک لے اور تین روزے رکھلے (مسند) (۸۴۹) صحیحین میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ میری ہمشیرہ نے پیادہ پا حج کرنے کی منت مانی تھی پھر اُس نے مجھے کہا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھ لوں آپ نے فرمایا وہ چلیں بھی اور سوار بھی ہوں (۸۵۰) مسند میں ہے کہ وہ ناطاقت تھیں حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے وہ سواری پر جائے اور ایک قربانی دے (۸۵۱) خطبہ پڑھتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک اعرابی پر پڑی جو دھوپ میں کھڑا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے نذر مانی ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے فارغ نہ ہو لیں میں دھوپ میں ہی کھڑا رہوں گا آپ نے فرمایا یہ نذر نہیں نذر صرف اُن امور میں ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی جستجو ہو (مسند احمد) (۸۵۲) حضورؐ نے دیکھا کہ ایک بوڑھے کو دو شخص تھامے ہوئے لئے جا رہے ہیں پوچھا کیا بات ہے؟ جواب ملا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے آپ نے فرمایا یہ اپنے نفس کو عذاب کرے اس سے خدائے تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ آپ نے اُسے سوار ہو جانے کا حکم دیا (متفق علیہ) (۸۵۳) دو شخصوں کو ملے جُلے چلتے ہوئے دیکھکر آپ نے سبب دریافت فرمایا معلوم ہوا کہ ان کی نذر اس طرح کی ہے فرمایا یہ کوئی نذر نہ ہوئی نذر تو صرف اُسی میں ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی مطلوب ہو (مسند احمد) (۸۵۴) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں فوت ہوگئی اور ان کے ذمے نذر کے روزے رہ گئے ہیں فرمایا اس کے ولی ادا کرلیں (ابن ماجہ) (۸۵۵) یہ فرمان بھی صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جو مر جائے اور اُس کے ذمے روزے رہ گئے ہوں اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھلے پس ایک گروہ کا تو خیال ہے کہ نذر کے روزے ہوں یا فرض روزے ہوں سب عام طور پر اسی حکم میں داخل ہیں۔ دوسری جماعت کا خیال ہے کہ دونوں قسم کے روزے ولی ادا نہیں کر سکتے۔ تیسری جماعت کا قول ہے کہ نذر کے روزے رکھ سکتے ہیں اصلی فرض کے نہیں رکھ سکتے۔ ابن عباسؓ اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے امام احمدؒ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ اور ہے بھی یہی صحیح اس لئے کہ فرض روزے فرض نماز کی طرح ہیں پس جس طرح نماز کوئی کسی کے بدلے پڑھ نہیں سکتا جس طرح اسلام کوئی کسی کے بدلے لا نہیں سکتا اسی طرح روزے بھی کوئی

جس کی شفا اللہ تعالیٰ نے مقرر نہ فرمائی ہو (مسند احمد) (۸۸۳) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کے جو ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے وہ کون ہیں؟ فرمایا جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے جو شگون نہیں لیتے جو داغ نہیں لگواتے جو اپنے رب پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ (متفق علیہ) (۸۸۴) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آل عمرو بن حزم نے خدمتِ نبوی میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دم کرنا یاد تھا جس سے ہم بچھو اتارا کرتے تھے اب آپ نے دم کرنے سے روک دیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو پڑھ کر دم کرتے تھے مجھے سناؤ انھوں نے سنایا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی کلمہ خلاف نہیں جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے وہ کرلے۔ (۸۸۵) حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے استفتا کیا کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں میرے بدن میں اس جگہ درد ہے آپ نے فرمایا وہیں اپنا ہاتھ رکھو اور یہ پڑھو تین دفعہ بسم اللہ اور سات دفعہ أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ (مسلم) (۸۸۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ آزمائش والا کون ہے؟ فرمایا انبیا علیہم السلام پھر اُن سے کم درجے کے لوگ پھر اُن سے کم درجے والے انسان کی آزمائش اس کے دین کے اندازے پر ہوتی ہے اگر وہ کمزور دین والا ہے تو ویسی ہی اس کی آزمائش ہوتی ہے اور اگر وہ مضبوط دین والا ہے تو ویسی ہی زبردست آزمائش بھی ہوتی ہے انسان پر مصیبتیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلنے پھرنے لگتا ہے کہ اس کے ذمے کوئی خطا نہیں ہوتی (احمد ترمذی) (۸۸۷) ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ بلاؤں والے کون ہیں؟ فرمایا انبیا علیہم السلام (۸۸۸) یا رسول اللہ اُن کے بعد اور کون؟ فرمایا نیک صالح لوگ ان میں سے ایک ایک کی فقیری کے ساتھ یہاں تک آزمائش ہوتی تھی کہ اُسے سوائے عباءۃ کے کوئی اور چیز میسر ہی نہیں آتی تھی سنو وہ تو بلاؤں میں ایسے خوش رہتے تھے جیسے تم عافیت میں خوش رہتے ہو (ابن ماجہ) (۸۸۹) یا رسول اللہ یہ جو بیماریاں ہمیں آتی رہتی ہیں تو ان میں ہمیں کوئی اجر بھی ملتا ہے؟ فرمایا ہاں یہ تمہارے گناہوں کی کفارہ بن جاتی ہیں

(۸۹۰) اس پر حضرت ابو سعیدؓ نے پوچھا کہ گو تھوڑی سی ہی ہو؟ آپ نے فرمایا گو کانٹا ہی لگا ہو یا اس سے بھی کم ہو۔ حضرت ابو سعیدؓ خدریؓ نے اس پر دعا کی کہ مجھے ہمیشہ بخار رہے لیکن ایسا کہ حج سے عمرے سے راہ خدا کے جہاد سے جماعت کی فرض نماز سے میں محروم نہ رہ جاؤں۔ پس آپ کو آخری وقت تک جو انسان ہاتھ لگاتا تو بدن میں بخار موجود پاتا (مسند احمد) (۸۹۱) بدویوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات شروع کئے کہ کیا اس میں کوئی حرج ہے کیا فلاں بات میں کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے بندو اللہ تعالیٰ نے سب حرج ہٹا دیئے ہیں حرج صرف اس پر ہے جو اپنے بھائی مسلمان کی کسی طرح کی آبرو ریزی کرے یہ حرج کی بات ہے (۸۹۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دوا علاج میں کوئی گناہ ہے؟ فرمایا اے اللہ کے بندو دوا علاج کرو اللہ نے جو بیماری رکھی ہے اس کی شفا بھی رکھی ہے سوائے بڑھاپے کے۔ (۸۹۳) پھر پوچھا یا رسول اللہ بہترین چیز جو خدا کی طرف سے بندے کو عطا ہوئی ہو کیا ہے؟ فرمایا اچھے اخلاق (ابن ماجہ) (۸۹۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھاڑ پھونک کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اپنے جھاڑنے پھونکنے کو میرے سامنے پیش کرو پھر فرمایا جس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں اس میں کوئی حرج نہیں (مسلم) (۸۹۵) ایک طبیب نے حضورؐ سے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کی بابت سوال کیا تو آپ نے انھیں اس کے قتل سے منع فرما دیا (سنن) (۸۹۶) حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے آپ سے جوئیں پڑ جانے کی شکایت کی تو آپ نے انھیں ریشمی کرتہ پہننے کی اجازت دی (صحیح بخاری) (۸۹۷) حضورؐ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو طب نہ جانتا ہو اور پھر علاج کرے وہ ذمے دار ہے۔ اس کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو ماہر طبیب ہو پھر اس سے کسی کے کے علاج میں خطا ہو جائے تو اس کی پکڑ نہیں۔ (۸۹۸) حج کے راستے میں پیدل چلنے والوں نے آپ سے اپنے تھک جانے اور کمزور ہو جانے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا چھوٹے چھوٹے قدموں کچھ دیر تیز چل لیا کرو اس سے تمہیں کچھ مدد مل جائے گی چنانچہ

اور لوگوں کی ایذا رسائی سے الگ ہو (متفق علیہ) (۸۶۹) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں راہ خدا میں قتل کیا جاؤں صبر کے ساتھ طلب ثواب کی نیت سے آگے بڑھتا ہوا نہ کہ پیچھے ہٹتا ہوا تو کیا اللہ رب العالمین میری تمام خطائیں معاف فرما دے گا؟ فرمایا ہاں پھر دریافت کیا کہ تم نے کیا سوال کیا تھا اُس نے اپنا سوال دوہرایا تو آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا تیرا سوال کیا تھا اُس نے پھر سے دوہرا دیا آپ نے فرمایا ہاں مگر قرض ابھی ابھی جبرئیل نے مجھ سے پوشیدہ پوشیدہ یہ فرما دیا۔ (مسند احمد) (۸۷۰) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر کیا وجہ ہے کہ تمام مومنوں کی قبر میں آزمائش ہوتی ہے مگر شہیدوں کی نہیں ہوتی؟ فرمایا تلوار کی چمک نے اس کی پوری آزمائش کر لی ہے (نسائی) (۸۷۱) اے محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام شہیدوں میں افضل کون ہے؟ فرمایا جو صف میں آنے کے بعد اپنا منہ پھیرے بغیر راہ خدا میں کھپ جائے یہ جنت کے اعلیٰ بالاخانوں میں براجمان ہوں گے اللہ تعالیٰ ہنس کر ان کی طرف دیکھتا ہے اور جب اس کی نظر ہنسی کے ساتھ کسی بندے پر پڑ گئی وہ حساب کتاب سے پاک صاف ہو گیا (مسند احمد) (۸۷۲) اللہ کے رسولؐ کا کیا فتویٰ ہے؟ کہ ایک شخص بہادری دکھانے کیلئے دوسرا حمایت قومی میں تیسرا ریاکاری سے میدان جنگ میں لڑ رہا ہے تو راہ خدا میں لڑنے والا کون ہے؟ فرمایا جو خدائی کلمے کو بلند کرنے کے لئے جہاد کرے وہ ہے راہ خدا میں۔ (متفق علیہ) (۸۷۳) ایک اعرابی نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ ایک شخص شہرت کے لئے ایک شخص اپنی بڑائی کے لئے ایک شخص غنیمت حاصل کرنے کے لئے ایک شخص اپنی بہادری کے جھنڈے بلند کرنے کیلئے لڑ رہا ہے تو راہ خدا کا مجاہد کون ہے؟ فرمایا وہ جو کلمۂ خدا کو بلند کرنے کے لئے لڑے وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے (۸۷۴) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال کے جواب میں کیا فرماتے ہیں؟ کہ ایک شخص راہ خدا کا جہاد کرتا ہے لیکن وہ دنیا کا فائدہ ٹٹول رہا ہے آپ نے فرمایا وہ ثواب سے محروم ہے لوگوں کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی اور اُس سائل سے کہا کہ دوبارہ پوچھو شاید تم اپنا مطلب واضح نہیں کر سکے اُس نے پھر پوچھا آپ نے پھر یہی جواب دیا لوگوں نے اس سے پھر یہی کہا اس نے سہ بارہ پوچھا تیسری بار بھی حضورؐ نے یہی فرمایا کہ اس کے لئے کوئی اجر نہیں (ابو داؤد) (۸۷۵) یا رسول اللہ ایک شخص غزوہ کرتا ہے اجر و ذکر دونوں چاہتا ہے اُسے کیا ملے گا؟ فرمایا اُسے کچھ نہ ملے گا۔ تین مرتبہ اس نے اپنا سوال دوہرایا اور تینوں مرتبہ یہی جواب پایا پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو صرف اسی کے لئے خالص ہو اور اس سے اسی کی رضا جوئی مطلوب ہو (نسائی) (۸۷۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بارگاہ نبوت میں سوال لاتی ہیں کہ مرد تو جہاد کرتے ہیں عورتوں کیلئے جہاد نہیں عورتیں میراث میں بھی مردوں سے نصف پر ہیں تو یہ آیت اتری وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ الخ یعنی جو فضیلت و بزرگی اللہ نے ایک کو ایک پر دے رکھی ہے اس کی تمنا ئیں نہ کیا کرو الخ (مسند احمد) (۸۷۷) حضورؐ سے شہیدوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ جو راہ خدا میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے جو راہ خدا میں مر جائے وہ شہید ہے جو طاعون میں مر جائے وہ شہید ہے جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ شہید ہے ✣

فصل دوا اور علاج کی بابت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے

(۸۷۸) ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ہم دوا کرائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ سنو اللہ تعالیٰ نے جتنی بیماریاں پیدا کی ہیں ان کے علاج بھی پیدا کئے ہیں جو انہیں جانتے ہیں جانتے ہیں جو انجان ہیں انجان ہیں (مسند احمد) (۸۷۹) سنن میں ہے کہ اعراب کے اس سوال پر آپ نے فرمایا اے اللہ کے بندو علاج کرایا کرو اللہ نے جو بیماری رکھی ہے اُس کی شفا بھی رکھی ہے سوائے ایک بیماری کے (۸۸۰) یا رسول اللہ وہ بیماری کیا ہے؟ فرمایا بڑھاپا (۸۸۱) حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ جو دم جھاڑا ہم کرتے ہیں جو دوا علاج کراتے ہیں اور جو جو بچاؤ کی تدبیریں کرتے ہیں کیا ان سے تقدیر میں کچھ ردّ و بدل ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا خود وہ بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے (ترمذی) (۸۸۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دوا علاج کوئی فائدہ کرتا ہے؟ فرمایا سبحان اللہ وہ کونسی بیماری ہے

فرمایا کہ جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ؐ زیادہ عالم ہے فرمایا اپنے بھائی مسلمان کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے مکروہ معلوم ہو (۹۲۳) یا رسول ؐ اللہ اگر ہمارے بھائی میں وہ بات واقعہ میں بھی ہو تب بھی؟ فرمایا اگر ہو جبھی غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تو بہتان ہے (مسلم) (۹۲۴) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیبت کیا ہے؟ فرمایا تیرا کسی شخص کا وہ ذکر کرنا جو اگر وہ سنے تو اُسے برا معلوم ہو (۹۲۵) یا رسول ؐ اللہ گو وہ بات سچی ہی ہو؟ فرمایا جب غلط ہو تو تو بہتان ہے (مسند و موطا) ٭٭٭

کبیرہ گناہوں کا بیان

(۹۳۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ فرمایا (۹۳۷) اللہ کے ساتھ شریک کرنا (۹۳۸) اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا (۹۳۹) اور جھوٹ بولنا (۹۴۰) اور بے وجہ ناحق قتل کرنا (۹۴۱) اور میدانِ جنگ سے منہ موڑنا (۹۴۲) اور جھوٹی قسم کھانا (۹۴۳) اور اولاد کو اس لئے قتل کر دینا کہ اسے کھلانا پڑے گا (۹۴۴) اور پڑوس کی عورت سے بدکاری کرنا (۹۴۵) اور جادو (۹۴۶) اور یتیم کا مال کھا جانا (۹۴۷) اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ یہ مجموعہ ہے کئی احادیث کا ٭٭٭

فصل

(۹۴۸) نماز کو چھوڑ دینا (۹۲۹) زکواۃ نہ دینا۔ (۹۵۰) باوجود طاقت کے حج نہ کرنا (۹۵۱) بغیر عذر کے رمضان شریف کا روزہ چھوڑ دینا (۹۵۲) شراب پینا۔ (   ) چوری کرنا (۹۵۳) زنا کرنا (۹۵۴) لواطت کرنا (۹۵۵) حق کے خلاف حکم کرنا (۹۵۶) فیصلوں میں اور حکموں میں رشوت لینا۔ (۹۵۷) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا (۹۵۸) اللہ تعالیٰ کے ناموں صفتوں فعلوں اور احکام میں جھوٹ بولنا۔ (۹۵۹) اس نے اور اس کے رسول ؐ نے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں ان کا انکار کر دینا (۹۶۰) یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ رسول کے کلام سے یقین کا فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ظاہر باطل اور خطابت بلکہ اغر ضلالت اور تشبیہ ہے (۹۶۱) قرآن حدیث کو چھوڑ کر کسی کا قول لینا (۹۶۲) عقلیات کو ظالمانہ سیاسیات کو باطل خیالات کو فاسد رائے قیاس کو ذوق شوق وجد کشف کو حدیث پر مقدم کرنا (۹۶۳) چنگی وصول کرنا (۹۶۴) رعایا پر ظلم کرنا (۹۶۵) فَے کے مال کو غیر مستحقین کو دینا (۹۶۶) تکبر کرنا (۹۶۷) فخر کرنا۔ (۹۶۸) غرور کرنا (۹۶۹) اکڑنا (۹۷۰) ریاکاری کرنا (۹۷۱) شہرت طلب کرنا (۹۷۲) مخلوق کے خوف کو خالق کے خوف پر مقدم رکھنا (۹۷۳) مخلوق کی محبت کو خالق کی محبت پر مقدم کرنا (۹۷۴) مخلوق کی امید کو خالق کی امید پر مقدم رکھنا (۹۷۵) ملک میں سر بلندی اور فساد کا ارادہ رکھنا گو نہ بھی کر سکے (۹۷۶) صحابہ رضؓ کو برا کہنا (۹۷۷) ڈاکے ڈالنا (۹۷۸) اپنے گھر میں برائی دیکھ کر پھر چپ رہنا (۹۷۹) چغلی کرنا (۹۸۰) پیشاب سے نہ بچنا۔ (۹۸۱) مرد کا عورت کی چال چلنا (۹۸۲) عورت کا مرد سے مشابہت کرنا (۹۸۳) عورت کا اپنے بال بڑھانے کے لئے ان میں اور بال ملانا (۹۸۴) اور اسے طلب کرنا (۹۸۵) خوبصورتی کے لئے دانتوں کو الگ الگ کرنا (۹۸۶) خوبصورتی کے لئے دانتوں کو الگ الگ کرانا (۹۸۷) گودنا (۹۸۸) گُدوانا (۹۸۹) تِل لگوانا۔ (۹۹۰) تِل لگانا (۹۹۱) نسب میں طعنہ زنی کرنا (۹۹۲) اپنے باپ سے بیزاری اور علیحدگی کرنا (۹۹۳) باپ کا اولاد سے برأت کرنا (۹۹۴) عورت کا اپنے خاوند کے بچے کے سوا اس کی اولاد میں اور کے بچے کو ملانا (۹۹۵) نوحہ خوانی کرنا (۹۹۶) طمانچے لگانا (۹۹۷) کپڑے پھاڑنا (۹۹۸) موت وغیرہ کی مصیبت کے وقت عورتوں کا سر منڈوا دینا۔ (۹۹۹) زمین کے نشانات کا الٹ پلٹ کر دینا (۱۰۰۰) قطع رحمی کرنا (۱۰۰۱) وصیت میں ظلم کرنا (۱۰۰۲) وارث کا حق مارنا (۱۰۰۳) مردار کھانا (۱۰۰۴) خون کھانا (۱۰۰۵) سور کا گوشت کھانا (۱۰۰۶) حلالہ کرانا (۱۰۰۷) حلالہ کرنا (۱۰۰۸) حلالہ سے مطلقہ عورت کو حلال جاننا (۱۰۰۹) خدا کے واجبات کو گرانے کے لئے حیلے سازیاں کرنا (۱۰۱۰) خدا کے حرام کو حیلوں سے حلال کرنا۔ (۱۰۱۱) اس کے فرائض کو

وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُهُ یعنی اے اللہ ہم تیرے ساتھ شرک کرنے سے تیری ہی پناہ چاہتے ہیں جسے ہم جانتے ہوں اور تجھ سے استغفار کرتے ہیں اُس سے جسے ہم نہ جانتے ہوں (مسند احمد)

(۹۲۱) ایک مرتبہ زبانِ رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سنا کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے تو پوچھا کہ چھوٹا شرک کیا ہے؟ آپ نے بتلایا کہ وہ ریاکاری ہے ان سے قیامت والے دن جب ہر شخص کو بدلہ دیا جائیگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جاؤ جن کے دکھانے کے لئے تم نے نیکیاں کی تھیں انہی کے پاس جاؤ دیکھو تو وہاں کوئی بدلہ پاتے ہو؟ (مسند احمد) (۹۲۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے کون ہیں؟ فرمایا زیادہ مال والے لوگ سوائے اُنکے جو ہر وقت اس طرح کریں یعنی دائیں بائیں آگے پیچھے (یعنی ہر نیک کام میں خرچ کرتے رہیں) ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (۹۲۳) آیت اترتی ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ الخ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پھر اپنے ایمان کو ظلم سے بچائے رکھا ان کے لئے امن ہے اور وہی راہ یافتہ ہیں تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے جو گناہ سے بالکل ہی بچا ہوا ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد مطلق گناہ نہیں بلکہ ظلم سے مراد یہاں شرک ہے۔ کیا تم نے حضرت لقمان کا اپنے بیٹے سے یہ فرمانا نہیں سنا یَابُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ پیارے بچے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا دیکھو شرک بڑا بھاری ظلم ہے (متفق علیہ)

(۹۲۴) صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسوقت ان میں مسیح دجّال کی بابت بات چیت ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا سنو میرے نزدیک مسیح دجّال سے بھی زیادہ خوفناک چیز پوشیدہ شرک ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ یہ پوشیدہ شرک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا انسان نماز کے لئے کھڑا ہو اور دیکھے کہ فلاں کی نگاہ مجھ پر ہے تو بہت اچھی طرح سنوار کر نماز ادا کرے کیونکہ وہ دوسرا اسے دیکھ رہا ہے (ابن ماجہ)۔

(۹۲۵) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس سردار کی بھی اطاعت کی جائے جس نے لکڑیاں جمع کرا کر ان میں آگ لگوا کر لوگوں کو اس میں کود پڑنے کا حکم دیا ہو۔ فرمایا اگر وہ اس میں کود پڑیں گے تو آگ سے نکلیں گے بھی نہیں۔ طاعت تو شرعی امور میں ہے (۹۲۶) اور روایت میں ہے کہ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت کوئی چیز نہیں (۹۲۷) اور روایت میں ہے کہ ان سرداروں میں سے تمہیں جو بھی خدا کی کسی نافرمانی کو کہے اس کی بات نہ مانو۔ حضورؐ کے اس فتوے سے صاف ثابت ہو گیا کہ کوئی بھی امیر و سردار ہو کسی کی بھی معصیت میں حکم برداری حلال نہیں اس میں کسی کی کوئی بھی تخصیص نہیں (۹۲۸) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صحابہؓ نے یہ حدیث سنی کہ تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالی دے تو انھوں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالی دے؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ یہ کسی کے ماں باپ کو گالی دے تو وہ اس کے ماں باپ کو گالی دے (صحیحین) (۹۲۹) امام احمدؒ کی مسند میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تمام کبیرہ گناہوں سے بڑا گناہ ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے تو آپ سے سوال ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کسی کے ماں باپ کو یہ گالی دے تو وہ اس کے ماں باپ کو گالی دے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذرائع کا اعتبار شریعت میں ہے شریعت چاہتی ہے کہ برائی کے ذریعے بھی بند کر دے۔ اس قاعدے کے بہت سے شاہد گذر چکے ہیں اس لئے ہم یہاں انھیں نہیں دوہراتے (۹۳۰) حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے پوچھتے ہیں کہ تم زنا کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ سب نے کہا وہ حرام ہے آپ نے فرمایا سنو دس عورتوں سے زنا کرنا اس سے آسان ہے کہ انسان اپنی پڑوسن سے زنا کرے (۹۳۱) اچھا بتلاؤ چوری کی بابت کیا کہتے ہو جواب دیا کہ حرام ہے۔ فرمایا دس گھروں سے چوری کرنا اس سے ہلکا ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کے ہاں سے چوری کرے۔ (مسند احمد) (۹۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت

(۱۰۷۳) مسلم بھائی سے سال بھر تک میل جول ترک رکھنا جیسے کہ صحیح حاکم میں ابو خراش ھذلی سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے مسلمان بھائی سے سال بھر تک میل ملاپ ترک کئے رہنا اُس کے قتل کے برابر ہے۔ (۱۰۷۴) ہاں تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھنا ممکن ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہو (۱۰۷۵) خدا کی کسی حد کے نہ جاری ہونے دینے کی شفاعت کرنا۔ ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ جس کی سفارش خدا کی کسی حد کے آگے آئی اس نے اللہ کے امر میں اس کی مخالفت کی (مسند احمد وغیرہ) (۱۰۷۶) نہایت لاپرواہی سے خدا کی ناراضگی کا کوئی کلمہ منہ سے نکال دینا (۱۰۷۷) کسی بدعت کی طرف کسی کو بلانا (۱۰۷۸) کسی گمراہی کی دعوت کسی کو دینا (۱۰۷۹) کسی سنت کے چھوڑنے پر کسی کو مائل کرنا۔ یہ تینوں اکبر الکبائر ہیں کیونکہ ان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہے۔

(۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) ان کبیرہ گناہوں میں یہ تین بھی ہیں جو حاکم نے اپنی صحیح میں بروایت حضرت مستورد بن شدادؓ وارد کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو کسی مسلمان کی برائی میں کوئی لقمہ کھائے اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جہنم کی آگ کھلائے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی بری کر کے کسی جگہ پہنچے اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دکھانے سنانے کی جگہ کھڑا کر کے عذاب کریگا۔ اور جو کسی مسلمان کی برائی میں کسی کپڑے کو پائے اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن آگ کے کپڑے پہنائیگا یعنی جو شخص کسی مسلمان پر جھوٹ باندھ کر اس کا مذاق اڑا کر اس پر عیب گیری کر کے اُسے ملامت کر کے اُس پر طعنہ کر کے اس کی آبروریزی کر کے اس پر جھوٹی گواہی دیکر اس کے کسی دشمن کے سامنے اس کی برائی اور حقارت کر کے غرض کسی نہ کسی طرح کسی مسلمان کا خلاف کر کے ان چیزوں میں سے کسی چیز کو پائے وہ ان عذابوں کا مستحق ہے افسوس آج بہت سے لوگ ان باتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ (۱۰۸۳) اپنے جیسے بدکاروں میں بیٹھ کر اپنے گناہ پر فخر و غرور اور اظہار خوشی کرنا۔ گو اللہ تعالیٰ اسی گنہگار کو جس نے پردے میں اپنا گناہ رکھا ہو معاف بھی فرما دے لیکن اس اظہار کرنے والے سے درگذر نہ فرمائیگا۔ (۱۰۸۴) منافق طبع شخص جو اس جماعت کے پاس اس جیسی زبان اور منہ رکھتا ہے اور دوسری جماعت کے سامنے اُن کا سامنا اور اُن جیسی زبان کر لیتا ہے (۱۰۸۵) اس درجہ کی بدگوئی اور بدزبانی کہ لوگ اس سے تنگ آ جائیں (۱۰۸۶) ناحق پر ہوتے ہوئے اکڑنا اور جھگڑنا باوجود یکہ اپنا باطل پر ہونا معلوم ہے (۱۰۸۷) جھوٹا دعویٰ کرنا باوجود اس کے جھوٹ کے علم کے (۱۰۸۸) باوجود اہل بیت رسولؐ میں داخل نہ ہونے کے اپنے تئیں اس میں داخل کرنا (۱۰۸۹) یہ دعویٰ کرنا کہ میں فلاں کا لڑکا ہوں حالانکہ اس کا باپ اور کوئی ہو (۱۰۹۰) بخاری مسلم کی حدیث میں ہے جو اپنے باپ کے سوا اور کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرے اس پر جنت حرام ہے (۱۰۹۱) صحیحین کی حدیث میں ہے اپنے باپوں سے مت پھرو جو اپنے باپ سے پھر جائے وہ کافر ہے (۱۰۹۲) بخاری مسلم میں ہے جو شخص باوجود علم کے اپنے باپ کے سوا اور پر باپ ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر ہو گیا (۱۰۹۳) جس نے اس چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں وہ ہماری جماعت سے خارج ہے اُسے چاہئے کہ اپنی جگہ جہنم میں مقرر کرے (۱۰۹۴) جو شخص دوسرے کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو یہ لفظ اسی پر لوٹ آئے گا۔ (۱۰۹۵) یہی کبیرہ گناہوں میں سے اُسے کافر کہنا ہے جسے اللہ نے اور اس کے رسول نے کافر نہ کہا ہو۔ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں سے لڑنے کا حکم دیا اور بتلایا کہ جتنے مقتول آسمان تلے ہیں ان سب سے بدترین یہ ہیں اور فرمایا کہ یہ دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے ان کا مذہب مسلمانوں کو گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا ہے پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ سنت کے منکر تمام مسلمانوں کے خلاف حدیث کی نسبت وہ رائے رکھتے ہیں نہ اس سے فیصلہ کرنا جائز جانتے ہیں نہ اس کی طرف کوئی فیصلہ لے جاتے ہیں (۱۰۹۶) اسلام میں کسی بدعت کا ایجاد کرنا (۱۰۹۷) کسی بدعتی کی مدد و اعانت کرنا۔ (۱۰۹۸) صحیحین میں ہے جو شخص کوئی بدعت نکالے یا کسی بدعتی کو

حیلہ جوئی کرکے ہٹا دینا (۱۰۱۲) آزاد کو غلام کرکے بیچ دینا (۱۰۱۳) غلام کو اس کے آقا سے مفرور کرا دینا (۱۰۱۴) عورت کو اس کے خاوند کے خلاف بھڑکانا (۱۰۱۵) جب علم کے ظاہر کرنے کی ضرورت ہو اُسے چھپا لینا (۱۰۱۶) دینی علم دنیا کمانے کے لئے سیکھنا (۱۰۱۷) وجاہت طلبی کرنا (۱۰۱۸) لوگوں میں بلندی چاہنا (۱۰۱۹) وعدہ شکنی کرنا (۱۰۲۰) جھگڑوں میں گالیاں بکنا (۱۰۲۱) عورتوں کی دبر میں وطی کرنا (۱۰۲۱) حیض کی حالت میں ہمبستری کرنا (۱۰۲۲) صدقہ دے کر احسان جتانا (۱۰۲۳) کوئی اور نیکی کرکے بھولنا (۱۰۲۴) اللہ کے ساتھ بدگمانی رکھنا (۱۰۲۵) تقدیری یا دینی احکام میں اُس پر اعتراض کرنا (۱۰۲۶) قضا و قدر کو جھٹلانا (۱۰۲۷) استواعلی العرش کو نہ ماننا (۱۰۲۸) خدا کو بندوں کے اوپر نہ جاننا (۱۰۲۹) اللہ کے رسول صلوٰۃ اللہ وسلامہ کی معراج کا نہ ماننا (۱۰۳۰) حضرت مسیح علیہ السلام کو اس کی طرف چڑھا ہوا نہ ماننا (۱۰۳۱) پاک کلموں کا اس کی طرف چڑھنا نہ ماننا (۱۰۳۲) یہ نہ ماننا کہ اس نے ایک کتاب لکھی ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت کر گئی ہے وہ کتاب اس کے پاس اس کے عرش پر ہے (۱۰۲۳) یہ نہ ماننا کہ وہ ہر رات آدھی رات کے گذرنے کے وقت آسمانِ اول کی طرف نزول فرماتا ہے اور پوچھتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اُسے بخش دوں (۱۰۲۴) اُسے نہ ماننا کہ اس نے حضرت موسیٰ سے باتیں کیں (۱۰۲۵) اسے نہ ماننا کہ اس نے پہاڑ پر تجلی ڈالی جس سے اس کے ٹکڑے اُڑ گئے (۱۰۲۶) اُسنے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اس سے انکار کرنا (۱۰۲۷) یہ بھی نہ ماننا کہ اس نے حضرت آدمؑ و حوا کو ندا دی (۱۰۲۸) اس نے حضرت موسیٰ کو پکارا (۱۰۲۹) وہ اپنے بندوں کو قیامت کے دن پکارے گا۔ (۱۰۳۰) اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا (۱۰۳۱) وہ قیامت کے دن تمام آسمانوں کو اپنے ایک ہاتھ میں لے لیگا۔ (۱۰۳۲) اور زمینوں کو دوسرے ہاتھ میں ++

فصل

(۱۰۳۳) اُن لوگوں کی باتیں کان دھر کر سننا جو اپنی باتیں نہ سنانا چاہتے ہوں (۱۰۳۴) عورت کو خاوند کے خلاف بھڑکانا (۱۰۳۵) غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلانا (۱۰۳۶) جاندار کی تصویریں بنانا خواہ ان کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ جھوٹا خواب بیان کرنا (۱۰۳۷) سود لینا (۱۰۳۸) سود دینا (۱۰۳۹) سودی قرض پر گواہ رہنا (۱۰۴۰) سودی لین دین پر گواہ رہنا۔ (۱۰۴۱) شراب نوشی کرنا (۱۰۴۲) شراب بنانا (۱۰۴۳) شراب بنوانا۔ (۱۰۴۴) شراب کو اٹھانا (۱۰۴۵) شراب کو بیچنا (۱۰۴۶) شراب کی قیمت لینا (۱۰۴۷) اس پر لعنت کرنا جو مستحق لعنت نہ ہو (۱۰۴۸) کاہنوں کے پاس جانا (۱۰۴۹) نجومیوں کے پاس جانا (۱۰۵۰) پیش گوئیاں کرنیوالوں غیب کی خبریں دینے والوں کے پاس جانا (۱۰۵۱) جادوگروں کے پاس جانا (۱۰۵۲) انھیں سچا جاننا (۱۰۵۳) ان کی باتوں پر عمل کرنا (۱۰۵۴) اللہ کے سوا دوسروں کو سجدہ کرنا (۱۰۵۵) اللہ کے سوا دوسروں کی قسم کھانا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا (۱۰۵۶) بعض لوگ اسے مکروہ کہتے ہیں یہ اُن کی کمزوری ہے بھلا جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک بتلاتے ہیں تو اس کا مرتبہ کبیرہ گناہ سے بھی کم کیسے رہیگا ؟ بلکہ اس کا بوجھ کبیرہ گناہ سے بہت بڑا ہے (۱۰۵۷) قبروں کو مسجدیں بنا لینا (۱۰۵۸) قبروں کو بتوں کی طرح پوجنا (۱۰۵۹) قبروں پر میلے اور عرس کرنا (۱۰۶۰) اُن کی طرف سجدے کرنا (۱۰۶۱) ان کی طرف نماز ادا کرنا۔ (۱۰۶۲) ان کا طواف کرنا (۱۰۶۳) یہ عقیدہ رکھنا کہ ان قبروں کے پاس دعا کرنا اللہ کے ان گھروں میں بھی دعا کرنے سے افضل ہے جن میں خدا کا پکارا جانا اس کی عبادت کرنا اس کی نماز پڑھنا اس کے لئے سجدہ کرنا مشروع ہے۔ (۱۰۶۴) اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنا۔ تہمد ٹخنے سے نیچا لٹکانا (۱۰۶۵) پاجامہ ٹخنے سے نیچا کرنا (۱۰۶۶) عمامہ وغیرہ حد شرع سے زیادہ لٹکانا (۱۰۶۷) اکڑ کر چلنا (۱۰۶۸) خواہش کی اتباع کرنا (۱۰۶۹) دلی چاہت کا ماننا (۱۰۷۰) اپنے نفس کو پسند کرکے اپنی عقل پر بھروسہ کرنا (۱۰۷۱) جن اقارب وغیرہ کا نان نفقہ ادا کرنا ضروری ہے انھیں برباد کر دینا مثلاً بیوی غلام نوکر چاکر وغیرہ (۱۰۷۲) غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کرنا۔

لڑائی کرنے کو نہ فرماتے نہ یہ فرماتے کہ چالیس سال تک اس کا ٹھیرا رہنا بھی اس کے حق میں نمازی کے سامنے سے گذر جانے سے بہتر ہے جیسے کہ مسند بزار میں ہے واللہ اعلم ✢✢✢

ختم المرسلین امام النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متفرق فتووں کی فصل

(۱۱۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب تو نماز قائم رکھے زکوٰۃ دے تو تو مہاجر ہے گو حضرمہ ہی میں تیرا انتقال ہو یہ شہر یمن میں ہے مراد وطن میں مرنا ہے (مسند احمد) (۱۱۴۳) حضرت عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اپنی کوئی پسندیدہ جگہ میرے رہنے کیلئے تجویز فرما دیجئے تو آپ نے شام کے ملک کی نسبت فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اُسے پسندیدہ ہے اس کے بہترین بندے اُسی کی طرف جائیں گے۔ (۱۱۴۴) اگر یہ نہیں تو یمن میں سکونت رکھو اور اپنے حوض کا پانی پیو اللہ تعالیٰ شام اور شامیوں پر میرا وکیل ہے (ابوداؤد) (۱۱۴۵) حضرت بہز بن حکیم کے دادا حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کہاں کا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہاں کا اور اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا (ترمذی) (۱۱۴۶) یہودیوں نے آپ سے پوچھا کہ کڑاکا کیا ہے؟ فرمایا ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر داروغہ ہے وہ اپنے آتشیں کوڑوں سے انھیں جہاں خدا کا حکم ہو ہانک لے جاتا ہے (۱۱۴۷) یہ جو آواز سنی جاتی ہے یہ کیا ہے؟ فرمایا اُس کا بادلوں کو ڈانٹنا یہانتک کہ جہاں کا حکم ہو وہاں پہنچ جائیں انھوں نے کہا آپ سچے ہیں (۱۱۴۸) یہ بھی بتلایئے کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر کیا چیز حرام کر لی تھی؟ فرمایا انھیں عرق النسا کا درد تھا پس کوئی چیز اُسے ٹھیک پڑنے والی بجز اونٹ کے گوشت اور دودھ کے نہ پائی اس لئے اُسے اپنے اوپر حرام کر لی انھوں نے کہا یہ بھی آپ نے سچ فرمایا (ترمذی)

(۱۱۴۹) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا موجودہ بندر اور سور اُن یہودیوں کی نسل میں سے ہیں؟ فرمایا جس قوم کی شکلیں خدا کی لعنت سے بدل جاتی ہیں وہ یونہی بلا نسل غارت ہو جاتی ہیں یہ تو خدا کی الگ جداگانہ مخلوق ہے۔ یہودیوں پر غضبِ خدا نازل ہوا اور انھیں ان کی شکل میں کر دیا تھا (مسند احمد) (۱۱۵۰) ارشاد ہوتا ہے کہ تم میں مغرب لوگ ہیں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دریافت کرتی ہیں کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ جن میں جنات کی شرکت ہوتی ہے (ابوداؤد) اس سے مراد شیطانوں کی شراکت ہے انسانوں کی اولاد میں مغرب انھیں اس لئے کہا گیا کہ ان کے نسب میں اور اُن کے اصول میں بہت دوری ہو جاتی ہے۔ عربوں کا قول عنقا مغرب بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ (۱۱۵۱) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا تہمد کہاں باندھوں؟ آپ نے اپنی پنڈلی کی اونچی ہڈی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہاں۔ پھر فرمایا اگر اسے نہ مانے تو یہاں اُس سے ذرا نیچے اگر اس سے بھی انکار کرے تو یہاں ٹخنے سے اوپر اگر اس سے بھی انکار کرے سن لے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اکڑنے والوں کو پسند نہیں فرماتا (مسند احمد) (۱۱۵۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ میں اگر اپنا تہمد ہر وقت سنبھالے نہ رہوں تو وہ نیچے سرک آتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم اُن میں سے نہیں ہو جو گھمنڈ اور غرور کے طور پر تہمد لٹکایا کرتے ہیں۔ (۱۱۵۳) ارشاد مبارک ہے جو شخص اپنا کپڑا فخر و غرور کے طور پر لٹکائے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھیگا۔ تو اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ عورتیں اپنے دامنوں کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا ایک بالشت لٹکا لیں۔ عرض کیا کہ اس صورت میں ان کے قدم کھل جائیں گے۔ فرمایا پھر ایک ہاتھ لٹکا لیا کریں اس سے زیادہ نہیں (۱۱۵۴) ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ میری لڑکی کے بال بیماری سے بالکل جھڑ گئے تو میں اس کے بالوں میں اور بال ملا لوں؟ فرمایا ملانے والی اور

جگہ اور پناہ دے اُس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو اس کی توبہ قبول فرمائیگا نہ فدیہ (۱۰۹۹) بدترین بدعت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کو معطل کر دینا اور ان کے خلاف مسائل ایجاد کر دینا اور ایسے مسائل نکالنے والوں کی امداد کرنا ان کے دشمنوں کو ٹالنا اور کتاب و سنت کی دعوت دینے والوں سے دشمنی رکھنا ہے۔ (۱۱۰۰) شعائرِ خداوندی کی حرم میں اور حالتِ احرام میں بے حرمتی کرنا جیسے شکار کھیلنا اور حرمِ خداوندی میں جنگ کو جائز سمجھ لینا (۱۱۰۱) مردوں کا ریشم پہننا (۱۱۰۲) مردوں کا سونا پہننا (۱۱۰۳) سونے چاندی کے برتنوں کو مردوں کا استعمال کرنا (۱۱۰۴) فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ شگون لینا شرک ہے پس ممکن ہے کہ یہ بھی کبیرہ گناہ ہو اور ممکن ہے کہ اس سے ہلکے درجے کا ہو (۱۱۰۵) مالِ غنیمت میں سے خیانت کرنا۔ (۱۱۰۶) امام اور سردار کا رعیت سے دھوکہ کرنا (۱۱۰۷) محرماتِ ابدیہ سے نکاح کرنا (۱۱۰۸) جانوروں سے وطی کرنا (۱۱۰۹) مسلمان سے مکر کرنا (۱۱۱۰) مسلمانوں سے فریب بازی کرنا۔ (۱۱۱۱) مسلمان کو ضرر پہنچانا (۱۱۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ ملعون ہے جو مسلمان سے مکر کرے یا اُسے نقصان پہنچائے۔ (۱۱۱۳) قرآن کریم کی بے حرمتی کرنا اس کی اہانت کرنا جیسے وہ لوگ کرتے ہیں جو اُسے کلام اللہ نہیں جانتے جیسے بہا دینا وغیرہ (۱۱۱۴) کسی اندھے کو راستے سے بھٹکا دینا (۱۱۱۵) ایسا کرنے والا بزبانِ معصوم صلی اللہ علیہ وسلم ملعون ہے (۱۱۱۶) پس کتنا بڑا لعنتی اور کیسے کبیرہ گناہ کا مرتکب وہ ہے جو راہِ خدا سے اور صراطِ مستقیم سے بندگانِ خدا کو بہکائے (۱۱۱۷) کسی انسان کے منہ پر داغ لگوانا (۱۱۱۸) کسی جانور کے منہ کو داغنا (۱۱۱۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخصوں پر لعنت فرمائی ہے (۱۱۲۰) اپنے مسلمان بھائی پر ہتھیار اٹھانا (۱۱۲۱) ایسا کرنے والے پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں (۱۱۲۲) وہ کہنا جو خود نہ کرنا۔ جنابِ باری عزوجل کا ارشاد ہے كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ خدا کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہیں کرتے (۱۱۲۳)

کتاب اللہ میں بے علم جھگڑنا (۱۱۲۴) دینِ خدا میں بے علمی سے جھگڑنا (۱۱۲۵) اپنے ماتحتوں سے سختی سے پیش آنا۔ (۱۱۲۶) حدیث شریف میں ہے کہ بدخصلت شخص جنت میں نہ جائے گا (۱۱۲۷) اپنی حاجت کی چیز نہ ہو پھر بھی حاجت مند سے روک رکھنا حالانکہ وہ چیز بھی اس کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی نہ ہو (۱۱۲۸) جوا کھیلنا (۱۱۲۹) شطرنج کھیلنا کیونکہ اس کے کھیلنے والے کو حدیث میں خون و گوشتِ خنزیر میں ہاتھ رنگنے والے سے تشبیہ دی گئی ہے خصوصاً جبکہ شطرنج میں بازی بھی نہ ہو اس وقت تو یہ تشبیہ بالکل پوری ہو جاتی ہے کھیلنا خون میں ہاتھ بھگونا ہے اور مال حاصل کرنا اس کا گوشت کھانا ہے (۱۱۳۰) نماز باجماعت کو چھوڑنا کیونکہ حضورؐ نے ایسے لوگوں کے جلا دینے کا عزم کیا تھا۔ ایسے تو آپ نہ تھے کہ صغیرہ گناہ کے مرتکب لوگوں کو جلا دیں۔ ابن مسعودؓ کا ثابت فرمان ہے کہ ہم نے تو اپنے تئیں دیکھا ہے جماعت سے پیچھے وہی لوگ رہا کرتے تھے جو منافق تھے اور جن کا نفاق بھی بالکل کھلا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ نفاق کبیرہ گناہ سے بھی اونچے درجے کی چیز ہے (۱۱۳۱) جمعہ کی نماز کا چھوڑ دینا (۱۱۳۲) صحیح مسلم شریف میں ہے یا تو لوگ جمعہ کے چھوڑنے سے باز آئیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ بالکل غافلوں میں جا ملیں گے (۱۱۳۳) سنن کی صحیح حدیث میں ہے جو شخص سستی اور کاہلی سے تین جمعہ چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے (۱۱۳۴) اپنے ورثے سے اپنے کسی وارث کو محروم کر دینا (۱۱۳۵) یا کسی کو اس پر ترجیح (۱۱۳۶) یا ایسے حیلے سکھانا (۱۱۳۷) مخلوق کے بارے میں حد سے تجاوز کر جانا یہ کبیرہ گناہ وہ ہے جو کبھی شرک تک ترقی کر جاتا ہے (۱۱۳۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غلو کرنے سے بچو تم سے اگلے لوگوں کو اسی نے تباہ کیا (۱۱۳۹) حسد کرنا (۱۱۴۰) حضورؐ فرماتے ہیں حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو (۱۱۴۱) نمازی کے سامنے سے گذر جانا۔ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اگر یہ صغیرہ گناہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کرنے والے سے

کٹھن ہوگا جیسے آگ کے انگارے کو تھام لینا۔ اُس وقت دین کے عامل کو تم میں سے پچاس کے برابر اجر ملیگا۔ (ابوداؤد) (۱۱۶۹) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ فرمایا جب کہ آدمؑ روح اور جسم کے درمیان تھا (ترمذی) (۱۱۷۰) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت کا شروع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور میری والدہ کا خواب کہ اُن کے جسم سے نور نکلتا ہے جس سے ان کے سامنے شام کے محلات روشن ہوجاتے ہیں۔ (مسند احمد) (۱۱۷۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ نبوت کا سب سے پہلا امر آپ نے کیا دیکھا؟ آپ جواب مرحمت فرماتے ہیں کہ جب میں بیس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں جارہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف اپنے سر کے پاس ہی باتوں کی آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ کیا یہ وہی ہیں؟ اب دونوں میرے سامنے آئے اُن جیسے نورانی پاک اور خوبصورت چہرے میں نے تو دیکھے نہیں نہ اُن جیسی دماغ کو مہکا دینے والی روح پرور خوشبو میں نے کبھی سونگھی اور نہ ان جیسے کپڑے کبھی کسی کے اوپر دیکھے انھوں نے میرے سامنے آتے ہی میرے بازو تھام لئے لیکن پکڑنے کی کوئی حس میں نے نہیں پائی پھر ایک نے دوسرے سے کہا انھیں لٹادو چنانچہ دونوں نے مل کر مجھے لٹادیا لیکن لیٹنے میں بھی مجھے کوئی حرکت یا تکلیف نہ ہوئی پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کردو چنانچہ ایک صاحب نے میرا سینہ چاک کیا لیکن نہ مجھے اس میں کوئی تکلیف ہوئی نہ خون نکلا نہ اور کچھ محسوس ہوا اب اُس دوسرے نے کہا اس میں سے حسد و بغض برائی اور بدی نکال ڈالو پس اس نے کوئی چیز نکالی جیسے کوئی بوٹی ہو اُسے الگ پھینک دی پھر کہا اسے شفقت اور مہربانی سے پُر کردو پھر چاندی جیسی شفاف کوئی چیز اُس نکالی ہوئی چیز کے بدلے رکھ دی گئی پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جاؤ سلامتی کے ساتھ جاؤ چنانچہ میں چلا آیا لیکن میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے شخص پر میرے دل میں محبت و رحمت ہے اور بڑے کے لئے میرے دل میں الفت و محبت ہے (مسند احمد) (۱۱۷۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا زمانہ سب سے بہتر ہے؟ فرمایا وہ زمانہ جس میں میں ہوں پھر اس کے بعد کا دوسرا زمانہ پھر اس کے بھی بعد والا تیسرا زمانہ (صحیح مسلم شریف) (۱۱۷۳) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے؟ فرمایا عائشہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) (۱۱۷۴) اچھا حضورؐ مردوں میں سے کون؟ فرمایا ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (۱۱۷۵) ان کے بعد؟ فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۱۷۶) حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کی اہل میں سے سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ فرماتے ہیں حضرت فاطمہؓ بنت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے (۱۱۷۷) حضورؐ سوال کا یہ مطلب نہیں۔ تو فرمایا پھر سب سے زیادہ میرا محبوب میری اہل میں سے وہ ہے جس پر انعام خدا ہے اور انعام رسولؐ ہے یعنی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۱۷۸) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اُن کے بعد کون؟ فرمایا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ و کرم اللہ وجہہ (۱۱۷۹) تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو آپ نے اپنے چچا کو سب سے آخر میں ہی رکھا؟ آپ نے فرمایا حضرت علیؓ نے ہجرت میں تم پر سبقت کی ہے (ترمذی و حسنہ) (۱۱۸۰) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اہل بیت میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ فرمایا حسنؓ اور حسینؓ (ترمذی) (   ) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اعمال میں خدائے تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر عمل کونسا ہے؟ فرمایا اللہ کے لئے محبت اور عداوت رکھنا (مسند احمد) (۱۱۸۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت تھیں جو نماز روزے میں خوب مستعد تھیں مگر اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی تھیں فرمایا وہ جہنم میں گئی (۱۱۸۳) اچھا حضورؐ ایک اور تھیں جو روزے نماز اور صدقے میں اتنی زیادہ مشہور نہ تھیں لیکن اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی تھیں آپ نے فرمایا وہ جنتی ہیں (مسند احمدؒ) (۱۱۸۴) حضرت

ملوانے والی پر خدا کی لعنت ہے (متفق علیہ) (۱۱۵۵) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاہنوں کے پاس جانے کی نسبت آپ کا کیا فرمان ہے؟ فرمایا اُن کے پاس نہ جاؤ (۱۱۵۶) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک شگون کی بابت حضورؐ کا کیا فتوی ہے؟ جواب دیا کہ لوگ اُسے اپنے دلوں میں پاتے ہیں لیکن یہ چیز انھیں کسی کام سے روک نہ دے۔ (۱۱۵۷) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خط کھینچنے کی بابت حضورؐ کا کیا فتوی ہے؟ فرمایا نبیوں میں سے ایک نبی خط کھینچا کرتے تھے تو جس کا خط اُن کے خط سے موافقت کر جائے تو کر جائے (۱۱۵۸) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کاہن کیا ہیں؟ فرمایا کوئی چیز نہیں ہیں (۱۱۵۹) لیکن یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تو اُن میں سے کسی کی کوئی بات سچ نکل آتی ہے؟ فرمایا یہ دراصل سچی خبر ہوتی ہے جو جنات اڑا لاتے ہیں اور کسی کے کان میں پھونک دیتے ہیں پھر وہ اُسے اُس میں سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر پھیلاتے ہیں (متفق علیہ) (۱۱۶۰) یارسول اللہ قرآن شریف کی آیت لَهُمُ الْبُشْرٰى الخ میں بشارت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا نیک خواب جنھیں کوئی آدمی دیکھے یا اُس کے لئے دکھائے جائیں (مسند احمد) (۱۱۶۱) امّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورقہ بن نوفل کی بابت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتی ہیں کہ وہ آپ کی صداقت مانتا تھا اور آپ کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اُسے خواب میں سفید کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے اگر وہ جہنمی ہوتا تو اُس پر اُس کے سوا اور کوئی لباس ہوتا (۱۱۶۲) ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹ دیا گیا وہ لڑھکنے لگا میں اُس کے پیچھے پیچھے دوڑا ہوا جا رہا ہوں آپ نے فرمایا ایسے کھیل جو تیرے ساتھ نیند میں شیطان کھیلے اُن کا بیان نہ کیا کر (مسلم) (۱۱۶۳) حضرتِ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر آپ فرمائیں تو ہم گھوڑی پر گدھا ڈالکر خچر کی نسل لیں اور آپ کی سواری کے لئے اُسے تیار کریں؟ آپ نے فرمایا یہ کام اُن کا ہے جو بے علم

ہوں (مسند احمد) (۱۱۶۴) مالِ یتیم کے بارے میں جب سختی کی گئی تو یتیموں کے والیوں نے اُن کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا جب اس میں تنگی اور نقصان ہونے لگا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا اُسی وقت آیت وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى الخ نازل ہوئی یعنی لوگ تجھ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ ان کے لئے اصلاح ہر حال میں بہتر ہے۔ اگر تم ان کے مال اپنے مال سے ملا بھی لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اب صحابہؓ نے اُن کا اور اپنا کھانا پینا ایک کر دیا (۱۱۶۵) جب آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ الخ اتری تو حضرت عائشہؓ کے سوال پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم انھیں دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو سمجھ لینا کہ انہی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اُن سے بچتے رہنا (متفق علیہ) (۱۱۶۶) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں حضرت مریم کا يَآ اُخْتَ هٰرُوْنَ کے لفظ سے ذکر ہے تو کیا وہ حضرت موسیٰؑ کے بھائی حضرت ہارونؑ کی بہن تھیں؟ فرمایا نہیں بلکہ وہ لوگ اپنے نبیوں اور اپنی قوم کے نیک لوگوں کے نام پر اپنے اور اپنی اولاد کے نام رکھ لیا کرتے تھے۔ (۱۱۶۷) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قومِ یونس کی گنتی کی بابت قرآن میں ہے کہ ہم نے اُسے ایک لاکھ بلکہ زیادہ کی طرف بھیجا تھا۔ تو فرمایئے کہ وہ زیادتی کتنی تھی؟ جواب دیا کہ بیس ہزار کی (۱۱۶۸) حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قرآنِ کریم میں ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ الخ ایمان والو تم اپنے تئیں سنبھالے رہو الخ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اچھی باتیں لوگوں کو بتلاتے رہو بری باتوں سے روکتے رہو۔ یہانتک کہ جب دیکھو کہ بخیلی کی اطاعت خواہش کی پیروی دنیا کی ترجیح ہر ہر شخص کا اپنے خیال میں مگن رہنا شروع ہو گیا تو صرف اپنے آپ کو ہی بچانے کی فکر میں لگ جاؤ) لوگوں کو چھوڑ دو۔ یاد رکھو تمہارے پیچھے صبر کا زمانہ آرہا ہے اُس وقت دین پر صبر کرکے جم جانا ایسا

کی اطلاع کے طور پر سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَللّٰهُ اَکْبَرُ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ دینا یا کھنکار دینا اور گھر والوں کا اجازت دینا (ابن ماجہ)
(۱۱۹۸) ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آئی تو انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس موقعہ پر کیا کہنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہو (۱۱۹۹) اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا پھر یہ سنکر ہمیں اس کے لئے کیا کہنا چاہیے؟ آپ نے فرمایا تم کہو یَرْحَمُکَ اللّٰهُ (۱۲۰۰) تو پہلے صحابی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا پھر میں انھیں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو یَھْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ، یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہے۔ وَاللّٰهُ تعالیٰ اعلم و علمہٗ اکمل و اتم۔ فقط

بقیہ فہرست صـ۲

بقیہ فہرست صـ۲

بقیہ فہرست مضامین کتاب ہذا

امام المرسلین ختم النبیین آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے صـ۶۹

تمت بالخیر

اس سے پہلے کی فہرست صـ۲ پر ہے

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ہدیہ کسے دوں؟ فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو (صحیح بخاری شریف) (۱۱۸۵) صحابہ رضوان اللہ علیہم کو آپ نے راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ اس کا حق ادا کریں۔ تو صحابہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے کے حقوق کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نگاہ روکے رکھنا کسی کو ایذا نہ دینا سلام کا جواب دینا بھلی باتوں کا حکم کرنا بری بات سے روکنا (۱۱۸۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مال اور اولاد والا شخص ہوں میرے والد بھی ہیں اور وہ میرے مال کے محتاج ہیں؟ آپ نے فرمایا تم خود اور تمہارا مال تمہارے باپ ہی کا ہے۔ سنو تمہاری اولاد تمہاری بہترین پاک کمائی ہے پس تم اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھا سکتے ہو (ابوداؤد) (۱۱۸۷) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی طرف ہجرت کرنے اور اپنے ساتھ مل کر جہاد کرنے کی اجازت دیجئے؟ آپ نے فرمایا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ صحابی نے عرض کیا جی ہاں زندہ ہیں فرمایا ان کے پاس چلے جاؤ اور ان کی خاطر خواہ خدمت کرو (مسلم) (۱۱۸۸) ایک اور صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی سوال پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کیا تمہاری والدہ حیات ہیں؟ انھوں نے کہا جی ہاں وہ حیات ہیں آپ نے فرمایا ان کے قدم تھام لو وہیں جنت ہے (ابن ماجہ) (۱۱۸۹) ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا میں اپنے ماں باپ کی کوئی خدمت اور ان سے کوئی سلوک ان کے انتقال کے بعد بھی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں چار کام کرو اول تو ان کے لئے دعا استغفار کیا کرو دوسرے انھوں نے جس کسی سے جو وعدہ کیا ہو اسے پورا کرو تیسرے ان کے دوستوں کی عزت اور توقیر کرتے رہو۔ چوتھے ان کی وجہ سے جو رشتے ناتے قائم ہوتے ہیں انھیں نبھاؤ اور ان سب سے اچھا سلوک اور صلہ رحمی کرتے رہو۔ والدین کے انتقال کے بعد ان سے سلوک اور نیکی کے یہی رستے ہیں (مسند احمد) (۱۱۹۰) یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماں باپ کے اپنی اولاد پر کیا کیا حق ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ وہی دونوں تیرے لئے جنت و دوزخ ہیں (یعنی ان کی خوشی میں جنت اور ان کی ناراضگی میں جہنم ہے (ابن ماجہ) (۱۱۹۱) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اپنے قرابت داروں سے سلوک کرتا رہتا ہوں رشتے داری نبھاتا جاتا ہوں لیکن وہ نہ تو مجھ سے سلوک کرتے ہیں نہ قرابت داری کا لحاظ رکھتے ہیں۔ میں اُن سے احسان کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں اُن سے درگذر کرتا ہوں لیکن وہ مجھ پر ظلم کرنے سے باز نہیں آتے تو کیا اب مجھے بھی اجازت ہے کہ میں اُن سے اپنا بدلہ لوں اور جو وہ میرے ساتھ کرتے ہیں میں بھی اُن کے ساتھ کروں؟ آپ نے جواب دیا نہیں نہیں ایسا کرنے سے تو تم سب برابر ہو جاؤ گے تو فضیلت نہ رہ اُن سے سلوک کرتا رہ رشتے داری کو نہ توڑ جب تک تو اس نیکی پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ کی مدد تیرے ساتھ رہیگی (مسند احمد) (۱۱۹۲) صحیح مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ تب تک اللہ کی طرف کا مددگار تیرے ساتھ برابر رہے گا اور تو انھیں تنگ دیتا اور شرمندہ کرتا رہے گا۔ (۱۱۹۳) اے خدا کے سچے رسول رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کہ خاوند کے ذمے عورت کے حق کیا کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ جب خود کھائے اُسے بھی کھلائے جب خود پہنتا ہے تو اسے بھی پہنائے اس کے منہ پر نہ مارے اُسے گالی گلوچ نہ دیتا رہے اگر کسی وجہ سے بول چال چھوڑنی پڑے تو اپنے گھر میں ہی رکھ کر چھوڑے (ابوداؤد) (۱۱۹۴) یا رسول اللہ کیا میں اپنی والدہ کے پاس جانے کیلئے بھی اُن سے اجازت چاہوں؟ فرمایا ہاں (۱۱۹۵) میں اور وہ ایک ہی مکان میں رہتے ہیں پھر بھی؟ فرمایا ہاں (۱۱۹۶) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ان کا تمام کام کاج مثل خادموں کے کرتا ہوں پھر بھی؟ فرمایا ہاں اجازت طلب کر لیا کرو کیا تم چاہتے ہو کہ کسی وقت انھیں ننگا دیکھو؟ جواب دیا کہ نہ تو میں ہرگز نہیں چاہتا فرمایا بس تو پھر اجازت طلب کر لیا کرو (موطا مالک) (۱۱۹۷)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم میں جو حکم ہے کہ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا الخ یہاں تک کہ تم اُنس حاصل کر لو اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا انسان کا کسی مکان میں جانے کیلئے اس کی دہلیز پر پہنچکر اپنے پہنچنے

ترجمہ کتاب اعلام الموقعین بنام دین محمدی کے اس آخری حصے بنام فتاوی محمدیہ کے مترجم حضرت مولنا مولوی محمد صاحب زید مجدہٗ کی اور تصانیف

اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ سے اپنے دین کی جو خدمت لینا چاہے وہ لیتا ہے اس قحط الرجال او راس بدشوقی دین کے زمانے میں جبکہ عموماً دین کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولنا محمد صاحب سے قدرت خدا نے اپنے دین کی وہ اہم خدمت لی جو پوری قوم کے بس کی بھی نہ تھی۔ آپ نے اس پاک کتاب اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ کرکے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ دین کی بھی بہترین خدمت کی الحمدللہ۔ اس کا پہلا حصہ ۷۸۴ صفحات کا بنام دین محمدی چھپ چکا ہے قیمت جس کی چودہ آنے ہے یہ آخری حصہ جو بنام فتاوٰی محمدیہ جناب کے ہاتھ میں ہے اس کی قیمت ڈیڑھ روپیہ ہے باقی حصے زیر ترجمہ و طبع ہیں الگ بھی چھپ رہے ہیں اور اخبار محمدی کے ساتھ بھی سلسلہ شروع ہے ہماری دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ اُسے بہت جلد پورا کر دے +

تفسیر محمدی اردو ترجمہ تفسیر ابن کثیر کامل تیس پارے

مولانا محمد صاحب کو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے کہ جہاں آپ نے اعلام الموقعین جیسی مہتم بالشان اور ضروری کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا ہے اور اس کے دو حصے کے ترجمہ سے آپ فارغ بھی ہو چکے ہیں وہاں آپ نے بفضلہ تعالیٰ پوری تفسیر ابن کثیر کا بھی اردو ترجمہ کر ڈالا ہے یہ کتاب اسی دین محمدی کے سائز پر بڑے صفحات میں ڈھائی ہزار صفحات پر آئی ہے۔ ہر پارہ الگ الگ ہے تفسیر ابن کثیر کا لفظی ترجمہ ہے اور اتنا سلیس اور واضح اور آسان کہ اس سے زیادہ ناممکن۔ آٹھ سال کی محنت کا یہ نتیجہ ہے یہ تفسیر دنیا کی سب تفسیروں سے زیادہ معتبر اور مستند ہے، آٹھ سال میں ہزارہا کے خرچ کے بعد یہ ترجمہ چھپا ہے ہر پارہ الگ الگ رکھا ہے ہر پارہ کی الگ الگ قیمت ملاحظہ ہو۔ پہلا پارہ عمہ دوسرا عمہ تیسرا عہ چوتھا عمہ پانچواں عمہ چھٹا عمہ ساتواں عمہ آٹھواں عہ نواں عمہ دسواں عہ گیارہواں عمہ بارہواں ۱۳؍ تیرہواں ۱۵؍ چودہواں ۱۴؍ پندرہواں عمہ سولہواں عمہ سترہواں عہ اٹھارہواں عہ انیسواں ۱۴؍ بیسواں ۱۴؍ اکیسواں عمہ بائیسواں عمہ تئیسواں عہ چوبیسواں عہ پچیسواں عہ چھبیسواں عمہ ستائیسواں عمہ اٹھائیسواں عمہ انتیسواں عمہ تیسواں عمہ لیکن مکمل تفسیر کی رعایتی قیمت صرف تیس روپے ہے۔

ایمان محمدی۔ ایمان کی ستتر شاخوں کا قرآن حدیث اور اقوال بزرگان سے پورا بیان دس آنے
صلوٰۃ محمدی وضو نماز وغیرہ کے جملہ احکام ترکیب اور دعائیں مع ترجمہ مطابق احادیث قیمت تین آنے
صیام محمدی۔ نفلی فرضوں روزوں تراویح رمضان کے کل احکام مطابق احادیث قیمت تین آنے
زکوٰۃ محمدی زکوٰۃ خیرات کے کل مسائل نصاب مستحقین زکوٰۃ وغیرہ کا کل بیان مع حوالہ تین آنے
سیرت محمدی رسول کریم کی سچی سوانحعمری آپ کی اولاد اور بیویوں وغیرہ کے حالات بارہ آنے
عقیدہ محمدی اہلحدیث کے سچے مذہب کا بیان اور جو تہمتیں اُن پر ہیں سب کا ازالہ قیمت ایک آنہ
عقائد محمدی امام احمد بن حنبل کی کتاب کا ترجمہ عقائد کے بارے میں سچا مسلمان بنانے والی کتاب ایک آنہ
فرمان محمدی زیارت قبر کا صحیح طریقہ قبروں کی تمام بدعتوں کی تردید قبر پرستی کا رد قیمت ایک آنہ
ہدایت محمدی حنفی مذہب فقہ کی سب سے اعلیٰ کتاب ہدایہ کے ایک سو مسائل جو غلط اور بے بنا کہیں دو آنے
برات محمدی حسن نظامی نے اہلحدیث کے خلاف جو رسالہ لکھا تھا اس کا قابلہ ید جواب ایک آنہ
برہان محمدی امام سبکی کے رسالہ [illegible] سکے جواب میں سب سے اعلیٰ کتاب بی معہ ترجمہ چھ آنے

سیف محمدی فقہ حنفی اور کتب حدیث کے فرق کو واضح کرنے کیلئے اس میں چھ سو غلط مسائل فقہ کے مع حوالہ ہیں ایک روپیہ
طریق محمدی تقلید کی تردید میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اس میں چھ سو دلیلوں سے تقلید کا رد ہے قیمت ایک روپیہ
دلائل محمدی حصہ اول قرآن حدیث اور حنفی مذہب سے آمین رفع الیدین اور سورہ فاتحہ کا ثبوت قیمت تین آنے
دلائل محمدی حصہ دوم۔ ان تینوں مسائل میں حنفیوں کی جو دلیلیں تھیں انکا جواب اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت ۴ر
صدائے محمدی اہلحدیث کے مذہب پر جتنے بڑے بڑے اعتراضات کئے جاتے ہیں سب کا جواب دو آنے
درایت محمدی حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ہدایہ کی ہر فن کی غلطیوں کا ثبوت سے بیان بارہ آنے
تحفہ محمدی بقرہ عید کے نماز عید کے قربانی کے مفصل احکام معہ حوالہ جات قیمت ایک آنہ
آئینہ محمدی ڈاڑھی مونچھ خط اور لباس کے کل احکام مطابق احادیث مع حوالہ قیمت ایک آنہ
عصائے محمدی اہلحدیث کے مسائل پر جتنے اعتراض مخالفین کرتے ہیں سب کا جواب قیمت چھ آنے
میلاد محمدی مولود اور قیام مولود کی قابلہ ید تردید قرآن حدیث اور فقہ سے قیمت دو آنے
حقوق محمدی آنحضرت کا نام سنکر انگوٹھے چومنے کی تردید اور درود شریف پڑھنے کی تاکید۔ ایک آنہ
فضائل محمدی۔ اہل حدیث کے ہمیشہ سے ہونے اور قیامت تک رہنے اور فرقہ ناجیہ ہونے کا ثبوت عربی مع اردو ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے +
امام محمدی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی پوری سوانحعمری ساتھ ہی اُن پر اور اماموں نے جو جرح کی ہے وہ بھی عربی مع اردو ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ چھ آنے
توحید محمدی پکی قبروں گنبدوں درگاہوں مقبروں کے حرام ہونے کی اور انہیں گرا دینے کی سینکڑوں دلیلیں چار آنے
صراط محمدی تعزیہ داری کی پوری تردید قرآن حدیث اور فقہ سے قیمت صرف ایک آنہ
معراج محمدی معراج جسمانی کا ثبوت معراج کا صحیح قصہ اور ماہ رجب کی بدعتوں کی تردید۔ ایک آنہ
انعام محمدی عید الفطر کے نماز عید کے فطرے کے کل احکام اور مسائل حدیثوں سے ایک آنہ
درود محمدی تیجے دسویں بیسویں برسی عرس وغیرہ میت کی تمام بدعتوں کی تردید۔ پانچ آنے
حج محمدی حج نہ کرنے کا۔ حج میں دیر کرنے کا وبال حج کے فضائل اور تاکید۔ قیمت ایک آنہ
تعلیم محمدی عورتوں کو شرعی قیود کے ماتحت لکھنا سکھانے کا کافی ثبوت اور مخالفوں کی تمام دلیلوں کی تردید ایک آنہ
مملکت محمدی حضرت سلطان ابن سعود پر جو اعتراضات ہیں سب کے قرآن حدیث سے جوابات ایک آنہ
جماعت محمدی عورتوں کو عیدگاہ اور مجلس وعظ میں لیجانیکی روایتیں اور مخالفین کی تردید چار آنے
اذان محمدی رمضان میں سحری کے وقت کی اذان کا مسنون ہونا۔ قیمت صرف ار

اخبار محمدی۔ توحید و سنت کا حامی حدیث کا خادم دین حق کا مبلغ یہ اخبار ہے۔ شرک و بدعت کی جڑیں کاٹنے والا تقلید اور تحقیق کا فرق ظاہر کرنے والا رسومات بد کو مٹانے والا مبلغ واعظ مفتی رہبر مناظر یہ اخبار ہے اسی میں آج کل کتاب اعلام الموقعین کا ترجمہ چھپ رہا ہے جس کی ایک جلد اسوقت آپ کے ہاتھ میں ہے اس اخبار کی سالانہ قیمت صرف تین روپے ہے نمونہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ اسی طرح دفتر کی کامل فہرست کلاں بھی مفت بھیجی جاتی ہے۔

مولنا کی کل مصنفات اخبار محمدی تفسیر محمدی دین محمدی فتاوٰی محمدی اور علاوہ ان کے ہر قسم کے قرآن کریم مترجم اور سادے اور ہر قسم کی دینی کتابیں وغیرہ ہمیشہ اس پتہ سے منگوایا کیجیے۔ **دفتر اخبار محمدی باڑہ ہندو راؤ دہلی**